وَكُلُّ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَكُوْنُوْنَ عِنْدَ بَعْثِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زُمْرَةِ الْاَمْوَاتِ وَالْمَيِّتُ لَا يَكُوْنُ مُكَلَّفًا۔

(تفسیر جلد ۲ ص۳۲۳ مطبوعہ مصر آل عمران ع ۹ زیر آیت وَاِذْ اَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ)

یعنی کل انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت فوت ہو کر زمرۂ اموات میں شامل ہو چکے تھے اور کسی حکم پر عمل کرنے کے لیے وہ مکلف نہ رہے تھے۔

۱۹۔ حضرت خواجہ محمد پارساؒ اپنی کتاب فصل الخطاب کے ص۳۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَوْ اَدْرَكَاهُ لَزِمَهُمَا الدُّخُوْلُ فِيْ شَرِيْعَتِهٖ۔ کہ اگر حضرت موسیٰؑ و حضرت عیسیٰؑ آنحضرتؐ کے زمانہ کو پاتے تو ان پر آپ کی شریعت میں داخل ہونا لازم تھا۔

حیاتِ مسیح کا عقیدہ مسلمانوں میں کیونکر آیا؟

فتح البیان جلد ۲ ص۴۹ پر لکھا ہے:۔ فَفِيْ زَادِ الْمَعَادِ لِلْحَافِظِ ابْنِ قَيِّمٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى مَا يُذْكَرُ اَنَّ عِيْسٰى رُفِعَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِيْنَ سَنَةً لَا يُعْرَفُ بِهٖ اَثَرٌ مُتَّصِلٌ يَجِبُ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ قَالَ الشَّامِيْ وَهُوَ كَمَا قَالَ فَاِنَّ ذٰلِكَ اِنَّمَا يُرْوٰى عَنِ النَّصَارٰى۔

ترجمہ:۔ حافظ ابن قیم کی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ۳۳ کی عمر میں اُٹھائے گئے اس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی تا اس کا ماننا واجب ہو۔ شامی نے کہا ہے کہ جیسا کہ امام ابن قیم نے فرمایا ہے فی الواقعہ ایسا ہی ہے۔ اس عقیدہ کی بناء حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بلکہ یہ نصاریٰ کی روایات ہیں اور ان سے ہی یہ عقیدہ آیا ہے۔

تردیدِ حیاتِ مسیح ناصری علیہ السلام

<u>پہلی دلیل اور اسکی تردید</u>

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۔۔۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ (النساء ۱۵۸، ۱۵۹) ترجمہ:۔ نہ انہوں (یہود نامسعود) نے مسیح کو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا، بلکہ اللہ نے مسیح کو اُٹھا لیا۔

بَلْ ابطالیہ کا ابطال

استدلال علماء:۔ (۱) بَلْ اضرابیہ ابطالیہ ہے جو ابطال جملہ اُولیٰ و اثبات جملہ ثانیہ کی غرض سے آتا ہے جب نہ قتل ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے تو یقیناً زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔

جواب:۔ آسمان پر جانے اور مقتول و مصلوب ہونے میں کوئی ضدیت نہیں۔ کیا جو نہ مقتول ہو نہ مصلوب

m0207 (1422x2448x256 jpeg)

وہ آسمان پر اُٹھایا جاتا ہے؟ کیا آنحضرتؐ و حضرت موسیٰؑ کو زندہ آسمان پر مانتے ہو؟ کیونکہ نہ وہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب۔

جواب ۲: ۱۔ آیت مذکورہ میں بَلْ کو ابطالیہ قرار دینا غلط ہے بوجوہات ذیل۔ قرآن کریم میں ہے وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ٥ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ (النمل ۶۶، ۶۷)

الف۔ اس آیت میں تین دفعہ بَلْ آیا ہے اور تینوں جگہ ابطالیہ نہیں بلکہ ترقی (اِنْتِقَالٌ مِنْ غَرْضٍ اِلٰی اٰخَرَ) کے لیے آیا ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ والی آیت میں بَلْ کا ماقبل اور مابعد کلام خدا ہے۔ پس بَلْ ابطالیہ نہیں ہو سکتا۔

ب۔ نحویوں نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں بَلْ ابطالیہ نہیں آسکتا۔ ہاں جب خدا تعالیٰ کفار کا قول نقل کرے تو بغرض تردید اس میں بَلْ ابطالیہ آسکتا ہے ورنہ اصالتاً خدا تعالیٰ کے کلام میں ابطالیہ وارد نہیں ہو سکتا۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ مشہور نحوی ابن مالک کہتا ہے۔ اِنَّهَا لَا تَقَعُ فِي التَّنْزِيْلِ اِلَّا عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ (اَیْ لِاِنْتِقَالٍ مِنْ غَرْضٍ اِلٰی اٰخَرَ) (القصر المبنی جلد ا صـ۵۸۲) کہ قرآن کریم میں بَلْ سوائے ترقی کے اور کسی صورت میں (یعنی بغرض ابطال) نہیں آتا۔

۲۔ قَالَ السُّيُوْطِيُّ بَعْدَ اَنْ نَقَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ اَيْضًا فَهٰذِهِ النُّقُوْلُ مُتَضَافِرَةٌ عَلٰى مَا قَالَ ابْنُ مَالِكٍ مِنْ عَدْمِ وُقُوْعِ الْاِضْرَابِ الْاِبْطَالِيِّ فِي الْقُرْاٰنِ (القصر المبنی جلد ا صـ۵۸۲) کہ سیوطی نے بہت سے اقوال اور مثالیں نقل کر کے کہا ہے کہ یہ تمام مثالیں ابن مالک کے اس قول کی تائید کرتی ہیں کہ قرآن میں بَلْ ابطالیہ نہیں آتا۔

۳۔ فَاِنَّ الَّذِيْ قَرَّرَهُ النَّاسُ فِيْ اِضْرَابِ الْاِبْطَالِ اِنَّهُ اِنَّمَا يَقَعُ بَعْدَ غَلَطٍ اَوْ نِسْيَانٍ اَوْ تَبَدُّلِ رَاْيٍ وَالْقُرْاٰنُ مُنَزَّهٌ عَنْ ذٰلِكَ (القصر المبنی جلد ا صـ۵۸۲) کہ نحویوں نے لکھا ہے کہ بَلْ ابطالیہ یا تو غلطی یا نسیان کے بعد آتا ہے اور یا تبدیلِ رائے کے موقعہ پر۔ اور قرآن مجید میں یہ تینوں باتیں نہیں پائی جا سکتیں۔ اس لیے قرآن میں ابطالیہ نہیں آسکتا۔ فَجَوَابُ اِنَّهُ يُحْكٰى (در حاشیہ مغنی اللبیب) کہ ابن مالک کے قول کا مطلب یہ ہے کہ حکایۃً عن الغیر بَلْ ابطالیہ آسکتا ہے ورنہ نہیں۔

استدلال ۳: قَتَلُوْهُ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ مع الجسم ہیں تو رَفَعَهُ میں بھی حضرت عیسیٰ مع الجسم اٹھائے گئے ہیں۔

جواب ۳: اول تو رَفَعَ کے معنی یہ نہیں لیکن اگر ہوں بھی تب بھی یہ ضروری نہیں کہ رَفَعَهُ والی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ مع الجسم ہی ہوں۔ چنانچہ دیکھئے قرآن مجید میں ہے لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (البقرۃ ۱۵۵) نہ کہو اُن لوگوں کو مُردہ جو خدا کی راہ میں شہید کئے گئے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس۔ اب اَحْيَآءٌ کا مبتدا محذوف هُمْ ہے

اس کا مرجع مَنْ يُقْتَلُ ہے مگر کوئی نہیں کہتا کہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ حالانکہ لفظ مَنْ میں یہی جسم مراد ہے۔ پس کیا ضرور ہے کہ ہم رَفَعَ میں جسم بھی مراد لیں۔

پھر سورۃ عبس میں ہے قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ۝ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۝ ..... ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۝ (عبس: ۱۸ تا ۲۲)

أَمَاتَهُ اور فَأَقْبَرَهُ کی ضمائر کا مرجع اَلْإِنْسَانُ ہے جو روح اور جسم سے مرکب ہے مگر کیا قبر میں روح اور جسم دونوں اکٹھے رکھے جاتے ہیں؟

موت تو نام ہی إِخْرَاجُ الرُّوحِ مِنَ الْجَسَدِ کا ہے۔ اگر روح مع الجسم مدفون ہو تو پھر زندہ دفن ہوا، جو محال ہے پس یہاں أَقْبَرَهُ کی ضمیر کا مرجع انسان بمعنی مجرد جسم ہوگا۔

ب۔ علم بدیع کی اصطلاح میں اسے صنعتِ استخدام کہتے ہیں۔ وَمِنْهُ الْاِسْتِخْدَامُ وَهُوَ أَنْ يُرَادَ بِلَفْظٍ لَهُ مَعْنَيَانِ أَحَدُهُمَا ثُمَّ بِضَمِيرِهِ الْآخَرُ أَوْ يُرَادُ بِأَحَدِ ضَمِيرَيْهِ أَحَدُهُمَا ثُمَّ بِالْآخَرِ الْآخَرُ (تلخیص المفتاح ص۳۸) کہ ایک لفظ جو ذومعنی ہو اس کی طرف دو ضمیریں پھیر کر اس سے دو الگ الگ مفہوم مراد لینا۔ مثالیں اوپر درج ہیں۔

پھر بھی اگر کوئی کہے کہ عیسیٰؑ تو جسم اور روح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے پھر تم اکیلی روح کا رفع کیوں مراد لیتے ہو؟

تو اول تو اسے کہنا چاہیئے کہ کسی کا نام مختلف حیثیتوں سے ہوتا ہے مثلاً کہیں زید سیاہ ہے تو صرف جسم مراد ہوگا۔ حالانکہ ہم نے لفظ زید بولا تھا جو جسم اور روح دونوں کا نام تھا مگر قرینہ حالیہ نے اس جگہ اس معنے کو روک دیا۔ یا کہیں زید نیک ہے تو صرف روح مراد ہوگی۔ اسی طرح رفع ہمیشہ روح کا ہوتا ہے۔ اس خاکی جسم کے متعلق توازل سے یہی قانون الٰہی ہے فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝ (الاعراف: ۲۶)

لفظ رَفَعَ کی بحث

دوم:۔ ہم حضرت عیسیٰؑ کے رفع کے قائل ہیں، مگر وہ رفع تھا روحانی جو کہ جسم سے اعلیٰ ہے جس طرح کہ روح جسم سے اعلیٰ ہے۔

جوابِ دوم:۔ بندہ کے لیے جب لفظ رفع استعمال ہو تو ہر جگہ درجات کا رفع مراد ہوتا ہے خصوصاً جب رفع اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کیونکہ اس کی شان اعلیٰ ہے۔

قرآن مجید اور لفظ رَفَعَ

۱- وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ (الانعام ۴) کہ وہ خدا آسمان میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔

۲- اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰہِ (البقرۃ: ۱۱۶) کہ جدھر تم منہ کرو اُدھر ہی اللہ ہے۔

۳- نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (قٓ: ۱۷) کہ ہم انسان کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں" تو اس کی طرف رفع کے لیے آسمان پر جانا ضروری نہیں، بلکہ وہ رفع اسی زمین پر رہتے ہوئے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سب مسلمان جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ بین السجدتین (دو سجدوں کے درمیان) جو دُعا پڑھا کرتے تھے اس میں ایک لفظ وَارْفَعْنِیْ بھی ہے۔ یعنی اے اللہ میرا رفع کر۔

(کتاب ابن ماجہ)

سب مومن مانتے ہیں کہ آپؐ کا رفع ہوا مگر زمین پر ہی رہ کر۔ بھائیو! جب وہی لفظ رَفَعَ آنحضرتؐ کے لیے آتا ہے تو اس سے آسمان پر جانا مراد نہیں لیتے اور جب عیسٰیؑ کے لیے آوے تو وہاں مراد لیتے ہو۔ ایں چہ بوالعجبی است!

پھر طرفہ یہ کہ تمام قرآن و احادیث میں کہیں بھی اس لفظ رَفَعَ کے معنی آسمان پر جانا نہیں۔ چنانچہ دیکھئے فرمایا:-

۱- وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰہُ بِھَا وَلٰکِنَّہٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ (الاعراف: ۱۷۷) اور اگر ہم چاہتے تو اس کا رفع کر لیتے لیکن وہ جھک گیا زمین کی طرف۔ اس جگہ بالاتفاق درجات کی ترقی مراد ہے۔ آسمان پر لے جانے کا ارادہ بتانا مدِنظر نہیں۔

۲- وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا (مریم: ۵۸) یعنی ہم نے ادریسؑ کا رفع بلند مکان پر کیا۔

۳- فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ (النور: ۳۷)

۴- فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ مَّرْفُوْعَۃٍ (عبس: ۱۴،۱۵)

۵- وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ (الواقعہ: ۳۵)

۶- یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ---- دَرَجٰتٍ (المجادلۃ: ۱۲)

گویا جب بھی کسی مومن اور عالم کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ کہے کہ میں نے اس کا رفع کیا ہے تو اس سے مراد آسمان پر جانا نہیں ہوتا بلکہ درجات کا بلند ہونا ہوتا ہے۔ حضرت عیسٰیؑ سے زیادہ ان کے زمانہ میں اور کون مومن اور عالم تھا؟ پس آپ کے رفع سے مراد بھی ترقی درجات ہے۔

احادیث اور لفظ رَفَعَ

۱- اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَۃِ (کنز العمال جلد ۲ ص۲۵) کہ جب بندہ فروتنی کرتا ہے (خدا کے آگے گرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کا ساتویں آسمان پر رفع کرتا ہے۔

نوٹ:- یہ حدیث محاورۂ زبان کے لحاظ سے بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کے معنے سمجھنے کے لیے واضح نص ہے کیونکہ اس میں لفظ رفع بھی موجود ہے۔ رفع کرنے والا بھی اللہ ہے اور خاص بات جو اس میں موجود ہے وہ یہ [illegible] رفع کے فعل کا صلہ بھی اِلٰی ہی آیا ہے۔ جیسا کہ آیت بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ میں ہے۔

اور زائد بات یہ کہ اس میں ساتویں آسمان کا لفظ بھی موجود ہے (اَلسَّمَآءِ السَّابِعَةِ) حالانکہ آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ میں آسمان کا لفظ بھی موجود نہیں ہے۔ وہاں رفع اللہ کی طرف ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ (الانعام : ۴) کہ اللہ تعالیٰ زمین میں بھی ہے اور آسمان میں بھی۔ مگر مندرجہ بالا حدیث میں تو لفظ آسمان بھی موجود ہے مگر پھر بھی مولوی صاحبان اس کا ترجمہ رُوحانی رفع یعنی بلندی درجات ہی لیتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کے لیے جو لفظ رفع استعمال ہوا ہے اس میں بھی رفع کے معنی بلندی درجات ہی کے ہیں نہ کہ آسمان پر چڑھ جانے کے۔

۲۔ مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ " (مسلم جلد ۲ ص ۳۲۱ مصر) یعنی کوئی ایسا شخص نہیں کہ وہ اللہ کے آگے گرا ہو اور پھر اللہ نے اس کا رفع نہ کیا ہو (یعنی جو اللہ کے آگے گرے اللہ اس کا رفع کرتا ہے)۔

۳۔ آنحضرتؐ اپنے چچا حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ رَفَعَكَ اللّٰهُ يَا عَمِّ (کنز العمال جلد ۷ ص ۶) اے میرے چچا اللہ آپ کا رفع کرے۔

۴۔ اَلتَّوَاضُعُ لَا يَزِيْدُ الْعَبْدَ اِلَّا رِفْعَةً فَتَوَاضَعُوْا يَرْفَعْكُمُ اللّٰهُ (کنز العمال جلد ۲ ص ۲۵) کہ خاکساری انسان کو رفعت میں بڑھاتی ہے۔ پس تم انکساری کرو، اللہ تعالیٰ تمہارا رفع کریگا۔

۵۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (کنز العمال جلد ۲ ص ۲۵) کہ جو شخص اللہ کے آگے گر جائے اللہ اس کا رفع کرتا ہے۔

۶۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ تَخَشُّعًا لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ (کنز العمال جلد ۲ ص ۲۵ حدیث ۵۹۵ زیر حرف الھمزۃ فی الاخلاق من قسم الاوّل) کہ جو انکساری کرتے ہوئے اللہ کے آگے گرے تو اللہ اس کا رفع کرتا ہے۔

لغاتِ عرب اور لفظ رَفَعَ

۱۔ صحاح جوہری جلد ۱ ص ۵۹۴۔ اَلرَّفْعُ تَقْرِيْبُكَ الشَّيْءَ۔ رفع سے مراد کسی چیز کو قریب کرنا ہے۔ گویا رفع کے معنے قرب کے ہیں۔

۲۔ اقرب الموارد جلد ۱ ص ۴۱۵۔ رَفَعَهُ اِلَى السُّلْطَانِ اَيْ قَرَّبَهُ۔ قریب کیا اس کو بادشاہ کے یعنی اس کا مقرب بنایا۔

۳۔ لسان العرب جلد ۹ ص ۴۸۸۔ فِيْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى الرَّافِعُ۔ هُوَ الَّذِيْ يَرْفَعُ الْمُؤْمِنَ بِالْاِسْعَادِ وَاَوْلِيَاءَهُ بِالتَّقْرِيْبِ۔ وَالرَّفْعُ تَقْرِيْبُكَ الشَّيْءَ مِنَ الشَّيْءِ وَفِي التَّنْزِيْلِ وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُقَرَّبَةٍ لَهُمْ۔ وَيُقَالُ نِسَاءٌ مَرْفُوْعَاتٌ اَيْ مُكَرَّمَاتٌ مِنْ قَوْلِكَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ مَنْ يَّشَاءُ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ۔ قَالَ الزَّجَّاجُ قَالَ الْحَسَنُ تَاْوِيْلُ اَنْ تُرْفَعَ اَنْ تُعَظَّمَ کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں رافع

کا لفظ ہے کیونکہ وہ بلند کرتا ہے مومن کو سعادت کے ساتھ اور اپنے دوستوں کو قرب کیساتھ۔ اور رفع کسی چیز کو کسی چیز کے قریب کرنا اور قرآن کریم میں ہے یعنی ان کی عزت کی جائے گی۔

۴۔ تاج العروس جلد ۵ صفحہ ۳۵۵۔ اَلرَّفْعُ ضِدُّ الْوَضْعِ وَمِنْهُ حَدِيْثُ الدُّعَاءِ۔ اَللّٰهُمَّ ارْفَعْنِيْ کہ رفع وضع کی ضد ہے۔ جیسا کہ حدیث دُعا میں ہے کہ اے میرے رب میرا رفع کر۔

۵۔ منتہی الارب جلد ۱ صفحہ ۔ رَفَعْتُهٗ اِلَى السُّلْطَانِ رُفْعَانًا بِالضَّمِّ اَيْ قَرَّبْتُهٗ۔

۶۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَحْتَمِلُ رَفْعَهٗ اِلَى السَّمَآءِ وَرَفْعَهٗ مِنْ حَيْثُ التَّشْرِيْفِ۔

(مفردات راغب برحاشیہ نہایہ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ)

تفاسیر سے رَفَعَ کے معنے

آنحضرت صلعم کیلئے رَفَعَہٗ اِلَیْہِ کا استعمال

۱۔ یہ عجیب بات ہے کہ رَفَعَهٗ اِلَيْهِ کے الفاظ بعینہٖ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی استعمال ہوتے ہیں اور اس استعمال سے آیت متنازعہ فیہ کے معنی بالکل واضح ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر صافی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

حَتّٰى اِذَا دَعَى اللّٰهُ نَبِيَّهٗ وَرَفَعَهٗ اِلَيْهِ (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۴ زیر آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) یعنی حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنے پاس بلایا اور آپ کا اپنی طرف رفع کیا (یعنی آپ کو وفات دی)۔

بعینہٖ اسی طرح آنحضرتؐ کے لئے رَفَعَهٗ اِلَيْهِ کا لفظ بمعنی وفات کتاب "وَمَا ثبت بالسنۃ" صفحہ ۹ پر بھی ہے۔ اِن ہر دو حوالوں میں لفظ رفع بھی ہے۔ اللہ فاعل مذکور ہے اور صلہ اِلیٰ ہے مگر معنی موت کے ہیں۔

۲۔ تفسیر سر سید احمد خان جلد ۲ صفحہ ۴۳ "پہلی آیت میں اور چوتھی آیت میں لفظ رفع کا بھی آیا ہے جس سے عیسٰیؑ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ ان کے جسم کو اٹھا لینے کا۔"

۳۔ تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۹۱ ۔ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ اَيْ وَرَافِعُ عَمَلِكَ اِلَيَّ وَهُوَ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى۔ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْمُرَادُ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَنَّهٗ تَعَالٰى بَشَّرَهٗ بِقَبُوْلِ طَاعَتِهٖ وَاَعْمَالِهٖ۔۔۔ الخ۔ رَافِعُكَ اِلَيَّ کے معنے ہیں کہ میں تیرے اعمال کو اٹھانے والا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح اشارہ ہے اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰیؑ کو ان کی نیکیوں کے قبول کرنے کی بشارت دی۔

وَرَافِعُكَ اِلَيَّ۔ هُوَ الرِّفْعَةُ بِالدَّرَجَةِ وَالْمَنْقَبَةِ لَا بِالْمَكَانِ وَالْجِهَةِ (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۹۱) یعنی اس آیت سے جو مسیح کا رفع ثابت ہوتا ہے یہ درجات کی ترقی اور عزت کا رفع مراد ہے۔ رفع مکانی (جیسا کہ غیر احمدی مانتے ہیں) اور جہت والا مراد نہیں۔

۴۔ تفسیر جامع البیان ص۵۰۔ رَافِعُكَ إِلَيَّ أَيْ مَحَلِّ كَرَامَتِيْ۔ یعنی اپنے عزت کے مقام کی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ گویا جنت میں داخل کروں گا۔ بفرمودہ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔

۵۔ تفسیر روح البیان جلد ا ص۳۳۳۔ رَافِعُكَ إِلَيَّ أَيْ إِلَى مَحَلِّ كَرَامَتِيْ وَمَقَرِّ مَلَائِكَتِيْ وَجَعَلَ ذٰلِكَ رَفْعًا۔ إِلَيْهِ لِلتَّعْظِيْمِ وَمِثْلُهُ قَوْلُهُ (إِنِّيْ ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّيْ)، وَإِنَّمَا ذَهَبَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْعِرَاقِ إِلَى الشَّامِ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا اپنی طرف رفع فرمانا صرف تعظیم کے لیے ہے جیسا کہ اس قول میں ہے إِنِّيْ ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّيْ۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف عراق سے شام کی طرف گئے تھے۔

لفظ رَفَعَ کے متعلق چیلنج

مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہے کہ قرآن مجید، احادیث، تفاسیر اور عرب کے محاورہ کے رو سے لفظ رَفَعَ جب بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے کسی انسان کی نسبت بولا جائے، تو اس کے معنی ہمیشہ ہی بلندیٔ درجات اور قربِ روحانی کے ہوتے ہیں۔ ہم نے غیر احمدی علماء کو بارہا یہ چیلنج دیا ہے کہ وہ کلامِ عرب سے ایک ہی مثال اس امر کی پیش کریں کہ لفظ رفع کا فاعل اللہ تعالیٰ مذکور ہو اور کوئی انسان اس کا مفعول ہو، اور رفع کے معنی جسم سمیت آسمان پر اُٹھا لینے کے ہوں، مگر آج تک اس کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکی اور نہ ہی آیندہ پیش کی جا سکے گی۔

غیر احمدی علماء کے مطالبہ کا جواب

ہمارے مندرجہ بالا چیلنج کا منہ چڑانے کے لئے مؤلف محمدیہ پاکٹ بک نے بھی اپنی پاکٹ بک کے ص۵۱۰ پر یہ لکھ کر اپنی جہالت کا مظاہرہ کیا ہے۔

"جب رَفَعَ يَرْفَعُ رَفْعًا فَهُوَ رَافِعٌ میں سے کوئی بولا جائے جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول جوہر ہو (عرض نہ ہو) اور صلہ إِلٰی مذکور ہو اور مجرور اس کا ضمیر ہو، اسم ظاہر نہ ہو اور وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو، وہاں سوائے آسمان پر اُٹھانے کے دوسرے معنی ہوتے ہی نہیں۔"

جوابؔ:۔ تم نے یہ من گھڑت قاعدہ کہاں سے اخذ کیا ہے۔

کیونکہ جس طرح تم نے رفع کے متعلق اپنے چیلنج میں ایک قاعدہ خود ہی بنا لیا ہے، اسی طرح ہم نے بھی بنا لیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم لفظ رفع کے متعلق چیلنج مندرجہ بالا میں جو شرائط درج کی ہیں وہ ہمارے خود ساختہ یا خود تراشیدہ نہیں بلکہ لغت عرب میں درج ہیں۔ چنانچہ لسان العرب میں لکھا ہے:۔

فِيْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَلرَّافِعُ هُوَ الَّذِيْ يَرْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْإِسْعَادِ وَأَوْلِيَاءَهُ

بِالتَّقْرِیْب۔"

کہ رافع اللہ تعالیٰ کا نام ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ مومنوں کا رفع ان معنوں میں کرتا ہے کہ انکو سعادت بخشتا ہے اور اپنے دوستوں کا رفع ان معنوں میں کرتا ہے کہ انکو اپنا مقرب بنالیتا ہے۔

گویا اللہ کے رفع کا فاعل اور انسان (مومن اولیاء) کے مفعول ہونے کی صورت میں لفظ رفع کے معنی بلندی درجات وحصول قرب الٰہی ہے۔ پس ہمارے چیلنج کی شرائط تو مندرجہ بالا حوالہ لغت پر مبنی ہیں۔ مگر تم بتاؤ کہ تم نے جو قاعدہ درج کیا ہے اس کی سند محاورۂ عرب میں کہاں ہے ؟

جواب ۲ :۔ تمہارے من گھڑت قاعدہ کی تغلیط کے لئے مندرجہ ذیل دو مثالیں کافی ہیں:۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ حَتّٰی اِذَا دَعَی اللّٰہُ نَبِیَّہٗ وَرَفَعَہٗ اِلَیْہِ (تفسیر صافی ص۱۱۳ زیر آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ) یعنی حتٰی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلالیا، اور ان کا اپنی طرف رفع کرلیا۔

۲۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ، حافظ عبدالبر کا مندرجہ ذیل قول آنحضرتؐ کی وفات کی نسبت نقل کرتے ہیں:۔

كَانَ الْحِكْمَةُ فِیْ بَعْثِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِدَایَۃَ الْخَلْقِ وَتَتْمِیْمَ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَتَکْمِیْلَ مَبَانِی الدِّیْنِ فَحِیْنَ حَصَلَ ھٰذَا الْاَمْرُ وَتَمَّ الْمَقْصُوْدُ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ (ماثبت بالسنۃ ص۹۲ ومطبع محمدی لاہور ص۲۹)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں حکمت محض یہ تھی کہ مخلوق کو ہدایت ہو اور اخلاق اور دین کی تکمیل ہو پس جب یہ مقصود حاصل ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی طرف رفع فرمالیا۔

ان ہر دو حوالجات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ جن میں اللہ فاعل ہے مفعول جوہر ہے عرض نہیں، صلہ بھی اِلٰی مذکور ہے اور مجرور اسم ظاہر نہیں بلکہ ہٗ کی ضمیر ہے اور یہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہے مگر یہاں معنی آسمان پر معہ جسم عنصری اُٹھائے جانے کے نہیں، بلکہ مستقر طور پر فوت ہوجانے کے معنی ہیں۔

(لفظ رفع کی دوسری مثالیں پہلے گزرچکی ہیں)۔

قرآن کریم اور لفظ اِلٰی

۱۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (الصّٰفّٰت : ۱۰۰)

۲۔ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ (العنکبوت : ۲۷)

۳۔ اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ (یونس : ۵ و الانعام : ۶۱)

۴۔ فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ (الذّٰریٰت : ۵۱)

۵- إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ - (البقرة :۱۵۶)

۶- إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ- (: ۲۹)

اس استدلال پر چند اعتراضات

اس آیت سے اگر حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر جانا مراد ہو سکتا ہے تو ماننا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر محدود ہے اور وہ بھی دوسرے آسمان پر حالانکہ محدودیتِ باری تعالیٰ محال ہے۔ پس عقیدہ حیاتِ مسیح بھی محال ہے۔

دوم:- کتبِ نحو میں اِلیٰ کے معنی لکھے ہیں کہ یہ انتہاء غایت کے لئے آتا ہے تو اب اگر آسمان پر جانے کے معنی درست ہوں تو ماننا پڑے گا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہلو بہ پہلو بیٹھے ہیں اور درمیان میں کچھ بھی فاصلہ نہیں۔ ورنہ پورے طور پر اِلیٰ کے معنی متحقق نہیں ہو سکتے پس ان معنوں پر ضد کرنا سراسر جہالت ہے۔

استدلال نمبر ۳

"كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا" (النساء ، ۱۵۹) خدا تعالیٰ نے خود اپنی طاقت اور قدرت کا ذکر کرکے بتادیا ہے کہ یہاں آسمان پر جانا ہی مراد ہے۔

جواب الف :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے موقعہ پر غارِ ثور میں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں سے بچایا تھا تو اس کا ذکر سورۃ التوبہ ، ۴۰ میں کرکے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ کیا اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمان پر اُٹھائے گئے تھے؟ یا زمین پر ہی رکھ کر خدا تعالیٰ نے حضورؐ کو محفوظ رکھا۔ اور اپنی قدرت کا ثبوت دیا۔

ب :- قدرت کسی چیز کو چھپانے میں نہیں بلکہ دشمن کے سامنے رکھ کر محفوظ رکھنے میں ہے۔ لہٰذا تمہارے اعتقاد کی رُو سے خدا تعالےٰ بزدل ٹھہرتا ہے۔ کیا زمین پر حضرت عیسیٰؑ کو رکھنے میں یہودیوں کا خوف تھا؟ (نعوذ باللہ)

حیاتِ مسیح کی دوسری دلیل

وَإِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا (الزخرف ، ۶۲) ترجمہ بقول غیر احمدیان :- حضرت عیسیٰؑ قیامت کی نشانی ہیں۔ پس تم اس میں مت شک کرو، بلکہ اس پر ایمان لاؤ۔

جواب ۱ :- اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰؑ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ اس کا مرجع قرآن کریم یا آنحضرت ماننے چاہئیں۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں زیر آیت ہذا لکھا ہے :-

قَالَ الْحَسَنُ وَجَمَاعَةٌ إِنَّهٗ يَعْنِيْ اَنَّ الْقُرْاٰنَ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کہ حضرت امام حسنؒ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع قرآن کریم ہے۔

پھر تفسیر جامع البیان میں بھی اس آیت وَإِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (الزخرف ، ۶۲) کے نیچے لکھا ہے کہ وَقِيْلَ الضَّمِيْرُ لِلْقُرْاٰنِ کہ بعض نے اس ضمیر کا مرجع قرآن کریم کو ٹھہرایا ہے۔

پھر تفسیر مجمع البیان میں اس آیت وَإِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (الزخرف : ۶۲) کے ماتحت لکھا ہے - وَقِيْلَ اِنَّ مَعْنَاهُ اَنَّ الْقُرْاٰنَ لَدَلِيْلٌ لِّلسَّاعَةِ لِاَنَّهٗ اٰخِرُ الْكُتُبِ کہ بعض نے اس کے یہ معنی کئے

المنجد 747

ہیں کہ قرآن کریم قیامت کی دلیل ہے کیونکہ وہ آخری کتاب ہے۔

اگر تمہاری بات ہی کو درست فرض کر لیا جائے تو اس صورت میں اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع ابنِ مریم مثلاً (یعنی مثیلِ مسیح) ماننا ہوگا۔

مَثَلٌ کے معنی لغت میں اَلشِّبْهُ وَ النَّظِیْرُ (المنجد) مانند اور نظیر کے ہیں یعنی مثیل۔

"وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ (الزخرف: ۵۸) کہ جب ابن مریمؑ کا مثیل بھیجا جائے گا تو خود آنحضرتؐ کی قوم کہلانے والے لوگ اس پر تالیاں بجائیں گے۔

نیز منتہی الادب فی لغات العرب میں بھی مَثَل کے معنے مانند اور ہمتا اور نظیر کے لکھے ہیں چنانچہ ہمارے بیان کردہ ان معنوں کی تائید شرح لشرح العقائد المسمّٰی بالنبراس (جو اہلِ سنت کے عقائد کی معتبر کتاب ہے) کے حاشیہ کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے:۔

قَالَ مُقَاتِلُ ابْنُ سُلَیْمَانَ وَ مَنْ تَابَعَهٗ مِنَ الْمُفَسِّرِیْنَ فِیْ تَفْسِیْرِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قَالَ هُوَ الْمَهْدِیُّ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَ بَعْدَ خُرُوْجِهٖ تَکُوْنُ اَمَارَاتُ السَّاعَةِ (شرح لشرح العقائد المسمّٰی بالنبراس صفحہ ۴۴۴ حاشیہ لحافظ محمد عبدالعزیز الفرهاروی ۱۳۱۳ھ) کہ مقاتل بن سلیمان اور اس کے ہم خیال مفسرین نے لکھا ہے کہ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ سے مراد مہدی ہے جس کی آمد کے بعد قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔

نوٹ:۔ تالیاں بجانے کی قرآنی پیشگوئی کو غیر احمدی قریباً ہر مناظرہ کے موقعہ پر پورا کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا التَّصْفِیْقُ لِلنِّسَآءِ (بخاری کتاب الصلوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۴۳ مصری و تجرید بخاری مترجم حدیث ۴۳۰) یعنی تالیاں بجانا صرف عورتوں کا کام ہے۔ (خادم)

غیر احمدی:۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۳۱۷ و دُرِّ منثور جلد ۲ صفحہ ۲۰ و فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۱۱ و ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۱۴۳ میں مروی ہے کہ اس آیت میں نزولِ مسیح قبل از قیامت مراد ہے۔ ایسا ہی ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۴۸ میں ہے۔ (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۳۴)

جواب:۔ دُرِّ منثور اور فتح البیان میں تو تمہاری پیش کردہ روایت کی سند درج نہیں ہے۔ البتہ ابن کثیر اور ابن جریر میں جس قدر سندات سے یہ تفسیر مروی ہے، وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ ابن کثیر میں یہ روایت دو طریقوں سے مروی ہے اور دونوں کا راوی عاصم بن ابی النجود ہے جو ضعیف ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے:۔

ثَبَتَ فِی الْقِرَاءَةِ وَ هُوَ فِی الْحَدِیْثِ دُوْنَ الثَّبْتِ ---- قَالَ یَحْیَی الْقَطَّانُ مَا وَجَدْتُ رَجُلًا اِسْمُهٗ عَاصِمٌ اِلَّا وَجَدْتُّهٗ رَدِیَّ الْحِفْظِ وَ قَالَ النَّسَائِیُّ لَیْسَ بِحَافِظٍ وَ قَالَ الدَّارُ قُطْنِیُّ فِیْ حِفْظِ عَاصِمٍ شَیْءٌ ---- وَ قَالَ ابْنُ خَرَاشٍ فِیْ حَدِیْثِهٖ نُکْرَةٌ ---- وَ قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ لَیْسَ مَحَلُّهٗ اَنْ یُّقَالَ ثِقَةٌ (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۵ مصنفہ علامہ ذہبی شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی) کہ یہ راوی قرآن مجید اچھا پڑھتا تھا

لیکن حدیث میں مضبوط راوی نہ تھا۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ عاصم نام کا میں نے کوئی راوی اچھے حافظ والا نہیں دیکھا۔ امام نسائیؒ نے بھی اس راوی کے متعلق کہا ہے کہ یہ اچھا راوی نہ تھا۔ ابن خراش نے کہا ہے کہ یہ منکر الحدیث تھا اور ابوحاتم نے کہا ہے کہ ثقہ نہ تھا۔

ابن جریر کے طریقوں میں سے پہلے تین میں تو یہی عاصم بن ابی النجود راوی ہے جو منکر الحدیث اور غیر ثقہ ہے۔ علاوہ ازیں پہلے طریقہ میں ابن عاصم کے علاوہ ایک راوی ابویحییٰ مصدع بھی ہے۔ جس کے متعلق لکھا ہے کہ وہ غیر ثقہ تھا۔ نیز لکھا ہے کہ:۔

قَدْ ذَكَرَهُ الْجَوْزَجَانِيُّ فِي الضُّعَفَاءِ۔۔۔۔ وَقَالَ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الضُّعَفَاءِ كَانَ يُخَالِفُ الْاَثْبَاتَ فِي الرِّوَايَاتِ وَيَنْفَرِدُ بِالْمَنَاكِيْرِ۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صـ۱۵۱) کہ یہ راوی ضعیف اور ناقابلِ اعتبار ہے۔ ابن جریر کے دوسرے طریقہ میں عاصم کے علاوہ ایک راوی غالب بن فائد ہے۔ اس کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:۔

قَالَ الْاَزْدِيُّ يَتَكَلَّمُوْنَ فِيْهِ وَقَالَ الْعُقَيْلِيُّ يُخَالَفُ فِيْ حَدِيْثِهٖ (میزان الاعتدال جلد ۲ صـ۲۹۸) کہ اس راوی کے ثقہ ہونے میں محدثین کو کلام ہے اور عقیلی نے کہا کہ اس کی حدیث کو قبول نہیں کیا جاتا۔

اس طرح حافظ ابن حجر نے لسان المیزان جلد ۲ صـ۲۹۹ پر عُقَیلی کا قول اس راوی کی نسبت نقل کیا ہے کہ صَاحِبُ وَهْمٍ کہ یہ وہمی آدمی تھا۔

اسی طرح ابن جریر کی چوتھی روایت کا ایک راوی فُضَیل بن مرزوق الرقاشی ہے جو شیعہ تھا اس کے متعلق ابوحاتم کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اس راوی کی روایت حجت نہیں اور قَالَ النَّسَائِيُّ ضَعِيْفٌ نیز ابن حبان نے اسے خطا کار اور ضعیف قرار دیا ہے۔ نیز ابن معین نے بھی اسے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ ۲۹۹ و ۳۰۰)

پس یہ ہے تمہاری پیش کردہ "تفسیر ابن عباسؓ" کی حقیقت باقی رہی تمہاری شبِ معراج میں انبیاء کی چار کونسل والی ابن ماجہ کی روایت سو اس کی حقیقت حیاتِ مسیح کی پندرہویں دلیل کے جواب میں دیکھو صـ۳۲۹

غیر احمدی:۔ حضرت مرزا صاحب نے اعجاز احمدی صـ۲۱ اور حمامۃ البشریٰ پہلا ایڈیشن کے صـ۹۰ پر اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع مسیحؑ کو مانا ہے۔ (محمدیہ پاکٹ بک صـ۵۳۵)

جواب ۱:۔ حضورؑ نے بھی اسی صورت میں مانا ہے جس صورت میں ہم نے ایسا ہی مان کر جواب نمبر ۲، ۴ میں اس کا مفہوم بیان کیا ہے۔ یعنی اس رنگ میں کہ اگر اِنَّهٗ کی ضمیر کا مرجع مسیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی اس سے حیاتِ مسیح ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس صورت میں اس سے مراد مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کی یا ہلاکت بنی اسرائیل کی پیشگوئی لی جائے گی۔

جواب ۲:۔ علم کے معنی ہیں جاننا۔ یہ مصدر ہے اور مصدر کبھی کبھی مبالغہ کے لئے بھی آجاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں زَيْدٌ عَدْلٌ۔ زید بہت عادل ہے۔ اس طرح بیان ہے کہ مسیح قیامت کا

اچھی طرح جاننے والا تھا، یعنی اس کو یقین تھا کہ قیامت ہوگی اور وہاں وہ اپنے دشمنوں کو پابہ زنجیر دیکھے گا۔ اس میں یہود پر بھی ایک حجت ہے۔ کیونکہ ان کا ایک گروہ منکر قیامت تھا، یا وہ یہود نامسعود کی ہلاکت کے وقت کو جانتا تھا۔

اگر "نشانی" بھی تسلیم کیا جائے تو ساعت سے مراد قیامت کبریٰ تو ہو نہیں سکتی — جیساکہ جواب نمبر ا میں گزر چکا ہے ان یہود کی ہلاکت کی گھڑی مراد ہو سکتی ہے اور مطلب یہ بن جائے گا کہ عیسیٰ بن مریم کا بے باپ پیدا ہونا یا مبعوث ہونا اس بات کا بدیہی نشان تھا کہ سب بنی اسرائیل گندے ہو چکے ہیں اور ان کی ہلاکت دروازے پر کھڑی ہے۔

جواب :- ساعت سے مراد ہلاکت بنی اسرائیل کی گھڑی بھی ہو سکتی ہے۔

جواب :- اگر فی الواقعہ یہ معنی درست ہوتے جو ہمارے دوست کرتے ہیں، تو اگلے حصہ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا (الزخرف : ۶۲) کا لانا لغو بن جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بات معقولیت سے بعید ہے کہ ابھی وہ نشانی آئی بھی نہیں مگر خدا تعالیٰ آنحضرتؐ کے منکروں کو فرماتا ہے کہ تم اس میں شک نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ جب ابھی نشانی نے ایک نامعلوم مدت کے بعد آنا ہے تو ان کو شک سے ابھی کس بنا پر روکا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ اس جگہ مسیح قیامت کی نشانی ہونے کا تذکرہ نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کو قیامت کی نشانی ٹھہرایا گیا ہے ورنہ یہ حصہ بے معنی بنتا۔

جواب :- فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا۔ کے بعد ہے وَاتَّبِعُوْنِ کہ میری پیروی کرو۔ اگر قیامت کی نشانی مسیح تھے، تو اس کی مناسبت میں یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ تم اس کی پیروی کرنا۔ یہ کہنے کے کیا معنی کہ میری اتباع کرو۔ اس میں یہ کہہ کر کہ میری پیروی کرو، صاف بتا دیا کہ کوئی مسیح ناصری نہ آئے گا بلکہ تم اے مسلمانو! خود مسیح بنو اور اس کا طریق یہ ہے کہ تم میری اتباع کرو۔

لطیفہ :- یہ متنازعہ فیہا آیت سورۃ زخرف کی ہے جس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ مسیح چونکہ علم للساعۃ ہیں اس لئے وہ ضرور قیامت سے پیشتر تشریف لائیں گے لیکن اگر مسیح کو علم للساعۃ مان بھی لیا جاوے تب بھی آپ اُمتِ محمدیہ میں نہیں آسکتے۔ کیونکہ اس سورۃ کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے۔ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (الزخرف : ۸۶) کہ وہ علم الساعۃ جسے تم دوبارہ زمین پر اتار رہے ہو وہ اب اللہ کے پاس بیٹھا ہے وہ تو تمہارے پاس ہرگز نہ آئے گا ہاں تم ہی اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے پس اس کی انتظار فضول ترک کردو۔

حیاتِ مسیح کی تیسری دلیل

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (النساء : ۱۶۰) ترجمہ :- اور کوئی اہل کتاب (یہودی) نہیں مگر وہ حضرت عیسیٰؑ پر ضرور ایمان لائے گا اس کی موت سے پیشتر یعنی حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے سب یہود ایمان لائیں گے۔ چونکہ فی زمانہٖ وہ سب ایمان نہیں لا رہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ آپ اسی جسم کے ساتھ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور آخری زمانہ میں تشریف لا کر کفار سے منوائیں گے۔

جواب :- غیر احمدیوں کا مندرجہ بالا استدلال بہ ایں وجوہ باطل ہے۔

وجہ اوّل :- یہ وہ ایمان ہے جس میں اہل کتاب کا ہر فرد شامل ہے کیونکہ لفظ اِنْ مِنْ حصر کیلئے آتے ہیں اور جو ایمان غیر احمدی مراد لیتے ہیں وہ ہزارہا مرنے والے اہل کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ پس اگر یہ معنی ہیں تو اللہ تعالےٰ ضرور ان سب اہل کتاب کو حضرت عیسٰیؑ کی آمد ثانی تک زندہ رکھتا تا وہ ایمان لے آویں اور خدا کا فرمودہ سچ ثابت ہو لیکن جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ معنی ہی غلط ہیں۔

اس جگہ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ سب یہودی ایمان لائیں گے جو اس وقت موجود ہوں گے۔ تو اوّل تو اس آیت میں اس کا ذکر نہیں۔ دوئم احادیث میں صاف لکھا ہے کہ اصفہان کے ۷۰ ہزار یہود دجّال کے ساتھ ہوں گے جو مارے جائیں گے اور کنز العمال کتاب القیامۃ من قسم الاوّل الفصل الثالث فِیْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ جلد ۷ ص ۱۷۴ مصری۔ مطبوعہ حیدر آباد جلد ۷ ص ۱۲۷ پر لکھا ہے کہ ۱۲ ہزار یہودی عورتیں حضرت مسیح کا اتباع کریں گی۔ پس یہ معنی بھی غلط ہیں۔

وجہ دوئم :- یہ معنی اس لئے غلط ہیں کہ آگے پیچھے اس کے سب یہود کی بدیاں بھری ہوئی ہیں۔ اور جو ان میں سے نیک ہیں ان کی نیکیوں کا ذکر لٰکِنِ الرَّاسِخُوْنَ (النساء: ۱۶۳) سے شروع ہوتا ہے۔ تو اب یہ طریق حکمت کے خلاف ہے کہ ایسی عظیم الشان نیکی کے بعد بھی ان کی بدیاں مذکور ہوں اور معاف نہ کی جائیں۔ پھر جس طرح یہ بات حکمت کے برخلاف ہے اسی طرح یہ قرآن کریم کے طرزِ بیان کے بھی برعکس ہے۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ معنی ہی غلط ہیں۔

وجہ سوم :- اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (النساء: ۸۳) کہ اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اتنی بڑی کتاب میں ضرور کوئی اختلاف (قوانین قدرت کے مضامین وغیرہ میں) ہوتا۔ ایسا نہ ہونے کو اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم کی صداقت پر دلیل بیان فرمایا ہے، لیکن اگر غیر احمدیوں کے معنی صحیح تسلیم کئے جائیں تو قرآن کریم میں اختلاف پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے ماقبل فرمایا ہے "فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا" (النساء: ۴۷) کہ یہ تھوڑا مانیں گے بلکہ مانیں گے ہی نہیں، لیکن یہاں کہدیا کہ سب ایمان لے آئیں گے" (بقول غیر احمدی صاحبان)۔

وجہ چہارم :- خدا تعالیٰ حضرت عیسٰیؑ کو فرماتا ہے۔ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (آل عمران: ۵۶) کہ میں تیرے متبعین کو یہود پر قیامت تک غلبہ دوں گا۔ اور پھر فرماتا ہے وَاَغْرَیْنَا بَیْنَہُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (المائدۃ: ۱۵) کہ ہم نے ان میں قیامت تک بغض اور عداوت ڈال دی ہے اور پھر المائدۃ: ۶۵ میں ہے وَاَلْقَیْنَا بَیْنَہُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ .... اب ذرا سوچو کہ اگر سب اہل کتاب ایمان لے آئیں اور سب یہودی حضرت عیسٰیؑ کے متبع ہو جائیں تو پھر ان پر تا قیامت غلبہ کیونکر؟ اور ان میں بغض و عداوت کیسی؟ پس ماننا پڑے گا کہ یہ معنی ہی غلط ہیں۔

وجہ پنجم :- مَوْتِہٖ میں ہ کی ضمیر کی بجائے دوسری قرأت میں ھُمْ کا لفظ آیا ہے جو جمع ہے اور جس سے صرف اہلِ کتاب ہی مراد لیے جا سکتے ہیں ھُمْ کے لیے دیکھیں عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ قَالَ ھِیَ فِیْ قِرَاۃِ اُبَیٍّ قَبْلَ مَوْتِھِمْ۔ (ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۵) یعنی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابی بن کعبؓ کی قرأت میں مَوْتِہٖ کی جگہ مَوْتِھِمْ آیا ہے۔

قَبْلَ مَوْتِھِمْ کے راوی

غیر احمدی :- قَبْلَ مَوْتِھِمْ والی قرأت جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کذب محض ہے اس میں دو راوی خصیف اور عتاب بن بشیر مجروح ہیں۔ (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۳۰ بار دوم)

جواب ۱- ابن جریر نے ابن عباس سے پانچ روایات قَبْلَ مَوْتِھِمْ والی قرأت کی نقل کی ہیں جن میں سے چار روایات ایسی ہیں جن میں یہ دونوں راوی نہیں ہیں۔ پس دوسری روایات تو تمہارے نزدیک بھی قابلِ اعتراض نہ ٹھہریں۔ تو ابن عباس سے مَوْتِھِمْ والی قرأت تو ثابت ہو گئی۔ اعتراض کیا رہا؟

۲- باقی رہی پانچویں روایت جس کے راوی خصیف اور عتاب بن بشیر ہیں تو یہ روایت بھی درست ہے خصیف بن عبدالرحمٰن کے متعلق لکھا ہے :-

قَالَ ابْنُ مُعِیْنٍ لَیْسَ بِہٖ بَأْسٌ وَقَالَ مَرَّۃً ثِقَۃٌ .... قَالَ ابْنُ سَعْدٍ کَانَ ثِقَۃً ...... قَالَ السَّاجِیُّ صَدُوْقٌ (تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۱۴۳ و صفحہ ۱۴۴) کہ خصیف ثقہ راوی تھا۔ جن لوگوں نے خصیف پر اعتراض کیا ہے ان کے نزدیک وہ روایت جو خصیف سے عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن روایت کرے وہ ناقابلِ اعتبار ہوتی ہے کیونکہ لکھا ہے وَالْبَلَاءُ مِنْ عَبْدِالْعَزِیْزِ لَا مِنْ خَصِیْفٍ (ایضاً) یعنی نقص عبدالعزیز میں ہے نہ کہ خصیف میں۔ لیکن روایت متنازعہ میں عبدالعزیز راوی نہیں ہے۔

اس طرح اس روایت کا دوسرا راوی عتاب بن بشیر بھی قابلِ اعتبار اور ثقہ ہے، جیسا کہ لکھا ہے :-

قَالَ عُثْمَانُ الدَّارِمِیُّ عَنْ اَبِیْ مَعِیْنٍ ثِقَۃٌ .... ذَکَرَہُ ابْنُ حِبَّانَ فِی الثِّقَاتِ ...... قَالَ الْحَاکِمُ عَنِ الدَّارَقُطْنِیِّ ثِقَۃٌ (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۹۱) یعنی عتاب بن بشیر کو ابن معین اور ابن حبان اور دارقطنی نے ثقہ قرار دیا ہے۔

غیر احمدی :- ابن جریر میں ابن عباسؓ کا قول قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی سعید بن جبیر کے طریق سے باسنادِ صحیح درج ہے۔ بحوالہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۳۰)۔

جواب ۱- ابن جریر میں سعید بن جبیر کے طریق سے صرف دو روایات درج ہیں۔ پہلی روایت محمد بن بشار نے ابن مہدی عبدالرحمٰن سے اور اس نے سفیان سے اور اس نے ابی حصین سے اور اس نے

سعید بن جبیر سے۔ سو یہ روایت ضعیف ہے۔ کیونکہ لکھا ہے:۔

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَيَّارٍ سَمِعْتُ عَمْرَو ابْنَ عَلِيٍّ يَحْلِفُ اَنَّ بُنْدَارًا يَكْذِبُ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ يَحْيٰى ---- قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَلِيِّ ابْنِ الْمَدِيْنِيِّ سَمِعْتُ اَبِيْ وَسَئَلْتُهٗ عَنْ حَدِيْثٍ رَوَاهُ بُنْدَارٌ عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ ---- فَقَالَ هٰذَا كَذِبٌ ...... فَرَاَيْتُ يَحْيٰى لَا يَعْبَاُ بِهٖ وَيَسْتَضْعِفُهٗ قَالَ وَرَاَيْتُ الْقَوَارِيْرِيَّ لَا يَرْضَاهُ بِهٖ (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ) کہ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ عمرو بن علی نے حلف اُٹھا کر کہا کہ محمد بن بشار بندار جھوٹ بولتا تھا، ان روایات میں جو اس نے یحیٰی سے روایت کی ہیں۔ اسی طرح سے علی بن المدینی سے محمد بن بشار کی ایک روایت جو ابن مہدی سے لی ہے پوچھی گئی تو انہوں نے اس روایت کو کذب محض قرار دیا۔ اس طرح یحیٰی بن معین محمد بن بشار کو اچھا نہیں سمجھتے تھے (اس کی پرواہ کرتے تھے) بلکہ اسے ضعیف قرار دیتے تھے۔ اسی طرح قواریری بھی اسے پسند نہ کرتا تھا۔

یہ تو حال ہے پہلی روایت کا۔ (یاد رہے کہ یہ روایت بھی محمد بن بشار نے ابن مہدی سے روایت کی ہے)۔ دوسری روایت کا ایک راوی ابیّ بن العباس بن سہل الانصاری ہے جس کے متعلق لکھا ہے:

قَالَ اَبُوْ بِشْرِ الدُّوْلَابِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ قُلْتُ وَقَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ ضَعِيْفٌ وَقَالَ اَحْمَدُ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ۔ وَقَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ الْعُقَيْلِيُّ لَهٗ اَحَادِيْثُ لَا يُتَابَعُ عَلٰى شَيْءٍ مِنْهَا ..... قَالَ الْبُخَارِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ (تہذیب التہذیب جلد ا صفحہ ۱۸۶) کہ ابو بشر الدولابی نے کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ نہیں۔ ابن معین نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک منکر الحدیث تھا اور نسائی نے بھی غیر قوی قرار دیا ہے۔ عقیلی نے لکھا ہے کہ اس راوی کی حدیث قابل اتباع نہیں ہوتی۔ امام بخاری کے نزدیک بھی یہ راوی قوی نہیں ہے۔

ابن جریر میں قَبْلَ مَوْتِ عِيْسٰى والی روایت ابن عباسؓ سے صرف ایک ہی روایت ہے، اگرچہ وہ سعید بن جبیر کے طریق سے تو نہیں لیکن پھر بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں بھی یہی ابی ابن العباس راوی ہے جو ضعیف ہے۔

پھر لکھا ہے وَتَدُلُّ عَلَيْهِ قِرَاءَةُ اُبَيٍّ اِلَّا لَيُؤْمِنُنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ بِضَمِّ النُّوْنِ عَلٰى مَعْنٰى وَاِنْ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا سَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ (تفسیر کشاف جلد ا صفحہ ۲۹۶) یعنی ان معنوں پر حضرت ابی بن کعب کی یہ قرأت دلالت کرتی ہے اِلَّا لَيُؤْمِنُنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوگا جو اپنی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے۔

حضرت ابی ابن کعب کی قرأت کی اہمیت بخاری کی اس حدیث سے ظاہر ہے سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَمَعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ (بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بن کعبؓ

جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ مصری) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سالمؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابی ابن کعبؓ سے سیکھو۔

اب متقی مومن کا فرض ہے کہ وہ دونوں قرأتوں کو مدِ نظر رکھ کر معنے کرے اور وہ یہی ہونگے کہ یہود کا ہر فرد اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے پر ایمان لائیگا اور لاتا ہے ورنہ وہ یہودیت کو ترک کر کے صداقتِ عیسیٰؑ کا قائل ہوجائیگا جو باطل ہے۔

وجہ ششم:۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَبْلَ مَوْتِ عِيْسٰى وَعَنْهُ اَيْضًا قَالَ قَبْلَ مَوْتِ الْيَهُوْدِيِّ ...... وَقِيْلَ الضَّمِيْرُ الْاَوَّلُ لِلّٰهِ وَقِيْلَ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بِهٖ عِكْرَمَةُؓ۔ (فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۴۳) کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ کی موت سے پہلے اور انہی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہودی کی موت سے پہلے ۔۔۔۔ اور کہا گیا ہے کہ پہلی ضمیر اللہ کی طرف پھرتی ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کی طرف پھرتی ہے اور حضرت عکرمہؓ کا بھی یہی مذہب ہے۔

اس آیت میں دو ضمیریں ہیں، ایک بہٖ اور دوسری بھٖ۔ اِن دونوں ضمیروں کے مرجع کی تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ پہلی ضمیر کا مرجع عیسیٰؑ، اللہ، نبیؐ اور قرآن بتلاتے ہیں اور دوسری ضمیر کا مرجع عیسیٰؑ اور کتابی بتاتے ہیں۔ پس یہ دلیل غیر احمدیوں کی تب صحیح ہوسکتی ہے کہ تعیین مرجع میں مسیح پر اتفاق ہوتا، لیکن ایسا نہیں۔ پس اس قرأت کے ہوتے ہوئے بھی غیر احمدیوں کے بیان کردہ معنی درست نہیں ہوسکتے۔

وجہ ہفتم:۔ اس کے بعد فرمایا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النسآء: ۱۶۰) کہ وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا، یعنی ان کے خلاف گواہی دے گا اور اگر اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ وہ سب مان جائیں گے تو گواہی کیسی اور اس گواہی کی کیا ضرورت؟ کیونکہ گواہی کی ضرورت تو ہمیشہ انکار کے بعد ہوتی ہے۔ قیامت کے ساتھ گواہی کو مخصوص کرنا بتاتا ہے کہ مسیح دُنیا میں نہیں آئیگا۔ ورنہ کہنا چاہیئے تھا کہ وہ دُنیا میں آکر گواہی دے گا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے نون ثقیلہ کے معنی حال بھی کئے ہیں۔

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ (النسآء: ۷۳) کا ترجمہ "کوئی تم میں سے سستی کرتا ہے"۔

(تفسیر ثنائی سورۃ نساء ۷۳)

نوٹ:۔ بعض غیر احمدی کہا کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے جو اس آیت کا ترجمہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قَبْلَ مَوْتِهٖ سے مراد حضرت مسیحؑ کی وفات لیتے تھے، لیکن یہ صریحاً مغالطہ ہے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ مَوْتِهٖ کی ضمیر کا مرجع "کتابی" ہی لیتے تھے اور جو ترجمہ غیر احمدی "فصل الخطاب جلد ۲ صفحہ ۸" کے حوالے سے پیش کرتے ہیں، اس میں "اُس کی موت سے پہلے" کے الفاظ ہیں۔ یہ تصریح موجود نہیں ہے کہ اس سے مراد کتابی ہے یا حضرت مسیحؑ۔ ورنہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کا مذہب وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان

کیا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الخ (النساء: ۱۶۰) کا ترجمہ یہ ہے اور نہیں کوئی اہل کتاب مگر ضرور ایمان لائے گا ساتھ اس قتل کے قبل موت اپنی کے۔" (الحکم جلد ۵ نمبر ۳۳ - ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱ حاشیہ)۔

حضرت ابوہریرہؓ کا اجتہاد

بعض غیر احمدی علماء حضرت ابوہریرہؓ کا اجتہاد بخاری کے حوالے سے پیش کیا کرتے ہیں کہ انہوں نے نزولِ مسیح کی حدیث کو وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ والی آیت کے ساتھ منطبق کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت سے نزولِ مسیح ہی مراد ہے نہ کچھ اور۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہؓ کا اپنا اجتہاد ہے جو حجت نہیں کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ راوی تو اعلیٰ درجہ کے ہیں مگر مجتہد نہیں۔ ملاحظہ ہو :۔

ا۔ وَالْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنَ الرُّوَاۃِ ھُمُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَۃِ دُوْنَ الْاِجْتِھَادِ وَالْفَتْوٰی کَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ (اصول نظام الدین اسحاق بن ابراہیم الشاشی البحث الثانی۔ فصل فی اقسام الخبر والقسم الثانی من الرواۃ۔ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۷۵۔ و کتب خانہ رشیدیہ دہلی صفحہ ۷۵) کہ راویوں میں سے دوسری قسم کے راوی وہ ہیں جو حافظہ اور دیانتداری کے لحاظ سے تو مشہور ہیں مگر اجتہاد اور فتویٰ کے اعتبار سے قابلِ اعتبار نہیں، جیسے ابوہریرہؓ و انس بن مالک۔

ب۔ مولانا ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی تفسیر بنام تفسیرِ مظہری میں تحریر فرماتے ہیں :۔

تَاْوِیْلُ الْاٰیَۃِ بِاِرْجَاعِ الضَّمِیْرِ الثَّانِیْ اِلٰی عِیْسٰی مَمْنُوْعٌ اِنَّمَا ھُوَ زَعْمٌ مِّنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ لَیْسَ ذٰلِکَ فِیْ شَیْءٍ فِی الْاَحَادِیْثِ (تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ زیر آیت وان من اھل الکتب) یعنی آیت زیرِ بحث میں ضمیرِ ثانی (یعنی مَوْتِہٖ کی ضمیر کو) حضرت عیسیٰؑ کی طرف پھیر کر آیت کے معنی کرنا غلط ہے، جائز نہیں۔ یہ تو محض ابوہریرہؓ کا اپنا زعم ہے جو احادیث کے بالمقابل وقعت نہیں رکھتا کیونکہ حدیث سے ایسا ثابت نہیں ہوتا۔

پس اہلِ اصول اور محدثین کے نزدیک حضرت ابوہریرہؓ ثقہ راوی ہیں اور انکی روایت درست مگر ان کا اپنا خیال اور قول ہرگز حجت نہیں خصوصاً جبکہ قرآن مجید کی ۳۰ آیات، متعدد احادیث اور رہبرانِ اُمت کے بیسیوں اقوال اس کے خلاف ہوں۔ چنانچہ اسی بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ کا ایک اور اجتہاد درج ہے۔ آنحضرتؐ کی حدیث وَمَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُّوْلَدُ وَالشَّیْطَانُ یَمَسُّہٗ حِیْنَ یُوْلَدُ۔ (بخاری کتاب الانبیاء باب ۴۴ و مسلم کتاب الفضائل باب ۱۴۶) (کہ ہر بچہ کو بوقتِ پیدائش شیطان مس کرتا ہے بجز مریمؑ اور ابن مریمؑ کے، کہ وہ دونوں مسِ شیطان سے پاک ہیں) کے متعلق حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ آل عمران

جلد ۳ مطبع الازہر مصر) کہ آنحضرتؐ کی اس حدیث کے سمجھنے کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو کہ حضرت مریمؑ کی والدہ نے کہا کہ میں مریم اور اس کی ذریت کے لئے شیطان الرجیم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔ حالانکہ حضرت ابوہریرہؓ کا یہ اجتہاد قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ حضرت مریمؑ کی والدہ کی مندرجہ بالا دعا حضرت مریمؑ کی ولادت کے بعد کی ہے اور حدیث میں جس مسِ شیطان کی نفی ہے وہ وقتِ ولادت کی ہے پس جس طرح ابوہریرہؓ کا اس آیت کے متعلق اجتہاد مندرجہ بخاری غلط ہے اس طرح ان کا وَ اِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ (النساء ۱۶۰) والی آیت کے متعلق اجتہاد مندرجہ بخاری بھی غلط ہے اور ناقابلِ استناد۔

اگر ان کا یہ قول اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ (النساء : ۱۵۸) اس ضمیر کا مرجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ باوجود اس کے کہ خدا نے یہودیوں کے اس قول کی تردید پوری طرح کر دی ہے پھر بھی وہ اپنے اس قول پر ایمان رکھیں گے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا، ورنہ ان کا مذہب ہی درہم برہم ہو جاتا ہے مثلاً دیکھو اگر ایک یہودی حضرت عیسیٰؑ کو غیر مصلوب تسلیم کر لے تو پھر وہ آپ پر ایمان لائیگا اور اسی طرح اگر ایک عیسائی مصلوبیتِ مسیح کو چھوڑ دے تو پھر ان کے مذہب کا بھی کچھ نہیں رہتا اور کفارہ معہ دیگر اصولوں کے رخصت ہو جاتا ہے پس یہی معنی ہیں ان کے ایمان سے حقیقی اور قابلِ قبول ایمان مراد نہیں۔

حیاتِ مسیح کی چوتھی دلیل

مَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ (المائدۃ : ۱۸) کہ خدا کو کون روک سکتا ہے اگر وہ عیسیٰ بن مریم کو مارنے کا ارادہ کرے۔ ثابت ہوا ابھی تک خدا تعالیٰ نے ان کو مارنے کا ارادہ نہیں کیا۔

جواب :- اس کے آگے وَاُمَّہٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (المائدۃ : ۱۸) بھی پڑھو کہ اگر خدا چاہے عیسیٰؑ اور ان کی والدہ اور موجوداتِ ارضی کو ہلاک کرنا۔ تو کیا حضرت مریمؑ بھی زندہ ہیں اور کیا دُنیا کی کوئی چیز ہلاک نہیں ہوتی؟ حالانکہ کوئی سیکنڈ اور سیکنڈ کا کوئی حصہ نہیں گزرتا جب دُنیا میں کوئی جاندار نہیں مرتا۔

اصل مطلب یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو مسیحؑ، مریمؑ اور موجوداتِ ارضی کو جمیعاً (یکدم) ہلاک کر دیتا مگر خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ دُنیا کو ہلاک کرتا ہے۔ "اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا" (الانبیاء : ۴۵)

حیاتِ مسیح کی پانچویں دلیل

یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا (آل عمران : ۴۷) کہ عیسیٰؑ مہد اور چالیس سال کی عمر میں کلام کریں گے، انہوں نے مہد میں تو کلام کیا مگر ۳۳ سال کی عمر میں چونکہ آسمان پر اُٹھائے گئے اس لئے ابھی تک انہوں نے کہل کی عمر میں کلام نہیں کیا۔ لہٰذا آسمان سے واپس آکر وہ کہل میں بھی کلام کریں گے۔

جواب ۱: کَھْل کے معنی لغت سے ۳۰ سے ۴۰ سال کی عمر کے (مجمع البحار جلد ۴ صفحہ ۲۲۶ زیر لفظ کَھَلَ) بقول تمہارے جب وہ ۳۳ سال کی عمر میں اُٹھائے گئے تو تین سال انہوں نے کہل میں بھی

کلام کرلیا۔ واپس لانے کی کیا ضرورت ہے۔
۲۔ ہم تو احادیثِ صحیحہ کی بنا۔ پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ۱۲۰ سال تک زندہ رہے، لہٰذا ان کا کہل کی عمر میں بھی کلام کرنا ثابت ہوگیا۔

حیاتِ مسیح کی چھٹی دلیل

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران: ۴۹) الکتاب اور الحِكْمَة سے قرآن میں ہر جگہ قرآن اور حدیث مراد ہے۔ ثابت ہوا کہ خداتعالیٰ عیسیٰؑ کو قرآن و حدیث سکھائے گا۔ آمدِ ثانی ثابت۔

جواب:۔ یہ قاعدہ ہی غلط ہے، قرآن کریم میں ہے فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (النسآء: ۵۵) لہٰذا یہ تمہارا خود ساختہ قاعدہ غلط ہے۔
حضرت امام فخر الدین رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
اَلْمُرَادُ مِنَ الْكِتٰبِ تَعْلِيْمُ الْخَطِّ وَالْكِتَابَةِ ثُمَّ الْمُرَادُ مِنَ الْحِكْمَةِ تَعْلِيْمُ الْعُلُوْمِ وَتَهْذِيْبُ الْاَخْلَاقِ (تفسیر کبیر جلد ۲، ص۴۲) یعنی (تمہاری پیش کردہ آیت میں) کتاب سے مراد خط و کتابت (یعنی لکھنا پڑھنا) اور حکمت سے مراد علوم رُوحانی و اخلاق ہیں۔

حیاتِ مسیح کی ساتویں دلیل

اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ (المائدۃ: ۱۱۱) یعنی اے عیسیٰؑ جب میں نے بنی اسرائیل کا ہاتھ تجھ سے روک لیا، اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں کے ہاتھ لگے ہی نہیں۔ اگر یہ مانا جائے کہ وہ صلیب پر لٹکائے گئے اور ان کے ہاتھوں سے خون بہا، اور پھر اس قدر مصیبتیں جھیلنے کے بعد صلیب پر سے زندہ اُتارے گئے تو اس سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔

جواب:۔ کَفَّ، عَنْ کا جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ (المائدۃ: ۱۲) کہ اے مسلمانو! تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ قوم (کافرین) نے تمہاری طرف اپنے ہاتھ دراز کرنے کا ارادہ کیا تھا، پس خدا نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔
کیا جنگوں کے موقعہ پر کبھی کوئی مسلمان زخمی یا شہید نہیں ہوتا تھا، پس درحقیقت کفِ ید سے مراد حقیقی فتح سے کافروں کو روکنا ہے، یعنی یہ کہ کافر مسلمانوں پر حقیقی فتح نہیں پا سکتے۔

حیاتِ مسیح کی آٹھویں دلیل

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آل عمران: ۵۵) کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کو کافروں سے پاک کروں گا یعنی کامل طور پر یہودیوں کے ہاتھوں سے بچاؤں گا۔ اگر احمدیوں کا مذہب مانا جائے کہ حضرت عیسےٰؑ صلیب پر لٹکائے گئے مگر زندہ اُتر آئے، تو اس سے اس وعدہ کی تکذیب ہوتی ہے۔
جواب:۔ تَطْهِيْر سے مراد اس آیت میں کافروں کے الزامات سے بری کرنا ہے نہ کہ انکے ہاتھوں

سے زخمی ہونے سے بچاتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب: ۳۴) کہ اے اہل بیت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو دور کرے اور تم کو اچھی طرح پاک کرے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ ازواج نبوی کے علاوہ حضرت امام حسینؓ بھی اہل بیت میں سے ہیں۔ انکی بھی تطہیر ہوئی؟ کیا انکو یزیدیوں کے ہاتھ سے جسمانی طور پر کوئی گزند نہیں پہنچا۔ پس حضرت عیسیٰؑ کے لئے تطہیر کے اور معنے لینا خلاف اسلوب قرآن ہے۔

حیاتِ مسیح کی نویں دلیل

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ (النساء: ۱۷۳) کہ مسیح خدا کی عبادت سے انکار نہیں کرے گا۔

جواب:۔ ہاں بیشک حضرت مسیحؑ نے خدا تعالیٰ کا عَبْد ہونے سے نہ کبھی پہلے انکار کیا اور نہ خدا کی عبادت کرنے اور کرانے سے قیامت کے دن منکر ہوں گے۔ چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (المائدۃ: ۱۱۷) کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت مسیح سے پوچھیگا کہ کیا آپ نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنا کر ہماری عبادت کیا کرو؟ تو مسیح اس کے جواب میں کہیں گے۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ (المائدۃ: ۱۱۸) کہ میں نے ان سے وہی کچھ کہا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا، یعنی یہ کہ تم بھی اسی اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ غرضیکہ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ والی آیت میں جس عدم انکار از عبادت کا ذکر ہے وہ قیامت کے دن ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید نے دوسری جگہ خود اس کا ذکر بالتفصیل کر دیا ہے یعنی سورۃ مائدہ آخری رکوع میں جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔

لطیفہ

مصنف محمدیہ پاکٹ بک نے حیاتِ مسیحؑ کی نویں دلیل یہ لکھی ہے: "قرآن مجید میں جہاں کہیں کسی شخص کو مقرب فرمایا ہے۔ سب جگہ مذکور ساکنین آسمان ہیں چنانچہ سورۃ واقعہ میں جنتیوں کے حق میں لفظ مقرب وارد ہے اور قرآن و حدیث سے ظاہر ہے کہ جنت آسمان پر ہے، دوسرے موقعہ پر حضرت مسیح کے وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ "آیا ہے۔ مطلب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر ہیں"

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۵۴۰ بار دوم)

احمدی:۔ جنت زمین پر ہو یا آسمان پر لیکن ہم یہ ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ فی الواقعہ "جنتیوں" میں سے ہیں۔ کیونکہ بقول تمہارے لفظ مقرب جہاں کہیں قرآن مجید میں آیا ہے وہاں اس سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا جنتی۔ حضرت مسیح فرشتے تو نہیں لہذا جنتی ضرور ہیں۔ بہرحال انکی وفات ثابت ہے کیونکہ جنت کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ۔ (الحجر: ۴۹)

۲۔ باقی تمہارا یہ لکھنا کہ "قرآن مجید میں مقرب کا لفظ صرف ساکنین آسمان کے لئے آیا ہے" تمہاری قرآن دانی کی دلیل ہے۔ سورہ اعراف اور سورہ شعراء میں فرعون کے جادوگروں کی نسبت لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (الاعراف: ۱۱۵ و الشعراء: ۴۲) کا لفظ آیا ہے۔ تمہارے نزدیک کیا فرعون کا دربار "آسمان" پر منعقد ہوتا تھا۔

۳۔ ذرا یہ بھی بتا دینا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تمہارے نزدیک اپنی وفات تک اللہ تعالیٰ کے مُقرب تھے یا نہیں؟

۴۔ حضرت مسیحؑ کے لیے جہاں مقرب کا لفظ آیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (آل عمران: ۴۶) کہ وہ دُنیا میں بھی وجیہہ ہوگا اور آخرت میں بھی وجیہہ اور مقرب ہوگا۔ پس حضرت مسیح کا مقرب ہونا اَلْاٰخِرَةِ کے بعد ہے نہ کہ پہلے۔ لہٰذا اگر تمہارا خود ساختہ قاعدہ مان بھی لیا جائے تب بھی حضرت مسیحؑ کی وفات ہی اس سے ثابت ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کس طرح تم نے اسے حیاتِ مسیحؑ کی دلیل ٹھیرا لیا ہے؟

غیر احمدی:۔ حضرت مسیحؑ کا صلیب پر لٹکایا جانا ان کے "وجیہہ" ہونے کے منافی ہے۔

جواب:۔ جی نہیں! صلیب پر اپنے دشمنوں کے ہاتھوں مارے جانا بے شک وجاہت کے خلاف تھا۔ کیونکہ عہد نامہ قدیم میں صلیب پر مارے جانے والے کو لعنتی کہا گیا ہے نہ کہ صلیب پر لٹکائے جانے والے کو۔ پس مسیح کا محض صلیب پر لٹکنا اور زخمی ہونا ان کے وجیہہ ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ آنحضرتؐ کا دانت مبارک جنگِ اُحد میں شہید ہوگیا۔ حضورؐ دشمنوں کے ہاتھوں زخمی ہو کر بے ہوش ہوگئے۔ لیکن کیا تمہارے نزدیک حضورؐ وجیہہ نہ تھے؟

حیاتِ مسیحؑ کی دسویں دلیل

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم جلد ۱ ص۴۹۵ و جلد ۲ ص۲۳۶ مصری) کہ اے مسلمانو! تمہاری کیسی خوش قسمتی ہوگی کہ جب تم میں ابن مریم نزول فرما ہوں گے۔

جواب:۔ اس حدیث میں مِنَ السَّمَآءِ کا لفظ تو آیا نہیں۔ ہاں دو لفظ ہیں جن سے ہمارے ملاّؤں کو مغالطہ لگا ہے۔ ایک نَزَلَ اور ایک ابن مریم۔ نزول کے متعلق یاد رہے کہ اس کے لئے آسمان سے اُترنا ضروری نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

لفظ نُزُول قرآن میں

۱۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ (الطلاق: ۱۱، ۱۲) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف محمد رسول اللہؐ کو نازل فرمایا ہے جو تم پر اللہ کی نشانیاں پڑھتا ہے۔ کیا آپؐ آسمان سے آئے تھے؟

۲۔ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ (الزمر: ۷) اللہ نے تمہارے واسطے جانور نازل کئے۔

۳- اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (الحدید : ۲۶) ہم نے لوہا نازل کیا۔

۴- وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر : ۲۲)
اور کوئی چیز بھی نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور نہیں اُتارتے ہم اس کو مگر ایک مقررہ اندازہ پر۔

۵- قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا (الاعراف : ۲۷) ہم نے لباس نازل کیا۔

لفظ نُزُول اور احادیث

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ (کنز العمال ص۵۹ جلد ۷) آنحضرتؐ ایک درخت کے نیچے اُترے۔

۲- كَانَ اِذَا نَزَلَ مَنْزِلًا فِيْ سَفَرٍ لَمْ يَرْتَحِلْ حَتّٰى يُصَلِّيَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔ (کنز العمال جلد ۴ ص۱۹ کتاب شمائل من قسم الاقوال والافعال باب آداب السفر حدیث ۲۴۳) آنحضرتؐ سفر میں مقام کرنے کے بعد دو رکعتیں پڑھ کے کوچ کرتے تھے۔

۳- لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۸ ص۹۶۵) جب آنحضرتؐ حجر کی زمین میں اترے۔

اُمّتِ محمّدیہ کے لئے نُزُول کا لفظ

لَتَنْزِلَنَّ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ اَرْضًا يُقَالُ لَهَا الْبَصْرَةُ (کنز العمال جلد ۷ ص۱۸۰ کتاب القیامۃ من قسم الاقوال (الاکمال) حدیث ۲۰۱۲) میری اُمّت کا ایک گروہ ایک ایسی زمین میں اُترے گا جس کا نام بصرہ ہوگا۔

دجّال کیلئے نُزُول کا لفظ

يَأْتِي الْمَسِيْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَهِمَّتُهُ الْمَدِيْنَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ دُبُرَ اُحُدٍ (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب علامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال۔ کنز العمال جلد ۷ ص۲۵۰) فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ (بخاری کتاب الفتن باب لا یدخل الدجال المدینۃ جلد ۴ ص۲۴ مصری۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن باب علامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال)۔

ترجمہ: کہ مسیح دجال مشرق کی طرف سے مدینہ کا قصد کر کے آئے گا۔ یہاں تک کہ اُحد کی پیٹھ کی طرف اُترے گا (۲) مدینہ کی ایک شور زمین میں اُترے گا۔

پس لفظ نزول سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے کہ ضرور حضرت مسیحؑ آسمان سے ہی آویں۔

بیہقی کا مِنَ السَّمَآءِ

نوٹ:- اس جگہ بعض جاہل امام بیہقی ۳۲۸ھ کی کتاب الاسماء والصفات ص۳۰۱ سے یہ حدیث پیش کر دیا کرتے ہیں۔ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَآءِ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

اوّل :- یاد رہے کہ امام موصوف اس کے بعد لکھتے ہیں۔ رَوَاہُ الْبُخَارِيُّ فِي الصَّحِيْحِ عَنْ يَحْيٰى بْنِ بُكَيْرٍ وَ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَمِنْ وَجْهٍ اٰخَرَ عَنْ يُوْنُسَ وَ اِنَّمَا اَرَادَ نُزُوْلَهٗ مِنَ السَّمَاءِ بَعْدَ الرَّفْعِ اِلَيْهِ۔ ص۳۰۱ کہ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے ایک اور وجہ سے یونس سے لیا ہے اور اس نے ارادہ نزول مِنَ السَّماء کا ہی کیا ہے۔

امام کہتا ہے رواہ البخاری۔ بخاری میں راوی اور الفاظ سب موجود ہیں مگر من السماء نہیں ہے پس معلوم ہوا یہ حدیث کا حصہ نہیں۔

دوم :- اس روایت کا ایک راوی ابوبکر محمد بن اسحاق بن محمد الناقد ہے جس کے متعلق لکھا ہے ، كَانَ يَدَّعِي الْحِفْظَ وَفِيْهِ بَعْضُ التَّسَاهُلِ۔ (لسان المیزان حرف المیم۔ ابن حجر جلد ۵ ص۶۹) کہ اس راوی میں تساہل پایا جاتا ہے۔ پس من السماء کے الفاظ کا اضافہ بھی اس راوی کا تساہل ہے اصل حدیث کے الفاظ نہیں۔ اس طرح اس روایت کا ایک اور راوی احمد بن ابراہیم بھی ضعیف ہے۔ دیکھو لسان المیزان جلد ا۔ پس مِنَ السماء حجت نہیں۔

علاوہ ازیں اس روایت کا راوی یحیٰی بن عبداللہ ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ ..... لَا يُحْتَجُّ بِهٖ ..... وَ قَالَ النَّسَائِيُّ ضَعِيْفٌ ..... لَيْسَ بِثِقَةٍ قَالَ يَحْيٰى ..... لَيْسَ بِشَيْءٍ (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص۲۳۷ و میزان الاعتدال جلد ۲ ص۵۹۵ مطبع انوار محمدی) اس طرح اس روایت کا ایک اور راوی یونس بن یزید بھی ضعیف ہے۔ یہ روایت یونس بن یزید نے ابن الشہاب الزہری سے روایت کی ہے اور اس کے متعلق لکھا ہے کہ قَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ الدِّمَشْقِيُّ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَحْمَدَ ابْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ فِيْ حَدِيْثِ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ مُنْكَرَاتٌ ... قَالَ ابْنُ سَعْدٍ ..... لَيْسَ بِحُجَّةٍ ..... كَانَ سَيِّءَ الْحِفْظِ (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص۴۵۰-۴۵۲) کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ یونس کی اُن روایات میں جو زُہری سے اس نے روایت کی ہیں منکرات ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یونس قابلِ حجت نہیں ہے اور وکیع کہتے ہیں کہ اس کا حافظہ خراب تھا۔

اس کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھا ہے كَانَ يُدَلِّسُ فِي النَّادِرِ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص۴۴۳ مطبع انوار محمدی) کہ کبھی کبھی یہ تدلیس سے کام لیا کرتا تھا پس اس روایت میں بھی من السماء کے الفاظ کی ایزاد بھی اس کے حافظہ کی غلطی یا تدلیس کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔

سوم :- بیہقی کا قلمی نسخہ پہلی مرتبہ ۱۳۲۸ھ میں چھپا ہے۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ بلکہ وفات کے بعد۔ اس لئے مولویوں نے اس میں مِنَ السماء کا لفظ اپنے پاس سے ازراہِ تحریف اور الحاق زائد کر دیا ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے بیہقی سے اس حدیث کو نقل کیا ہے مگر اس میں من السماء کا لفظ نہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر درِ منثور جلد ۲ ص۲۴۲ پر اس حدیث کو یوں بیان کرتے ہیں :-

وَ اَخْرَجَ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِيُّ وَ الْمُسْلِمُ وَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْاَسْمَاءِ وَ الصِّفَاتِ قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

امام مذکور کا باوجود اس محولہ بالا روایت کو دیکھنے کے مِنَ السَّمَاءِ چھوڑ دینا بتاتا ہے کہ یہ حدیث کا حصہ نہیں، بعد کی ایزاد ہے۔ بہرحال حدیث نہیں۔ فَانْدَفَعَ الشَّکُّ مِنْہُ۔

حیاتِ مسیح کی گیارھویں دلیل

حدیث میں ہے اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ (جامع البیان ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۹۔) کہ یقیناً عیسیٰؑ نہیں مرے۔

جواب:۔ ابن جریر بلحاظ حوالہ حدیث قابلِ استناد نہیں بوجہ ذیل:۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اپنی تصنیف عجالہ نافعہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

" اور طبقہ رابعہ وہ حدیثیں ہیں جن کا نام و نشان پہلے قرنوں میں معلوم نہیں تھا اور متاخرین نے روایت کی ہیں تو ان کا حال دو شقوں سے خالی نہیں۔ یا سلف نے تفحص کیا اور ان کی اصل نہ پائی کہ انکی روایت سے مشغول ہوتے یا انکی اصل پائی اور ان میں قدح و علت دیکھی کہ روایت نہ کیا اور دونوں طرح یہ حدیثیں قابلِ اعتماد نہیں کہ کسی عقیدہ کے اثبات پر عمل کرنے کو ان سے سند لیں۔ اس قسم کی حدیثوں نے بہت سے محدثین کی راہزنی کی ہے۔ اس قسم کی حدیثوں کی کتابیں بہت تصنیف ہوئی ہیں تھوڑی سی ہم بیان کرتے ہیں:۔

کتاب الضعفاء لابن حبان۔ تصانیف الحاکم۔ کتاب الضعفاء للعقیلی، کتاب الکامل لابن عدی۔ تصانیف خطیب۔ تصانیف ابن شاہین اور تفسیر ابن جریر (عجالہ نافعہ صفحہ ۶)

مراسیل حسن بصریؒ

۲۔ یہ روایت مرفوع متصل نہیں بلکہ مرسل ہے اور حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے جو تابعی تھے صحابی نہ تھے۔ مراسیل حسن بصریؒ کے متعلق لکھا ہے:۔

" مَا اَرْسَلَ فَلَیْسَ بِحُجَّۃٍ (تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۶۶) یعنی حسن بصری کی مرسل روایت حجت نہیں ہوتی۔ لہٰذا لَمْ یَمُتْ والی روایت بھی حجت نہیں، حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:۔
لَیْسَ فِی الْمُرْسَلَاتِ اَضْعَفُ مِنَ الْمُرْسَلَاتِ الْحَسَنِ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۲۰۲ و صفحہ ۳۸۵ زیر لفظ عطاء بن ابی رباح)

غیر احمدی:۔ حضرت حسن بصریؒ کی مرسل میں تو وہی کلام کرے گا جس کو ان کے اقوال کا پورا علم نہ ہو۔ کیونکہ حسن بصریؒ نے جس قدر روایات صحابی کا نام لئے بغیر آنحضرتؐ سے کی ہیں وہ سب کی سب انہوں نے حضرت علیؓ سے لی ہیں، لیکن حجاج بن یوسف کے خوف سے انہوں نے حضرت علیؓ کا نام نہیں لیا۔

جواب ۱:۔ یہ تو حضرت حسن بصریؒ پر کسی انسان کے خوف سے حق نہ کہنے کا الزام ہے۔ ۲۔ یہ ثابت ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ سے ایک حدیث بھی نہیں سنی۔ ملاحظہ ہو۔

سُئِلَ اَبُوْزُرْعَةَ هَلْ سَمِعَ الْحَسَنُ اَحَدًا مِنَ الْبَدْرِيِّيْنَ قَالَ رَآهُمْ رُؤْيَةً رَأَى عُثْمَانَ وَعَلِيًّا قِيْلَ هَلْ سَمِعَ مِنْهُمَا حَدِيْثًا قَالَ لَا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص۲۶۶ و ص۲۶۷) یعنی ابوزرعہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضرت حسن بصری نے کسی بدری صحابیؓ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کو صرف ایک نظر دیکھا ہے۔ پوچھا گیا کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ سے کوئی حدیث بھی سُنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ اس طرح لکھا ہے:۔

مَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ اَحَدٍ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ مُشَافَهَةً.... قَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يُعْرَفُ لَهُ سِمَاعٌ مِنْ عَلِيٍّ (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص۲۶۶، ص۲۶۷) کہ حضرت حسن بصریؒ نے کسی بدری صحابی سے بھی کوئی حدیث نہیں سنی۔ امام ترمذی نے کہا ہے کہ حسن بصری کا حضرت علیؓ سے کوئی حدیث سننا ثابت نہیں۔

۳۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں:۔ فَاِنَّ اَئِمَّةَ الْحَدِيْثِ لَمْ يُثْبِتُوْا لِلْحَسَنِ مِنْ عَلِيٍّ سِمَاعًا (کتاب فوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ ص۹۳ مطبع محمدی لاہور) کہ ائمہ حدیث کے نزدیک حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصریؒ کا کوئی حدیث سُننا ثابت نہیں (نیز دیکھو تکملہ مجمع البحار جلد ۳ ص۵۱۵)

۴۔ اس روایت کے چار راوی ضعیف ہیں (۱) اسحاق بن ابراہیم بن سعید المدنی نے اس کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ لَيِّنُ الْحَدِيْثِ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص۲۱۳ و میزان الاعتدال جلد ۱ ص۸۰) کہ ابوزرعہ نے کہا ہے کہ اس راوی کی حدیث قابلِ انکار ہے اور قوی راوی نہیں ہے۔ ابوحاتم نے کہا کہ اس کی روایت کمزور ہوتی ہے۔

(۲) دوسرا راوی عبداللہ بن ابی جعفر عیسیٰ بن ماہان ہے۔ اس کی نسبت لکھا ہے۔ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ سَلَامٍ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ ابْنَ حُمَيْدٍ يَقُوْلُ عَبْدُ اللهِ ابْنُ اَبِيْ جَعْفَرٍ كَانَ فَاسِقًا ..... يُعْتَبَرُ حَدِيْثُهُ مِنْ غَيْرِ رِوَايَتِهِ عَنْ اَبِيْهِ وَقَالَ السَّاجِيُّ فِيْهِ ضُعْفٌ (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص۱۷۵ و میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۹) یعنی عبدالعزیز بن سلام کہتے ہیں کہ یہ راوی فاسق تھا اور جو روایت یہ اپنے باپ سے کرے وہ لائق اعتبار نہیں ہوتی اور ساجی نے کہا ہے کہ اس راوی کی روایت کمزور ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ لَمْ يَمُتْ والی روایت اس راوی نے اپنے باپ سے ہی روایت کی ہے لہٰذا یہ روایت تو بہرحال مردود ہے۔

(۳) تیسرا راوی اس دوسرے راوی عبداللہ کا باپ ابوجعفر عیسیٰ بن ماہان ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ اَحْمَدَ عَنْ اَبِيْهِ لَيْسَ بِقَوِيٍّ فِي الْحَدِيْثِ..... قَالَ عُمَرُ ابْنُ عَلِيٍّ فِيْهِ ضُعْفٌ..... قَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ (تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص۵۷ و میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۸۵) یعنی امام احمد کے نزدیک یہ راوی قوی نہیں، عمر بن علی کے نزدیک ضعیف ہے اور نسائی اور عجلی کے نزدیک بھی قوی نہیں۔ نیز اس راوی کو خطاکار اور سیّئ الحفظ بھی کہا گیا ہے۔

(۴) چوتھا راوی ربیع بن انس البکری المصری ہے، اس کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ ابْنُ مَعِيْنٍ

كَانَ يَتَشَيَّعُ فَيُفْرِطُ ..... النَّاسُ يَتَّقُوْنَ مِنْ حَدِيْثِهٖ مَا كَانَ مِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَنْهُ لِاَنَّ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنْهُ اِضْطِرَابًا كَثِيْرًا (تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۲۳۹) کہ یہ راوی غالی شیعہ تھا اور جو روایت اس سے ابوجعفر عیسیٰ بن ماہان کرے اس روایت سے لوگ بچتے ہیں کیونکہ ایسی روایت سخت مخدوش ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ لَمْ يَمُتْ والی روایت وہ ہے جو اس راوی سے ابوجعفر عیسیٰ بن ماہان نے کی ہے لہٰذا قابلِ توجہ نہیں۔

پس اوّل تو یہ روایت مرسلاتِ حسن سے ہے اور اس وجہ سے حدیث مرفوع متصل نہیں۔ دوسرے اس کے پانچ میں سے چار راوی ضعیف اور غیر ثقہ ہیں اور بعض شیعہ بھی۔ پس سخت جھوٹی اور جعلی ہے۔

حیاتِ مسیح کی بارھویں دلیل

اِنَّ عِیْسٰی یَاْتِیْ عَلَیْهِ الْفَنَاءُ (جامع البیان ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۶۳ مصری ۱۹۵۴ء)۔

جواب :- اس روایت کے راوی بھی وہی ہیں جو اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ (جامع البیان ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۹) والی روایت کے ہیں یعنی اسحٰق بن ابراہیم بن سعید، عبداللہ بن ابی جعفر، ابوجعفر عیسیٰ بن ماہان اور ربیع بن انس۔ جن پر جرح پچھلی روایت پر بحث کے ضمن میں درج ہو چکی ہے۔

حیاتِ مسیح کی تیرھویں دلیل

یُدْفَنُ مَعِیْ فِیْ قَبْرِیْ (۱۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزولِ عیسیٰ علیہ السلام بروایت ابن جوزی فی الکتاب الوفاء۔ ۱۔ مطبع مجیدی صفحہ ۴۸۰۔ ۲۔ مطبع احمدی صفحہ ۴۸۲) (۲۔ شرح لشرح العقائد المسمّٰی بالنبراس از حافظ محمد عبدالعزیز الفرھاوی ۱۳۱۳ھ صفحہ ۵۸۹)۔

جواب :- اس کے دس جواب ہیں :-

(۱) فرض کرو کہ آج حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہو کر مدینہ میں تشریف لیجا کر فوت ہو جائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کونسا سعید الفطرت مسلمان اکھاڑے گا ؟ ہاں ممکن ہے کوئی احراری تیار ہو جائے۔

(۲) حضرت عائشہ صدیقہؓ کا خواب اس حدیث کے ظاہری معنی لینے سے روکتا ہے جو یہ ہے :-

"اِنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ رَاَيْتُ ثَلَاثَةَ اَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِيْ حُجْرَتِيْ فَقَصَصْتُ رُؤْيَايَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِؓ. قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُفِنَ فِيْ بَيْتِهَا قَالَ لَهَا اَبُوْ بَكْرٍ هٰذَا اَحَدُ اَقْمَارِكِ وَهُوَ خَيْرُهَا۔

(موطا امام مالک جلد ۱ صفحہ ۱۲۱ مصری) کہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند میرے حجرہ میں گرے ہیں۔ میں نے اپنا یہ خواب اپنے والد صاحب ابوبکر صدیقؓ سے بیان کیا پس جب آنحضرتؐ فوت ہوئے اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں مدفون ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ یہ تیرے تین چاندوں میں سے ایک ہے جو سب سے بہتر ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ فوت ہوئے اور اسی حجرہ میں مدفون ہوئے گویا حضرت عائشہؓ کے خواب کے مطابق تین چاند ان کے حجرہ میں گر چکے اب اگر حضرت عیسیٰؑ بھی اس میں مدفون ہوں تو حضرت عائشہؓ کا خواب

غلط ہوتا ہے۔

(۳) آنحضرتؐ نے فرمایا ہے اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ مصری) میری خصوصیت یہ ہے کہ میں پہلا انسان ہونگا جس کی قیامت کے دن قبر پھاڑی جائے گی۔ اب اگر حضرت عیسیٰؑ بھی حضورؐ کی قبر میں ساتھ ہی مدفون ہوں تو جس وقت آنحضرتؐ کی قبر پھاڑی جاویگی تو وہ بھی اس خصوصیت میں شامل ہو جائیں گے۔

(۴) ترمذی میں ہے۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِیْ اَهْلَ الْبَقِیْعِ فَیُحْشَرُوْنَ۔ (ترمذی جلد ۲۔ ابواب المناقب مناقب عمرؓ) کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں پہلا انسان ہوں کہ جس کی زمین (قبر) پھاڑی جائے گی۔ پھر میرے بعد ابوبکرؓ اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ اور عمرؓ کے بعد جنت البقیع کے باقی مومن۔ پس سب اکٹھے کئے جائیں گے۔

اگر حضرت عیسیٰؑ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر میں یا بقولِ شما حضورؐ کے روضہ میں دفن ہونا ہوتا تو دوسرے تیسرے یا کم از کم چوتھے نمبر پر ہی ان کا نام آجاتا۔ آنحضرتؐ نے اپنے روضہ (حجرہ عائشہؓ) میں مدفون ہونے والے اپنے سمیت "تینوں چاندوں" کو ذکر فرمایا ہے اور ان کے بعد جنت البقیع (قبرستان) میں مدفون صحابہؓ کا ذکر فرمایا ہے حضرت عیسیٰؑ کا نام نہیں لیا۔ پس یہ اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ آنحضرتؐ کی مدینہ والی قبر میں یا حضورؐ کے روضہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے دفن ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

(۴) ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ میں تیسرے دن کے بعد اپنی قبر میں نہ رہوں گا، تو جب آنحضرتؐ کی قبر میں حضرت عیسیٰؑ بقول تمہارے مدفون ہوں گے، اس وقت تو آنحضرتؐ وہاں موجود نہ ہوں گے تو پھر مَعِیَ کی شرط پوری نہ ہوئی۔

(۵) تم لوگ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹ کی روایت پیش کیا کرتے ہو کہ مَا تَوَفَّی اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ یُقْبَضُ کہ نبی جہاں مرتا ہے وہیں دفن بھی ہوتا ہے (اور اسی وجہ سے تم حضرت مرزا صاحبؑ پر اعتراض کیا کرتے ہو اور اس کا جواب دوسری جگہ دیا ہے) او رتم مانتے ہو کہ اسی بناء پر آنحضرتؐ چونکہ حجرۂ عائشہ میں فوت ہوئے اور اسی میں مدفون بھی ہوئے۔ تو اب اگر حضرت عیسیٰؑ واقعی آسمان سے آجائیں تو کیا وہ آنحضرتؐ کی قبر مبارک کے اندر جاکر فوت ہونگے۔

(۶) اسی حدیث میں ہے۔ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹) کہ پھر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر میں جو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان ہوگی کھڑے ہونگے تو گویا اس کے مطابق حضرت عیسیٰؑ جس قبر میں مدفون ہونگے وہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی قبروں کے درمیان ہونی چاہیئے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبروں کے درمیان کوئی جگہ موجود نہیں ہے۔

(۷) اگر کہو کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے تو یہ کسی لغت کی کتاب سے دکھاؤ اور انعام لو (ب) اندریں صورت فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ (کنز العمال جلد ۷ ص۲۱۹) قبر کا ترجمہ مقبرہ کروگے ؟ کیا حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کے درمیان ایک مقبرہ ہوگا ؟

ج۔ مقبرہ تو کہتے ہی "مَوْضِعُ الْقُبُوْرِ" (المنجد لفظ مقبرہ) کو ہیں۔ پھر قبر کس طرح مقبرہ بن سکتی ہے۔

د۔ جب تم خود اس حدیث کے لفظی معنی نہیں کرتے بلکہ غلط تاویل کرتے ہو تو ہمارے لئے کیوں ناجائز ہے کہ ہم قرآن شریف و حدیث اور واقعات کی روشنی میں اس کے صحیح معنی بیان کریں ؟

(۸) قرآن مجید میں ہے۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَهٗ ۔ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ..... ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۔ (عبس ۱۸ تا ۲۲) گویا ہر انسان خواہ وہ ہندو ہو خواہ پارسی مرکز "قبر" میں ہی جاتا ہے پھر بتاؤ کہ وہ لوگ جن کی لاشیں جلا دی جاتی ہیں یا جن کو درندے کھا جاتے ہیں، یا جن کو مچھلیاں سمندر میں کھا جاتی ہیں، کیا وہ بھی اس آیت کے مطابق قبر میں جاتے ہیں یا نہیں ؟ اگر نہیں جاتے تو ثابت ہوا کہ (۱) وہ انسان نہیں (۲) ان (غیر مسلموں) کو عذاب قبر نہیں ہوگا۔ اور اگر کہو کہ قبر میں جاتے ہیں تو ثابت ہوا کہ قبر سے مراد ظاہری قبر کی مٹی نہ رہی بلکہ کوئی رُوحانی حالت "قبر" کے نام سے موسوم ہوئی۔ پس کیوں "قبر" کے وہی معنی یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب نزول عیسٰی بروایت ابن جوزی فی الکتاب الوفا۔ مطبع مجیدی کانپور ص۴۸۰ و مطبع احمدی دہلی ص۴۷۲) والی حدیث میں نہ لئے جائیں۔ اس طرح حدیث میں بھی آتا ہے۔ اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّیْرَانِ (ترمذی۔ ابواب صفۃ القیامۃ ص۲۸۴ بروایت ابی سعید مطبوعہ نول کشور ص۳۵۱) کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

(۹) اگر آج حضرت عیسٰیؑ آجائیں تو کیا تم اس وقت تک ایمان نہ لاؤ گے جب تک کہ وہ مرکر آنحضرتؐ کی قبر میں مدفون نہ ہو جائیں ؟

(۱۰) اگر اس حدیث میں عیسٰی بن مریمؑ سے مسیح ناصری مراد لیتے ہو تو پھر اسی حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا یُدْفَنُ مَعِیَ کہ وہ آنحضرتؐ کے ساتھ ہی دفن کر دیئے گئے گویا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دُنیا میں اگر کسی انسان کو اللہ تعالیٰ اتنا لمبا زمانہ زندہ رکھتا تو یقیناً ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے۔ آپؐ سے زیادہ خدا کو اور کون پیارا ہے ؟ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (الانبیاء : ۳۵) کہ خدا تعالیٰ کی غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ آنحضرتؐ تو فوت ہو جائیں اور آپ سے پہلے انبیاء اتنا عرصہ زندہ رہیں۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ جب تم مجھ کو دفن کر رہے ہوگے تو اسی وقت یہ ثابت ہو جائیگا کہ پہلا کوئی نبی زندہ نہیں رہا۔ (قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔ المائدۃ : ۷۶) کم از کم اس وقت تو مانوگے کہ عیسٰیؑ بھی زندہ نہیں۔ گویا عیسٰی میرے ساتھ ہی دفن ہو جائیں گے۔ (فَافْهَمُوْا اَیُّهَا الْعَاقِلُوْنَ)۔

٭٭٭

حیاتِ مسیح کی چودہویں دلیل

ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۳۶ ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک روایت ہے جس میں عبداللہ بن سلامؓ نے اپنے دادا سے یہ روایت کیا ہے کہ قَالَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرٰىةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ مَوْدُوْدٍ قَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ ـ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ـ

جواب ۱:۔ یہ آنحضرتؐ کا قول نہیں اس لئے حجت نہیں۔

۲۔ خود ترمذی نے اسے "غریب" قرار دیا ہے۔

۳۔ اس کا ایک راوی مسلم بن قتیبہ ہے۔ اس کے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ كَثِيْرُ الْوَهْمِ (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۳۶۲) کہ یہ بڑا وہمی آدمی تھا۔ اس روایت کا دوسرا راوی عثمان بن الضحاک ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔ قَالَ الْاٰجُرِيُّ سَاَلْتُ اَبَا دَاؤُدَ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ الْحَزَامِيِّ فَقَالَ ثِقَةٌ وَ ابْنُهُ عُثْمَانُ ضَعِيْفٌ (تہذیب التہذیب جلد ۷ صفحہ ۱۲۳) کہ ابوداؤد کہتے ہیں کہ عثمان بن ضحاک خود ضعیف ہے لیکن اس کا باپ ثقہ تھا۔ نیز دیکھو میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ ضَعَّفَهُ اَبُوْ دَاؤُدَ کہ اسے ابوداؤد نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نوٹ:۔ اس راوی کا باپ بھی بعض محدثین کے نزدیک ثقہ نہ تھا چنانچہ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۴۲۲ ـ فِي حَدِيْثِهٖ ضُعْفٌ .... قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ لَا يُحْتَجُّ وَ قَالَ اَبُوْ زُرْعَةَ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ ـ اسی طرح ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۴۴۶ جہاں لکھا ہے قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ كَانَ كَثِيْرُ الْخَطَاءِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ ۔ اسی طرح اس روایت کا تیسرا راوی محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے ذَكَرَ لَهُ الْبُخَارِيُّ حَدِيْثًا وَ قَالَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ وَلَا يَصِحُّ (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۵۳۴) کہ اس راوی سے امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے اور امام بخاری نے اس کے متعلق کہا ہے کہ یہ راوی قابل اتباع نہیں اور نہ ثقہ ہے۔

پس چونکہ اس روایت کے تین راوی غیر معتبر ہیں لہٰذا حجت نہیں۔

حیاتِ مسیح کی پندرھویں دلیل

ابن ماجہ موقوفاً اور مسند احمد میں مرفوعاً مروی ہے کہ معراج کی رات انبیاء کی چار کونسل میں جب قیامت کا ذکر ہوا تو حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا۔ فَذَكَرَ خُرُوْجَ الدَّجَّالِ قَالَ فَاَنْزِلُ وَ اَقْتُلُهُ (ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم عن عبداللہ بن مسعود) (محمد یہ پاکٹ بک صفحہ ۵۳۳)۔

جواب ۱:۔ یہ عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے حدیثِ نبویؐ نہیں۔

۲۔ اس روایت کا پہلا راوی محمد بن بشار بن عثمان البصری بندار ہے جس کے متعلق لکھا ہے قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَيَّارٍ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَلِيٍّ يَحْلِفُ اِنَّ بُنْدَارًا يَكْذِبُ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ يَحْيٰى..... قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَلِيِّ ابْنِ الْمَدِيْنِيِّ سَمِعْتُ اَبِيْ وَ سَاَلْتُهٗ

عَنْ حَدِيْثٍ رَوَاهُ بِنْدَارٌ عَنِ ابْنِ الْمَهْدِيِّ ---- فَقَالَ هٰذَا كَذِبٌ وَاَنْكَرَهُ اَشَدَّ الْاِنْكَارِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الدَّوْرَقِيِّ ---- فَرَاَيْتُ يَحْيٰى لَا يَعْبَاُ بِهٖ وَيَسْتَضْعِفُهٗ قَالَ وَرَاَيْتُ الْقَوَارِيْرِيَّ لَا يَرْضَاهُ بِهٖ - (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۷۰، ۷۱)۔

یعنی عمر بن علی نے حلف اُٹھا کر کہا کہ یہ راوی ہر اس روایت میں جو وہ یحییٰ سے روایت کرتا تھا جھوٹ بولتا تھا۔ علی بن المدینی نے اس راوی کی اُس روایت کی جو اس نے ابن مہدی سے لی ہے کذب قرار دیا۔ یحییٰ ابن معین نے اس راوی کو بے وقعت اور ضعیف قرار دیا ہے اور اسے قواریری نے بھی پسندیدہ راوی قرار نہیں دیا۔ اسی طرح اس روایت کا دوسرا راوی یزید بن ہارون ہے، اس کے متعلق یحییٰ بن معین کا قول یہ ہے کہ یَزِيْدُ لَيْسَ مِنْ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ لِاَنَّهٗ لَا يُمَيِّزُ وَلَا يُبَالِيْ عَمَّنْ رَوٰى۔ (تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی جلد ۱۱ صفحہ ۳۶۶) کہ یہ راوی تو حدیث کے جاننے والوں میں سے تھا ہی نہیں۔ کیونکہ نہ یہ تمیز کرتا تھا اور نہ پروا کرتا تھا کہ کس سے روایت لے رہا ہے۔ پس یہ "چار کونسل" والی روایت بھی ناقابلِ اعتبار ہے۔

حیاتِ مسیح کی سولہویں دلیل

يَنْزِلُ اَخِيْ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ مِنَ السَّمَآءِ عَلٰى جَبَلِ اَفِيْقٍ۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۸ مصری)

جواب ۱:۔ یہ بے سند قول ہے۔

۲۔ صاحب کنز العمال نے اسے ابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ اس کے آگے "کر" کے حروف درج ہیں اور ابن عساکر کے متعلق شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی اپنے رسالہ عجالۂ نافعہ صفحہ ۲۰ پر تحریر فرماتے ہیں:۔ "طبقۂ رابعہ احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرونِ سابقہ معلوم نبود و متاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنہارا اصلے نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا مے شدند۔ یا یافتند و دراں قدحے و علتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہارا بر ترکِ روایت آنہا و علی کل تقدیر ایں احادیث قابلِ اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود وَنِعْمَ مَا قَالَ بَعْضُ الشُّيُوْخِ فِيْ اَمْثَالِ هٰذَا ؎

فَاِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِيْ فَتِلْكَ مُصِيْبَةٌ
وَاِنْ كُنْتَ تَدْرِيْ فَالْمُصِيْبَةُ اَعْظَمُ

وایں قسم احادیث را بسیارے از محدثین زدہ است ---- دریں قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ اند برخے را بشماریم کتاب الضعفاء لابن حبان ---- تفسیر ابن جریر ---- تصانیف ابن عساکر"

یعنی طبقۂ رابعہ وہ حدیثیں ہیں جن کا نام ونشان پہلے قرنوں میں معلوم نہیں تھا اور متاخرین نے روایت کی ہیں تو ان کا حال دو شقوں سے خالی نہیں، یا سلف نے تفحص کیا اور انکی اصل نہ پائی کہ ان کی روایت سے مشغول ہوتے۔ یا انکی اصل پائی اور ان میں قدح اور علت دیکھی کہ روایت نہ کیا اور دونوں طرح یہ حدیثیں قابلِ اعتبار نہیں کہ کسی عقیدہ کی اثبات پر یا عمل کرنے کو ان سے سند لیں اور کسی بزرگ نے ان جیسوں کے متعلق

کیا خوب شعر فرمایا ہے کہ اگر تو تجھے علم نہ ہو تو یہ مصیبت ہے لیکن اگر تجھے علم ہو تو یہ مصیبت اور بھی بڑھ جاتی ہے
اس قسم کی حدیثوں نے بہت سے محدثین کی راہبری کی ہے۔ اس قسم کی حدیثوں کی کتابیں بہت تصنیف ہوئی ہیں۔ تھوڑی سی ہم بیان کرتے ہیں۔ کتاب الضعفاء۔ لابن حبان ..... تفسیر ابن جریر .... ابن عساکر کی جملہ تصانیف۔

پس یہ روایت ابن عساکر میں ہونے کے باعث ہی کمزور ہے۔

۳۔ تمہاری وہ منارۂ دمشقی کے پاس نازل ہونے والی روایت مندرجہ ترمذی، مسلم، ابوداؤد وغیرہ کہاں گئی؟

حیاتِ مسیح کی ستریویں دلیل

معراج کی رات آنحضرت نے حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا تو ان کا حلیہ عروہ بن مسعود کی طرح بیان فرمایا (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الرویا۔ باب فی المعراج بروایت ابوہریرہ) (مسلم کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السمٰوٰت و فرض الصلوٰۃ بروایت جابر جلد ۱ ص۹۴) اور مسلم میں دوسری جگہ جہاں آخری زمانہ میں نزول مسیح کا ذکر کیا ہے، وہاں بھی اس کا حلیہ "كَاَنَّهٗ عُرْوَةُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ" (عروہ بن مسعود کی طرح) بیان فرمایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مسیح ایک ہی ہے (محمدیہ پاکٹ بک ص۵۵۲ بار دوم)۔

جواب:۔ تمہاری پیش کردہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں۔

پہلی روایت: یہ روایت مسلم جلد ۱ ص۹۴ مصری میں ہے۔ اس کا ایک راوی ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی ہے جو ضعیف ہے اس کے متعلق لکھا ہے۔ كَانَ اَيُّوْبُ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ وَاَبُو الزُّبَيْرِ اَبُو الزُّبَيْرِ..... كَانَ يُضَعِّفُهٗ..... قُلْتُ لِشُعْبَةَ مَالَكَ تَرَكْتَ حَدِيْثَ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ رَاَيْتُهٗ يَزْنِ..... قَالَ شُعْبَةُ..... قَدِمْتُ مَكَّةَ فَسَمِعْتُ مِنْ اَبِي الزُّبَيْرِ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ عِنْدَهٗ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَسَاَلَهٗ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَافْتَرٰى عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ يَا اَبَا الزُّبَيْرِ تَفْتَرِيْ عَلٰى رَجُلٍ مُسْلِمٍ قَالَ اِنَّهٗ اَغْضَبَنِيْ قُلْتُ وَمَنْ يُغْضِبُكَ تَفْتَرِيْ عَلَيْهِ (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۴۴۰ و ۴۴۱ و میزان الاعتدال جلد ۲ ص۴۳۶ و ص۴۳۷)۔

یعنی ایوب اور عینیہ کہا کرتے تھے کہ ہم سے ابوزبیر نے روایت کی ہے اور ابوزبیر بس ابوزبیر ہی ہے یعنی وہ اسے ضعیف قرار دیتے تھے۔ ورقاء کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے پوچھا کہ آپ نے ابوزبیر کی روایت کو ترک کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے ..... ایک دفعہ میں مکہ میں ابوزبیر کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے سامنے ابوزبیر نے ایک شخص پر افتراء کیا، اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم ایک مسلمان پر افتراء کرنے کی جرأت کرتے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس پر افتراء اس لئے کیا ہے کیونکہ اس نے مجھے غصہ دلایا تھا۔ میں نے کہا کہ کیا جو شخص تم کو ناراض کرے گا تو اس پر افتراء کریگا۔

۲۔ اس روایت کا دوسرا راوی قتیبہ بن سعید الثقفی ہے یہ بھی ضعیف ہے چنانچہ لکھا ہے۔ قَالَ الْعُقَيْلِيُّ حَدِيْثُهٗ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ مَجْهُوْلٌ فِي النَّسَبِ وَالرِّوَايَةِ وَاِسْنَادُهٗ لَا يَصِحُّ۔

وہ دلائل جو حیاتِ مسیحؑ کیلئے دیئے جاتے ہیں

1 مسند احمد بن حنبل — وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا
الزخرف - 62

2 درمنثور

3 فتح البیان

4 ابن کثیر

= اختلاف =

جواب = معالم التنزیل — جلد 7 - 219 - 220

انہ کی ضمیر کا مرجع قرآن — الحسن وجماعۃ

جامع البیان — قرآن

مجمع البیان — قرآن

تفسیر بغوی — قرآن — حسن و جماعۃ

روایات اور جرح

وانه لعلم للساعة

تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي
(المتوفى - ٥١٦ﻫ)

المجلد السابع

حققه وخرج أحاديثه

محمد عبد الله النمر   عثمان جمعة ضميرية   سليمان مسلم الحرش

الرياض ـ شارع عسير ـ ص. ب : ٧٦١٢
تليفون : ٤٣٥٩٧٤٠ / ٤٣٥٤٩٣٧

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝٥٩ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝٦٠ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا﴾

أخبرنا أبو سعيد الشريحي، أخبرنا أبو إسحاق الثعلبي، أخبرنا أبو بكر عبد الرحمن بن عبد الله الحمشاوي، أخبرنا أحمد بن جعفر بن **حمدان القطيعي،** حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثني أبي، حدثنا عبد الله بن نمير، حدثنا حجاج بن دينار الواسطي، عن أبي غالب عن أبي أمامة قال: قال رسول الله ﷺ: «ما ضلّ قوم بعد هدىً كانوا عليه إلّا أُوتوا الجَدَل»، ثم قرأ: «ما ضربوه لك إلّا جدلاً بل هم قوم خَصِمُون»[1] .

ثم ذكر عيسى فقال: ﴿**إنْ هُوَ**﴾، **ما هو،** يعني عيسى عليه السلام، ﴿**إلّا عبدٌ أنعمنا عليه**﴾، بالنبوة، ﴿**وجعلناه مثلاً**﴾ آية وعبرة، ﴿**لبني إسرائيلَ**﴾، يعرفون به قدرة الله عزّ وجلّ على ما يشاء حيث خلقه من غير أب .

﴿**ولو نشاءُ لجعلنا منكم ملائكةً**﴾، أي ولو نشاء لأهلكناكم وجعلنا بدلاً منكم ملائكة، ﴿**في الأرض يَخلُفون**﴾، يكونون **خلفاً منكم** يعمرون الأرض ويعبدونني ويطيعونني. وقيل: يخلف بعضهم بعضاً .

﴿**وإنّه**﴾، يعني عيسى عليه السلام، ﴿**لَعِلْمٌ للساعةِ**﴾، يعني نزوله من أشراط الساعة يعلم به قربها، وقرأ ابن عباس وأبو هريرة وقتادة: «وإنه لَعَلَمٌ للساعة» بفتح اللام والعين أي أمارة وعلامة .

وروينا عن النبي ﷺ: «لَيُوشكنّ أن ينزل فيكم ابن مريم حَكماً عادلاً يكسر الصليب، ويقتل الخنزير ويضع الجزية، وتهلك في زمانه الملل كلها إلّا الإسلام»[2] .

ويُروى: «أنه ينزل على ثنية بالأرض المقدسة، وعليه ممصرتان[3]، وشعر رأسه دهين، وبيده حربة وهي التي يقتل بها الدجال، فيأتي بيت المقدس والناس في صلاة العصر، فيتأخر الإمام **فيقدّمه**

---

(١) أخرجه الترمذي في التفسير (تفسير سورة الزخرف): ٩/١٣٠-١٣١ وقال: «هذا حديث حسن صحيح، إنما نعرفه من حديث حجاج بن دينار، وحجاج ثقة مقارب الحديث، وأبو غالب اسمه حَزَوَّر»، وابن ماجه في المقدمة، باب: اجتناب البدع والجدل برقم: (٤٨): ١/١٩، والإمام أحمد: ٥/٢٥٢-٢٥٦، والحاكم: ٢/٤٤٨ وقال: «حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة: ١/١١٤، وابن أبي عاصم في السنة: ١/٤٨، وحسَّن الألباني إسناده، وعزاه السيوطي في الدر المنثور: ٧/٣٨٥-٣٨٦ لعبد بن حميد وسعيد بن منصور وابن المنذر والطبراني وابن مردويه والبيهقي في شعب الإيمان .

(٢) أخرجه البخاري في الأنبياء، باب: نزول عيسى بن مريم عليهما السلام: ٦/٤٩٠-٤٩١ ومسلم في الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم حاكماً بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم برقم: (١٥٥) ١/١٣٥، والمصنف في شرح السنة: ١٥/٨٠ .

(٣) تثنية ممصَّرة وهي الثياب التي فيها صفرة خفيفة .

وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ (٦١) وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (٦٢) وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ (٦٣) إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ (٦٤) فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ (٦٥) هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (٦٦)

عيسى ويصلي خلفه على شريعة محمد ﷺ، ثم يقتل الخنازير ويكسر الصليب، ويخرب البِيَع والكنائس، ويقتل النصارى إلّا من آمن به»[1] .

أخبرنا عبد الواحد المليحي، أخبرنا أحمد بن عبد الله النعيمي، أخبرنا محمد بن يوسف، حدثنا محمد بن إسماعيل، حدثنا ابن بكير، حدثنا الليث ، عن يونس، عن ابن شهاب، عن نافع مولى أبي قتادة الأنصاري أن أبا هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامُكم منكم»[2]؟ .

وقال الحسن وجماعة: «وإنه» يعني وإن القرآن لعلم للساعة يعلمكم قيامها، ويخبركم بأحوالها وأهوالها، ﴿**فلا تَمْتَرُنَّ بها**﴾، فلا تشكنّ فيها، قال ابن عباس: لا تكذبوا بها، ﴿**واتبعونِ**﴾، على التوحيد، ﴿**هذا**﴾، الذي أنا عليه، ﴿**صراطٌ مستقيمٌ**﴾ .

﴿**ولا يَصُدَّنَّكم**﴾، لا يصرفنكم، ﴿**الشيطانُ**﴾، عن دين الله، ﴿**إنه لكم عدوٌ مبينٌ**﴾ .

﴿**ولمّا جاءَ عيسى بالبيناتِ قالَ قد جئتُكم بالحكمةِ**﴾، بالنبوة، ﴿**ولأُبيِّنَ لكم بعضَ الذي تختلفون فيه**﴾، من أحكام التوراة، قال قتادة: يعني اختلاف الفرق الذين تحزبوا على أمر عيسى. قال الزجاج: الذي جاء به عيسى في الإنجيل إنما هو بعض الذي اختلفوا فيه، وبيّن لهم في غير الإنجيل ما احتاجوا إليه. ﴿**فاتقوا الله وأطيعون**﴾ .

﴿**إنَّ اللهَ هو ربي وربُكم فاعبدوه هذا صراطٌ مستقيمٌ * فاختلفَ الأحزابُ من بينهم فويلٌ للذين ظلموا من عذابِ يومٍ أليمٍ * هل ينظرون إلّا الساعةَ**﴾، يعني أنها تأتيهم لا محالة فكأنهم ينتظرونها، ﴿**أنْ تأتيَهُم بغتةً**﴾، فجأة، ﴿**وهم لا يشعرون**﴾ .

---

(١) انظر: أبو داود في الملاحم، باب: خروج الدجال: ١٧٧/٦، مسند الإمام أحمد: ٤٣٧،٤٠٦/٢ .

(٢) أخرجه البخاري في الأنبياء، باب: نزول عيسى بن مريم عليهما السلام: ٤٩١/٦، ومسلم في الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم حاكماً بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم برقم: (١٥٥): ١٣٦/١، والمصنف في شرح السنة: ٨٢/١٥ .

تفسير الطبري

جامع البيان عن تأويل آي القرآن

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري

(٢٢٤هـ - ٣١٠هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية

بدار هجر

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء العشرون

هجر

للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان

جلد ٢٥

مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴾ : لو شاء اللهُ لجعَل فى الأرضِ ملائكةً يخلُفُ [٥٦/٤٤و] بعضُهم بعضًا .

٩٠/٢٥ / حدَّثنا محمدٌ ، قال : ثنا أحمدُ ، قال : ثنا أسباطُ ، عن السدىِّ : ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴾ . قال : خلفًا منكم[1] .

القولُ فى تأويلِ قولِه تعالى : ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ ﴾ .

اختلَف أهلُ التأويلِ فى « الهاءِ » التى فى قولِه : ﴿ وَإِنَّهُۥ ﴾ ، وما المعنىُّ بها ، ومِن ذِكْرِ ما هى ؛ **فقال بعضُهم** : هى مِن ذكرِ عيسى ، وهى عائدةٌ عليه . وقالوا : معنى الكلامِ : وإن عيسى ظهورَه عَلَمٌ يُعلَمُ به مجىءُ الساعةِ ؛ لأن ظهورَه مِن أشراطِها ، ونزولَه إلى الأرضِ دليلٌ على فناءِ الدنيا ، وإقبالِ الآخرةِ .

ذكرُ مَن قال ذلك

حدَّثنا ابنُ بشارٍ ، قال : ثنا عبدُ الرحمنِ ، قال : ثنا سفيانُ ، عن عاصمٍ ، عن أبى رَزِينٍ ، عن أبى[2] يحيى ، عن ابنِ عباسٍ : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : خروجُ عيسى ابنِ مريمَ[3] .

حدَّثنا ابنُ المثنى ، قال : ثنا ابنُ أبى عدىٍّ ، عن شعبةَ ، عن عاصمٍ ، عن أبى

---

(١) ذكره ابن كثير فى تفسيره ٧/ ٢٢٢.

(٢) سقط من : ص ، م ، ت١ ، ت٢ ، ت٣.

(٣) تفسير الثورى ص٢٧٣ - وعنده الحسن بدلًا من عاصم ، وأخرجه الطبرانى (١٢٧٤٠) من طريق سفيان به ، وأحمد ٥/ ٨٥ (٢٩١٨) ، والحارث بن أسامة (٧١٩ - بغية) من طريق عاصم به ، ولم يذكر « أبا رزين » .

رَزِينٍ ، عن ابنِ عباسٍ بمثلِه ، إلا أنه قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ[(١)] .

حدَّثني محمدُ بنُ إسماعيلَ الأَحْمَسِيُّ ، قال : ثنا غالبُ بنُ فائدٍ[(٢)] ، قال : ثنا قيسٌ ، عن عاصمٍ ، عن أبي رَزِينٍ ، عن ابنِ عباسٍ ، أنه كان يقرأُ : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ)[(٣)] . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ .

حدَّثنا أبو كُرَيبٍ ، قال : ثنا ابنُ عطيةَ ، عن فُضَيلِ بنِ مرزوقٍ ، عن جابرٍ ، قال : كان ابنُ عباسٍ يقولُ : ما أدْرِي أعلِمَ الناسُ تفسيرَ هذه الآيةِ ، أم لم يَفْطِنوا لها ؟ (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ .

حدَّثني محمدُ بنُ سعدٍ ، قال : ثني أبي ، قال : ثني عمي ، قال : ثني أبي ، عن أبيه ، عن ابنِ عباسٍ : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : يعني[(٤)] : عيسى ابنَ مريمَ .

حدَّثني يعقوبُ ، قال : ثنا هُشَيمٌ ، قال : أخبَرنا حصينٌ ، عن أبي مالكٍ ، وعوفٌ ، عن الحسنِ أنهما قالا في قولِه : ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ . قالا : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ . وقرَأها أحدُهما : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ)[(٥)] .

حدَّثنا محمدُ بنُ عمرٍو ، قال : ثنا أبو عاصمٍ ، قال : ثنا عيسى ، **وحدَّثني** الحارثُ ، قال : ثنا الحسنُ ، قال : ثنا ورقاءُ ، جميعًا عن ابنِ أبي نَجيحٍ ، عن مجاهدٍ

---

(١) أخرجه مسدد - كما في المطالب العالية (٤٠٩٤) من طريق شعبة به ، وأخرجه الحاكم ٢/ ٤٤٨ من طريق عكرمة عن ابن عباس ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٦/ ٢٠ إلى الفريابي وسعيد بن منصور وعبد بن حميد وابن أبي حاتم .

(٢) في م : « قائد » ، وقد تقدم في ١٦/ ٥٩٢. وينظر الجرح والتعديل ٧/ ٤٩.

(٣) ينظر مختصر الشواذ ص ١٣٦.

(٤) في ص ، م ، ت ٢، ت٣ : « نزول» .

(٥) ذكره ابن كثير في تفسيره ٧/ ٢٢٣، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٦/ ٢٠ إلى المصنف وعبد بن حميد من قول الحسن وحده .

قولَه : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : آيةٌ للساعةِ ؛ خروجُ عيسى ابنِ مريمَ قبلَ يومِ القيامةِ[(١)] .

حدَّثنا بشرٌ ، قال : ثنا يزيدُ ، قال : ثنا سعيدٌ ، عن قتادةَ : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ عَلَمٌ للساعةِ ؛ القيامةِ[(٢)] .

/ **حدَّثنا** ابنُ عبدِ الأعلى ، قال : ثنا ابنُ ثورٍ ، عن مَعْمَرٍ ، عن قتادةَ فى قولِه : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ عَلَمٌ للساعةِ[(٣)] . ٩١/٢٥

حدَّثنا محمدٌ ، قال : ثنا أحمدُ ، قال : ثنا أسباطُ ، عن السديِّ : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : خروجُ عيسى ابنِ مريمَ قبلَ يومِ القيامةِ[(٤)] .

حُدِّثت عن الحسينِ ، قال : سمعتُ أبا معاذٍ يقولُ : أخبَرنا عُبَيدٌ ، قال : سمعتُ الضحاكَ يقولُ فى قولِه : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . يعنى خروجَ عيسى ابنِ مريمَ ونزولَه مِن السماءِ قبلَ يومِ القيامةِ[(٥)] .

حدَّثنى يونسُ ، [٤٤/٥٦ظ] قال : أخبَرنا ابنُ وهبٍ ، قال : قال ابنُ زيدٍ فى قولِه : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ عَلَمٌ للساعةِ حينَ يَنزِلُ[(٦)] .

وقال آخرون : « الهاءُ » التى فى قولِه : ﴿ وَإِنَّهُۥ ﴾ مِن ذكرِ القرآنِ . وقالوا : معنى الكلامِ : وإن هذا القرآنَ لعَلَمٌ للساعةِ يُعْلِمُكم بقيامِها ، ويخبِرُكم عنها وعن أهْوالِها .

---

(١) تفسير مجاهد ص ٥٩٥، وعزاه السيوطى فى الدر المنثور ٦/ ٢٠ إلى عبد بن حميد .

(٢) أخرجه أبو عمرو الدانى فى السنة الواردة فى الفتن (٦٩٢) من طريق سعيد به .

(٣) أخرجه عبد الرزاق فى تفسيره ٢/ ١٩٨ عن معمر به ، وعزاه السيوطى فى الدر المنثور ٦/ ٢٠ إلى عبد بن حميد .

(٤) ذكره القرطبى فى تفسيره ١٦/ ١٠٥.

(٥) ذكره القرطبى فى تفسيره ١٦/ ١٠٥ ، وابن كثير فى تفسيره ٧/ ٢٢٣.

(٦) ينظر البحر المحيط ٨/ ٢٥.

ذكرُ مَن قال ذلك

حدَّثنا بشرٌ ، قال : ثنا يزيدُ ، قال : ثنا سعيدٌ ، عن قتادةَ ، قال : كان الحسنُ يقولُ : ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ : هذا القرآنُ[١] .

حدَّثنا ابنُ عبدِ الأعلى ، قال : ثنا ابنُ ثورٍ ، عن معمرٍ ، عن قتادةَ ، قال : كان ناسٌ يقولون : القرآنُ عَلَمٌ للساعةِ[٢] .

واجتمعَت قرأةُ الأمصارِ فى قراءةِ قولِه : ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ . على كسرِ العينِ مِن العِلمِ .

ورُوِى عن ابنِ عباسٍ ما ذكرتُ عنه من فتحِها ، وعن قتادةَ والضحاكِ .

والصوابُ مِن القراءةِ فى ذلك الكسرُ فى العينِ ؛ لإجماعِ الحجةِ مِن القرأةِ عليه . وقد ذُكِر أن ذلك فى قراءةِ أُبَىٍّ : (وإنه لذِكْرٌ للساعةِ) ، فذلك مُصَحِّحٌ قراءةَ الذين قرءوا بكسرِ العينِ مِن قولِه : ﴿ لَعِلْمٌ ﴾ .

وقولُه : ﴿ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ﴾ . يقولُ : فلا تَشُكُّنَّ فيها وفى مجيئِها أيُّها الناسُ .

كما حدَّثنا محمدٌ ، قال : ثنا أحمدُ ، قال : ثنا أسباطُ ، عن السدىِّ : ﴿ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ﴾ . قال : تَشُكُّون فيها[٣] .

وقولُه : ﴿ وَاتَّبِعُونِ ﴾ . يقولُ تعالى ذكرُه : وأطِيعون فاعمَلوا بما أمَرْتُكم به ،

---

(١) عزاه السيوطى فى الدر المنثور ٦/ ٢٠ إلى عبد بن حميد .

(٢) أخرجه عبد الرزاق فى تفسيره ٢/ ١٩٨ عن معمر به ، وعزاه السيوطى فى الدر المنثور ٦/ ٢٠ إلى عبد ابن حميد .

(٣) ذكره القرطبى فى تفسيره ١٦/ ١٠٧ بلفظ : « فلا تكذبون بها » .

وانتَهُوا عما نهَيتُكم عنه ، ﴿ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾ . يقولُ : اتباعُكم إيَّاى أيُّها الناسُ فى أمْرِى ونَهْيِى ، ﴿ صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴾ . يقولُ : طريقٌ لا اعوجاجَ فيه ، بل هو قويمٌ .

وقولُه : ﴿ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ ﴾ . يقولُ جل ثناؤُه : ولا يَعْدِلَنَّكم الشيطانُ عن طاعتى فيما آمرُكم وأنْهاكم ، فتُخالِفوه إلى غيرِه ، وتَجوروا عن الصراطِ المستقيمِ فتَضِلُّوا ، ﴿ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴾ . يقولُ : إن الشيطانَ لكم عدوٌّ يدعُوكم إلى ما فيه هلاكُكم ، ويَصُدُّكم عن قصدِ السبيلِ ؛ ليُوردَكم المهالكَ ، ﴿ مُّبِينٌ ﴾ : قد أبانَ لكم عداوتَه ، بامتناعِه مِن السجودِ لأبيكم آدمَ عليه السلامُ ، وإدلائِه إياه بالغرورِ حتى أخرَجه مِن الجنةِ حسدًا وبغيًا .

القولُ فى تأويلِ قولِه تعالى : ﴿ وَلَمَّا جَآءَ عِيسَىٰ بِٱلْبَيِّنَٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِٱلْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ ٱلَّذِى / تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ رَبِّى وَرَبُّكُمْ فَٱعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ ﴾ . ٩٢/٢٥

يقولُ تعالى ذكرُه : ولَمَّا جاء عيسى بنى إسرائيلَ ، ﴿ بِٱلْبَيِّنَٰتِ ﴾ . يعنى : بالواضحاتِ مِن الأدلةِ . وقيل : عُنِى بالبيِّناتِ الإنجيلُ .

ذكرُ مَن قال ذلك

حدَّثنا بشرٌ ، قال : ثنا يزيدُ ، قال : ثنا سعيدٌ ، عن قتادةَ : ﴿ وَلَمَّا جَآءَ عِيسَىٰ بِٱلْبَيِّنَٰتِ ﴾ . أى : بالإنجيلِ[1] .

[٤٤/٥٧و] وقولُه : ﴿ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِٱلْحِكْمَةِ ﴾ . قيل : عُنى بالحكمةِ فى هذا الموضعِ النبوةُ .

---

(١) ذكره القرطبى فى تفسيره ١٦/١٠٧، ١٠٨.

مُسْنَد

الإمام أحمد بن حنبل

(١٦٤ - ٢٤١ هـ)

أشرف على تحقيقه

الشيخ شعيب الأرنؤوط

حقّق هذا الجزء وخرّج أحاديثه وعلّق عليه

شُعيب الأرنؤوط — عادل مُرشد

الجُزء الخامِس

مؤسسة الرسالة

عن ابنِ عبـاس، قال: قال رسـولُ الله ﷺ: «أُمِـرْتُ بركْعَتي الضُّحَى، ولـم تُؤمَرُوا بها، وأُمِرْتُ بالأَضْحى، ولم تُكْتَبْ»(١).

٢٩١٧ ـ حدثنا أسودُ بنُ عامر، حدثنا شَرِيكٌ، عن جابرٍ، عن عِكْرِمة

عن ابنِ عباس، عن النبيِّ ﷺ، قال: «كُتِبَ عليَّ النَّحْرُ، ولم يُكْتَبْ عليكُم، وأُمِرْتُ بركْعَتَي الضُّحى، ولم تُؤمَروا بها»(٢).

٢٩١٨ ـ حدثنـا هاشمُ بنُ القـاسم، حدثنـا شَيْبانُ، عن عاصمٍ، عن أبي رَزِينٍ، عن أبي يحيى مولى ابن عقيل الأنصاري، قال:

قال ابنُ عباس: لقد عَلِمتُ آيةً من القرآنِ ما سألني عنها رجلٌ قطُّ، فما أدري أَعَلِمَها الناسُ، فلم يسألوا عنها، أم لم يَفْطُنُوا لها، فيسألوا عنهـا؟! ثم طَفِقَ يُحَدِّثنا، فلما قام، تَلاوَمْنا أن لا نكونَ سألْناهُ عنها، فقلتُ: أنا لها إذا راحَ غداً، فلما راحَ الغدَ، قلتُ: يا ابنَ عباس، ذكرتَ أمسِ أن آيةً مِن القـرآن لم يَسألْكَ عنها رَجُلٌ قطُّ، فلا تَدري أَعَلِمَها النَّاسُ، فلم يسألوا عنها، أم لم يَفْطُنُوا لها؟ فقلتُ: أَخْبِرْني عنها، وعن اللَّاتي قَرأْتَ قبلَها. قال: نعم، إنَّ رسولَ الله ﷺ قال لِقريشٍ: «يا مَعْشَرَ ٣١٨/١

---

(١) إسنـاده ضعيف لضعف جابر بن يزيد الجعفي. وأخرجه البزار (٢٤٣٤) من طريق وكيع بن الجراح، عن إسرائيل، بهٰذا الإسناد. وانظر (٢٠٦٥).

تنبيه: وقع في بعض النسخ بعد هٰذا الحديث حديث آخر جُمع فيه بين هٰذا المتن وبين إسناد الحديث الآتي بعده، ولعله من اضطراب النساخ.

(٢) إسنـاده ضعيف كسـابقـه. وأخـرجه الطبراني (١١٨٠٣) من طريق زكريا بن يحيى، عن شريك النخعي، بهٰذا الإسناد.

قُرَيْشٍ ، إنه ليس أحدٌ يُعْبَدُ من دُونِ اللهِ فيه خَيْرٌ» وقد عَلِمَتْ قريشٌ أن النصارى تَعْبُدُ عيسى ابنَ مريم ، وما تقولُ في محمد ، فقالوا : يا محمدُ ، ألستَ تَزْعُم أن عيسى كان نبياً وعَبْداً من عبادِ الله صالحاً ، فلَئِنْ كنتَ صادقاً ، فإن آلِهَتَهُم لَكَما تقولونَ . قال : فأنزل اللهُ عز وجَلَّ : ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابنُ مريمَ مَثَلاً إذا قَومُكَ مِنهُ يَصِدُّونَ﴾ [الزخرف: ٥٧]. قال : قلتُ : ما يَصِدُّونَ؟ قال : يَضِجُّونَ ، ﴿وإنَّه لَعَلَمٌ لِلسَّاعةِ﴾ [الزخرف: ٦١]، قال : هو خروجُ عيسى ابنِ مريم عليه السلام قبلَ يومِ [1] القيامةِ[2] .

---

(١) لفظة «يوم» ليست في (ظ٩) و(ظ١٤).

(٢) إسناده حسن، رجاله ثقات رجال الصحيح غير عاصم - وهو ابن أبي النجود - فقد روى له أصحاب السنن، وحديثه في الصحيحين مقرون، وهو صدوق حسن الحديث. أبو رَزِين: اسمه مسعود بن مالك الأسدي، وأبو يحيى: هو المعرقَب، واسمه مِصْدَع، وفي «التهذيب»: أنه مولى عبد الله بن عمرو، ويقال: مولى معاذ بن عفراء الأنصاري، والذي هنا أنه مولى ابن عَقِيل الأنصاري، قلنا: فلعل أحد الرواة حَرَّف كلمة «عفراء» إلى: عقيل، والله تعالى أعلم. شيبان: هو ابن عبد الرحمٰن النَّحْوي.

وأخرجه دون قصة ابن عباس في أوله الطبراني (١٢٧٤٠) من طريق الوليد بن مسلم، عن سفيان الثوري وشيبان، بهٰذا الإسناد. ولم يزد على قوله: «أبي يحيى» في إسناده.

وأخرجه مختصراً ابن حبان (٦٨١٧) من طريق الوليد بن مسلم، عن شيبان بن عبد الرحمٰن، عن عاصم، عن أبي رَزين، عن أبي يحيى مولى ابن عفراء، عن ابن عباس، عن النبي ﷺ في قوله: ﴿وإنه لعلم للساعة﴾، قال: «نزول عيسى ابن مريم من قبل يوم القيامة». هٰكذا جعله مرفوعاً.

وأخرجه بنحوه موقوفاً على ابن عباس الطبري ٢٥/ ٩٠ من طريق سفيان الثوري وشعبة وقيس، ثلاثتهم عن عاصم بن أبي النَّجود، به. إلا أن شعبة وقيساً لم يذكرا في =

٢٩١٩ ـ حدثنا أَبو النَّضْر، قال: حدثنا عبدُ الحميدِ، حدَّثنا شَهْر

= إسناده أبا يحيى.

وأخرجه كذلك الحاكم ٢/٤٤٨ من طريق إسرائيل، عن سماك بن حرب، عن عكرمة، به. وصحح إسناده، ووافقه الذهبي!

وأخرجه الطبري ٢٥/٩٠ من طريق عطية العَوْفي، عن ابن عباس، موقوفاً.

وأخرجه الطبري أيضاً ٢٥/٩٠ من طريق فضيل بن مرزوق، عن جابر قال: كان ابن عباس يقول: ما أدري عَلِمَ الناس بتفسير هٰذه الآية، أم لم يفطنوا لها؟ ﴿وإنه لعَلَمٌ للساعة﴾ قال: نزول عيسى ابن مريم.

قلنا: قوله تعالى: ﴿وإنه لَعَلَمٌ للساعة﴾، هٰكذا قرأ ابن عباس وغيره «عَلَم» بفتح العين واللام، وقال الطبري: اجتمعت قُرَّاء الأمصار في قراءة قوله: ﴿وإنه لَعِلْمٌ للساعة﴾ على كسر العين من العلم، وروي عن ابن عباس ما ذكرت عنه في فتحها، وعن قتادة والضحاك، والصواب من القراءة في ذٰلك الكسر في العين، لإجماع الحجة من القراء عليه.

وقال ابن الجوزي في «زاد المسير» ٧/٣٢٥: قرأ الجمهور «لَعِلْم» بكسر العين وتسكين اللام، وقرأ ابن عباس وأبو رزين وأبو عبد الرحمٰن وقتادة وحميد وابن مُحيصن بفتحهما. قال ابن قتيبة: من قرأ بكسر العين، فالمعنى أنه يُعلَم به قربُ الساعة، ومن فتح العين واللام، فإنه بمعنى العلامه والدليل. وانظر «تفسير ابن كثير» ٧/٢٢٢-٢٢٣.

قلنا: وقد تواترت الأخبار في نزول عيسى ابن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة، وللمحدث محمد أنور شاه الكَشْمِيري رحمه الله كتاب جمع فيه هٰذه الأخبار، وسماه «التصريح بما تواتر في نزول المسيح»، مطبوع بتحقيق الشيخ العلامة عبد الفتاح أبو غدة.

يضِجُّون، قال السندي: بكسر الضاد المعجمة، من أَضَجَّ أو ضَجَّ: إذا صاح، والأول أنسب، فإن الثاني يُستعمل في صياح المغلوب الذي أصابه مشقة وجَزَع، والأول بخلافه.

حدثنا عبدُ الله بنُ عباس، قال: بَيْنَما رسولُ الله ﷺ بفِنَاءِ بيته بمكةَ جالسٌ، إِذْ مرَّ به عثمانُ بنُ مَظْعُون، فَكَشَر[1] إلى رسولِ الله ﷺ، فقال له رسولُ الله ﷺ: «أَلا تَجْلِسُ؟» قال: بَلى. قال: فجَلَسَ رسولُ الله ﷺ مُسْتَقْبِلَه، فبينَما هو يُحَدِّثُه إذ شَخَصَ رسولُ الله ﷺ ببَصَرِه إلى السماءِ، فنَـظَرَ ساعةً إلى السماءِ، فأَخذ يَضَعُ بصرَهُ حتى وَضَعه على يمينِه في الأَرض، فتَحَرَّفَ رسولُ الله ﷺ عن جليسِه عثمان إلى حَيْثُ وَضَعَ بصرَه، وأخذ يُنْغِضُ رأْسَه كأنه يَسْتَفْقِهُ ما يُقَالُ له، وابن مَظْعُون يَنْظُرُ، فلما قَضَى حاجَتَه، واسْتَفْقَه ما يُقالُ له، شَخَصَ بَصَرُ رسول الله ﷺ إلى السماءِ كما شَخَصَ أَوَّلَ مرةٍ، فأَتْبَعَهُ بصرَه حتى تَوارَى في السماءِ، فأَقبل إلى عثمانَ بجِلْسَتِه الأُولى، قال: يا محمدُ، فيما كنتُ أُجالِسُك وآتيكَ، ما رأَيْتُكَ تفعلُ كفِعلك الغَدَاةَ! قال: «وما رَأَيْتَني فَعَلْتُ؟» قال: رأَيتك تَشْخَصُ بَصَرَكَ إلى السماءِ، ثم وضعتَه حيث وضعتَه على يمينِكَ، فَتَحَرَّفْتَ إليه وتـركتني، فأَخـذت تُنْغِضُ رأْسَك كأَنك تَسْتَفْقِهُ شيئاً يُقال لك. قال: «وفَطِنْتَ لذلكَ؟» قال عثمانُ: نعم. قال رسولُ الله ﷺ: «أَتاني رسولُ الله آنِفاً، وأَنتَ جالسٌ» قال: رسولُ اللهِ؟! قال: «نَعَم» قال: فما قالَ لك؟ قال: ﴿إِنَّ اللهَ يَأْمُـرُ بالعَـدْلِ والإِحْسـانِ وإِيتاءِ ذِي القُرْبَى ويَنْهَى عنِ

---

(١) في (م) و(س) و«حاشية السندي»: فتكشر. قال السندي: من الكَشْر: وهو ظهور الأسنان للضحك، وقد كاشره: إذا ضحك في وجهه وباسطه، قال أبو الدرداء: إنا لنُكْشِرُ في وجوه أقوامٍ وقلوبنا تلعنهم، علقه البخاري في «صحيحه» في الأدب: باب المداراة مع الناس.

الدُّرُّ المنثور
في
التفسير بالمأثور

لجلال الدين السيوطي
(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)

تحقيق
الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الثالث عشر

وأخرَج ابنُ مَرْدُويَه عن ابنِ عباسٍ ، أنَّ المشركين أتَوْا رسولَ اللهِ ﷺ فقالُوا له : أرأيتَ ما يُعْبَدُ[1] من دونِ اللهِ ، أين هم ؟ قال : «في النارِ» . قالوا : والشمسُ والقمرُ ؟ قال : «والشمسُ والقمرُ» . قالوا : فعيسى ابنُ مريمَ ؟ فأنزَل اللهُ : ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ﴾ .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، عن مجاهدٍ : ﴿لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ﴾ . قال : يَعْمُرون الأرضَ بدلًا منكم[2] .

وأخرَج الفريابيُّ ، وسعيدُ بنُ منصورٍ ، ومسدَّدٌ ، وعبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ أبي حاتمٍ ، [3]والحاكمُ وصحَّحه[3] ، والطبرانيُّ ، من طرقٍ عن ابنِ عباسٍ في قولِه : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : خُرُوجُ عيسى قبلَ يومِ القيامةِ[4] .

[3]وأخرَج الحاكمُ وصحَّحه ، وابنُ مردُويَه ، عن ابنِ عباسٍ ، عن النبيِّ ﷺ : ﴿وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ . قال[5] : «خروجُ عيسى[6] قبلَ يومِ القيامةِ»[3][7] .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ عن أبي هريرةَ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : خُرُوجُ

(١) في الأصل : « يعبدون » .

(٢) ابن جرير ٢٠/٦٣٠ .

(٣ - ٣) سقط من : ص ، ف١ ، م .

(٤) مسدد - كما في المطالب العالية (٤٠٩٤) - والطبراني (١٢٧٤٠) .

(٥) بعده في الأصل : « هو » .

(٦) بعده في الأصل : « بن مريم » .

(٧) الحاكم ٢/٢٥٤ .

عيسى ، يَمْكُثُ في الأرضِ أربعين سنةً ، تكونُ تلك الأربعون[1] أربعَ سنين ، يَحُجُّ ويَعْتَمِرُ .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، عن مجاهدٍ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : آيةٌ للساعةِ خُرُوجُ عيسى ابنِ مريمَ قبلَ يومِ القيامةِ[2] .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، عن الحسنِ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسى[3] .

وأخرَج عبدُ الرزاقِ ، وعبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، عن قتادةَ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نُزولُ عيسى عَلَمٌ[4] للساعةِ ، وناسٌ يقولُون : القرآن عَلَمٌ للساعةِ[5] .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ عن شيبانَ قال : كان الحسنُ يقولُ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : هذا القرآنُ .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ عن عاصمٍ ، أنه قرَأ : ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾[6] . بخَفْضِ العينِ .

٢١/٦ وأخرَج /عبدُ بنُ حميدٍ عن حمادِ بنِ سلمةَ قال : قرَأْتُها في مصحفِ أُبَيٍّ :

---

(١) في الأصل ، ص ، ف١ ، ح١ : « الأربعين » .

(٢) ابن جرير ٦٣٢/٢٠ ، ٦٣٣ .

(٣) ابن جرير ٦٣٢/٢٠ .

(٤) ليس في : الأصل .

(٥) عبد الرزاق ١٩٨/٢ ، وابن جرير ٦٣٣/٢٠ .

(٦) بعده في م : « قال : هذا القرآن » .

(وإنه لَذِكْرٌ للساعةِ)[١] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ ، من طرقٍ عن ابنِ عباسٍ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسَى[٢] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ عن مجاهدٍ : ﴿وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ ٱلَّذِى تَخْتَلِفُونَ فِيهِ﴾ . قال : من تبديلِ التوراةِ[٣] .

قولُه تعالى : ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ﴾ الآية .

أخرَج ابنُ مرْدُويَه عن أبى سعيدٍ قال : قال رسولُ اللهِ ﷺ : «تقومُ الساعةُ والرجلان يَحلُبان اللِّقْحةَ[٤] ، والرجلان يَطْويانِ الثَّوبَ» . ثم قرأ : « ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ » .

قولُه تعالى : ﴿ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾﴾ الآية .

أخرَج ابنُ مرْدُويَه عن سعدِ بنِ معاذٍ قال : قال رسولُ اللهِ ﷺ : «إذا كان يومُ القيامةِ انقَطَعَتِ الأرحامُ ، وقَلَّتِ الأسبابُ[٥] ، وذَهَبَتِ[٦] الأُخُوَّةُ إلا الأُخُوَّةَ فى اللهِ» . وذلك قولُه : ﴿ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلْمُتَّقِينَ﴾ .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، عن مجاهدٍ : ﴿ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ

---

(١) مختصر الشواذ لابن خالويه ص ١٣٨ . وهى قراءة شاذة لمخالفتها رسم المصحف .

(٢) ابن جرير ٢٠/٦٣١ ، ٦٣٢ .

(٣) ابن جرير ٢٠/٦٣٦ .

(٤) اللقحة : الناقة القريبة العهد بالنّتاج . النهاية ٤/٢٦٢ .

(٥) فى م : « الأنساب » .

(٦) فى الأصل : « قلت » .

تفسير الطبري

جامع البيان عن تأويل آي القرآن

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري
(٢٢٤هـ - ٣١٠هـ)

تحقيق
الدكتور/عبد الله بن عبد المحسن التركي
بالتعاون مع
مركز البحوث والدراسات العربية والإسلامية
بدار هجر

الدكتور/عبد السند حسن يمامة

الجزء العشرون

هجر
للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان

﴿مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ﴾ : لو شاء اللهُ لجعَل في الأرضِ ملائكةً يخلُفُ [٥٦/٤٤و] بعضُهم بعضًا .

/ حدَّثنا محمدٌ ، قال : ثنا أحمدُ ، قال : ثنا أسباطُ ، عن السديِّ : ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَٰٓئِكَةً فِى ٱلْأَرْضِ يَخْلُفُونَ﴾ . قال : خلفًا منكم[1] . ٩٠/٢٥

القولُ في تأويلِ قولِه تعالى : ﴿وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾﴾ .

اختلَف أهلُ التأويلِ في « الهاءِ » التي في قولِه : ﴿وَإِنَّهُۥ﴾ ، وما المعنيُّ بها ، ومِن ذِكْرِ ما هي ؛ فقال بعضُهم : هي مِن ذكرِ عيسى ، وهي عائدةٌ عليه . وقالوا : معنى الكلامِ : وإن عيسى ظهورَه عَلَمٌ يُعلَمُ به مجيءُ الساعةِ ؛ لأن ظهورَه مِن أشراطِها ، ونزولَه إلى الأرضِ دليلٌ على فناءِ الدنيا ، وإقبالِ الآخرةِ .

ذكرُ مَن قال ذلك

حدَّثنا ابنُ بشارٍ ، قال : ثنا عبدُ الرحمنِ ، قال : ثنا سفيانُ ، عن عاصمٍ ، عن أبي رَزِينٍ ، عن أبي[2] يحيى ، عن ابنِ عباسٍ : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : خروجُ عيسى ابنِ مريمَ[3] .

حدَّثنا ابنُ المثنى ، قال : ثنا ابنُ أبي عديٍّ ، عن شعبةَ ، عن عاصمٍ ، عن أبي

---

(١) ذكره ابن كثير في تفسيره ٧/ ٢٢٢.

(٢) سقط من : ص ، م ، ت١ ، ت٢ ، ت ٣.

(٣) تفسير الثورى ص٢٧٣ - وعنده الحسن بدلًا من عاصم ، وأخرجه الطبراني (١٢٧٤٠) من طريق سفيان به ، وأحمد ٨٥/٥ (٢٩١٨) ، والحارث بن أسامة (٧١٩ - بغية) من طريق عاصم به ، ولم يذكر « أبا رزين » .

رَزِينٍ ، عن ابنِ عباسٍ بمثلِه ، إلا أنه قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ[1] .

حدَّثني محمدُ بنُ إسماعيلَ الأَحْمَسِيُّ ، قال : ثنا غالبُ بنُ فائدٍ[2] ، قال : ثنا قيسٌ ، عن عاصمٍ ، عن أبي رَزِينٍ ، عن ابنِ عباسٍ ، أنه كان يقرأُ : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ)[3] . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ .

حدَّثنا أبو كُرَيبٍ ، قال : ثنا ابنُ عطيةَ ، عن فُضَيلِ بنِ مرزوقٍ ، عن جابرٍ ، قال : كان ابنُ عباسٍ يقولُ : ما أدْرى أعلِمَ الناسُ تفسيرَ هذه الآيةِ ، أم لم يَفْطِنوا لها ؟ (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ .

حدَّثني محمدُ بنُ سعدٍ ، قال : ثنى أبي ، قال : ثنى عمي ، قال : ثنى أبي ، عن أبيه ، عن ابنِ عباسٍ : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : يعني[4] : عيسى ابنَ مريمَ .

حدَّثني يعقوبُ ، قال : ثنا هُشَيمٌ ، قال : أخبَرنا حصينٌ ، عن أبي مالكٍ ، وعوفٌ ، عن الحسنِ أنهما قالا في قولِه : ﴿وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ . قالا : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ . وقرَأها أحدُهما : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ)[5] .

حدَّثنا محمدُ بنُ عمرٍو ، قال : ثنا أبو عاصمٍ ، قال : ثنا عيسى ، وحدَّثني الحارثُ ، قال : ثنا الحسنُ ، قال : ثنا ورقاءُ ، جميعًا عن ابنِ أبي نَجيحٍ ، عن مجاهدٍ

(١) أخرجه مسدد - كما في المطالب العالية (٤٠٩٤) من طريق شعبة به ، وأخرجه الحاكم ٢/٤٤٨ من طريق عكرمة عن ابن عباس ، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٦/٢٠ إلى الفريابي وسعيد بن منصور وعبد بن حميد وابن أبي حاتم .

(٢) في م : « قائد » ، وقد تقدم في ١٦/ ٥٩٢. وينظر الجرح والتعديل ٧/ ٤٩.

(٣) ينظر مختصر الشواذ ص ١٣٦.

(٤) في ص ، م ، ت ٢، ت٣ : « نزول» .

(٥) ذكره ابن كثير في تفسيره ٧/ ٢٢٣، وعزاه السيوطي في الدر المنثور ٦/٢٠ إلى المصنف وعبد بن حميد من قول الحسن وحده .

قولَه : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : آيةٌ للساعةِ ؛ خروجُ عيسى ابنِ مريمَ قبلَ يومِ القيامةِ[(١)] .

حدَّثنا بشرٌ ، قال : ثنا يزيدُ ، قال : ثنا سعيدٌ ، عن قتادةَ : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ عَلَمٌ للساعةِ ؛ القيامةِ[(٢)] .

/ **حدَّثنا** ابنُ عبدِ الأعلى ، قال : ثنا ابنُ ثورٍ ، عن مَعْمَرٍ ، عن قتادةَ في قولِه : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ عَلَمٌ للساعةِ[(٣)] . ٩١/٢٥

حدَّثنا محمدٌ ، قال : ثنا أحمدُ ، قال : ثنا أسباطُ ، عن السديِّ : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : خروجُ عيسى ابنِ مريمَ قبلَ يومِ القيامةِ[(٤)] .

حُدِّثت عن الحسينِ ، قال : سمعتُ أبا معاذٍ يقولُ : أخبَرنا عُبَيدٌ ، قال : سمعتُ الضحاكَ يقولُ في قولِه : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . يعني خروجَ عيسى ابنِ مريمَ ونزولَه مِن السماءِ قبلَ يومِ القيامةِ[(٥)] .

حدَّثني يونسُ ، [٤٤/٦ظ] قال : أخبَرنا ابنُ وهبٍ ، قال : قال ابنُ زيدٍ في قولِه : (وإنه لَعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسى ابنِ مريمَ عَلَمٌ للساعةِ حينَ يَنزِلُ[(٦)] .

وقال آخرون : « الهاءُ » التي في قولِه : ﴿ وَإِنَّهُۥ ﴾ مِن ذكرِ القرآنِ . وقالوا : معنى الكلامِ : وإن هذا القرآنَ لعَلَمٌ للساعةِ يُعْلِمُكم بقيامِها ، ويخبِرُكم عنها وعن أهْوالِها .

---

(١) تفسير مجاهد ص ٥٩٥، وعزاه السيوطى فى الدر المنثور ٢٠/٦ إلى عبد بن حميد .

(٢) أخرجه أبو عمرو الدانى فى السنة الواردة فى الفتن (٦٩٢) من طريق سعيد به .

(٣) أخرجه عبد الرزاق فى تفسيره ١٩٨/٢ عن معمر به ، وعزاه السيوطى فى الدر المنثور ٢٠/٦ إلى عبد بن حميد .

(٤) ذكره القرطبى فى تفسيره ١٦/ ١٠٥.

(٥) ذكره القرطبى فى تفسيره ١٠٥/١٦ ، وابن كثير فى تفسيره ٧/ ٢٢٣.

(٦) ينظر البحر المحيط ٨/ ٢٥.

ذكرُ مَن قال ذلك

حدَّثنا بشرٌ ، قال : ثنا يزيدُ ، قال : ثنا سعيدٌ ، عن قتادةَ ، قال : كان الحسنُ يقولُ : ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ : هذا القرآنُ[1] .

حدَّثنا ابنُ عبدِ الأعلى ، قال : ثنا ابنُ ثورٍ ، عن معمرٍ ، عن قتادةَ ، قال : كان ناسٌ يقولون : القرآنُ عَلَمٌ للساعةِ[2] .

واجتمعَت قرأةُ الأمصارِ في قراءةِ قولِه : ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ . على كسرِ العينِ مِن العِلمِ .

ورُوِى عن ابنِ عباسٍ ما ذكرتُ عنه من فتحِها ، وعن قتادةَ والضحاكِ .

والصوابُ مِن القراءةِ في ذلك الكسرُ في العينِ ؛ لإجماعِ الحجةِ مِن القرأةِ عليه . وقد ذُكِر أن ذلك في قراءةِ أُبَيٍّ : (وإنه لذِكْرٌ للساعةِ) ، فذلك مُصَحِّحٌ قراءةَ الذين قَرءوا بكسرِ العينِ مِن قولِه : ﴿ لَعِلْمٌ ﴾ .

وقولُه : ﴿ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ﴾ . يقولُ : فلا تَشُكُّنَّ فيها وفي مجيئِها أيُّها الناسُ .

كما **حدَّثنا** محمدٌ ، قال : ثنا أحمدُ ، قال : ثنا أسباطُ ، عن السديِّ : ﴿ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ﴾ . قال : تَشُكُّون فيها[3] .

وقولُه : ﴿ وَاتَّبِعُونِۚ ﴾ . يقولُ تعالى ذكرُه : وأطِيعون فاعمَلوا بما أمَرْتُكم به ،

---

(١) عزاه السيوطى فى الدر المنثور ٦/ ٢٠ إلى عبد بن حميد .

(٢) أخرجه عبد الرزاق فى تفسيره ٢/ ١٩٨ عن معمر به ، وعزاه السيوطى فى الدر المنثور ٦/ ٢٠ إلى عبد ابن حميد .

(٣) ذكره القرطبى فى تفسيره ١٦/ ١٠٧ بلفظ : « فلا تكذبون بها » .

فتح البيان

في مقاصد القرآن

تفسير سلفي أثري خال من الإسرائيليات والجدليات المذهبية والكلامية

يغني عن جميع التفاسير ولا تغني جميعها عنه

تأليف

السيد الإمام العلامة الملك المؤيد من الله الباري

أبي الطيب "صديق بن حسن بن علي الحسيني القنوجي البخاري"

"١٢٤٨ - ١٣٠٧هـ"

عني بطبعه وقدّم له وراجعه

خادم العلم

عبد الله بن ابراهيم الأنصاري

الجزء الثاني عشر

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾

﴿ إن هو إلا عبد أنعمنا عليه ﴾ بما أكرمناه به من النبوة ، وأنعمنا عليه برفعة المنزلة والذكر ﴿ وجعلناه مثلاً لبني اسرائيل ﴾ أي آية وعبرة لهم ، يعرفون به قدرة الله سبحانه ، فإنه كان من غير أب ، وكان يحيي الموتى ويبرىء الأكمه والأبرص ، وكل مريض بإذن الله ، فمن أين يدخل في قوله ﴿ إنكم وما تعبدون ﴾ ؟ .

أخرج ابن مردويه عن ابن عباس قال إن المشركين أتوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا أرأيت من يعبد من دون الله أين هم ؟ قال في النار ، قالوا الشمس والقمر قال والشمس والقمر قالوا فعيسى ابن مريم ؟ قال: قال الله ﴿ إن هو إلا عبد أنعمنا عليه وجعلناه مثلاً لبني اسرائيل ﴾ .

﴿ ولو نشاء لجعلنا منكم ملائكة في الأرض يخلفون ﴾ الخطاب لقريش ، أي لو نشاء لأهلكناكم ، وجعلنا بدلكم في الأرض ملائكة مكرمين يعمرونها ، ويعبدوننا ، فهذا تهديد وتخويف لقريش ، قال السمين في ﴿من﴾ هذه أقوال أحدها أنها بمعنى بدل أي لجعلنا بدلكم ، ومنه قوله تعالى ﴿ أرضيتم بالحياة الدنيا من الآخرة ﴾ أي بدلها ، والثاني وهو المشهور أنها ابتدائية وتأويل الآية عليه لولدنا منكم يا رجال ملائكة في الأرض يخلفونكم كما تخلفكم أولادكم ، كما ولدنا عيسى من أنثى دون ذكر ، ذكره الزمخشري ، والثالث أنها تبعيضية قال أبو البقاء وقيل المعنى لحولنا بعضكم ملائكة ، وقال ابن عطية لجعلنا بدلاً منكم ، ومقصود الآية

أنا لو نشاء لأسكنّا الملائكة الأرض ، وليس في إسكاننا إياهم السماء شرف حتى يعبدوا .

﴿ وإنه لعلم للساعة ﴾ قال مجاهد والضحاك والسدي وقتادة إن المراد المسيح ، وأن خروجه أي نزوله مما يعلم به قيام الساعة ، أي قربها لكونه شرطاً من أشراطها لأن الله سبحانه ينزله من السماء قبيل قيام الساعة ، كما أن خروج الدجال من أعلام الساعة ، وقال الحسن وسعيد بن جبير المراد القرآن لأنه يدل على قرب مجيء الساعة ، وبه يعلم وقتها وأهوالها وأحوالها ، وقيل المعنى أن حدوث المسيح من غير أب وإحياءه للموتى دليل على صحة البعث ، وقيل الضمير لمحمد صلى الله عليه وسلم والأول أولى .

قال ابن عباس « أي خروج عيسى ابن مريم عليه السلام قبل يوم القيامة »[١] ، وأخرجه الحاكم وابن مردويه عنه مرفوعاً ، وعن أبي هريرة نحوه أخرجه عبد بن حميد قرأ الجمهور لعلم بصيغة المصدر ، جعل المسيح علماً للساعة مبالغة ، لما يحصل من العلم بحصولها عند نزوله ، وقرأ جماعة من الصحابة بفتح العين واللام ، أي خروجه علم من أعلامها ، وشرط من شروطها ، وقرىء للعلم بلامين مع فتح العين واللام أي للعلامة التي يعرف بها قيام الساعة .

﴿ فلا تمترن بها ﴾ أي فلا تشكن في وقوعها ، ولا تكذبن بها ، فإنها كائنة لا محالة ﴿ واتبعون ﴾ قرأ الجمهور بحذف الياء وصلاً ووقفاً ، وقرىء بإثباتها وصلاً ووقفاً وقرىء بحذفها في الوصل دون الوقف أي اتبعوني فيما آمركم به من التوحيد وبطلان الشرك ، وفرائض الله التي فرضها عليكم ﴿ هذا ﴾ أي الذي آمركم به وأدعوكم إليه ﴿ صراط مستقيم ﴾ أي طريق قيم ، موصل الى الحق .

---

(١) وقد قال به ابن كثير في تفسيره .

تفسير البغوي

«معالم التنزيل»

للإمام محيي السنة أبي محمد الحسين بن مسعود البغوي

(المتوفى - ٥١٦هـ)

المجلد السابع

حققه وخرج أحاديثه

محمد عبد الله النمر عثمان جمعة ضميرية سليمان مسلم الحرش

دار طيبة للنشر والتوزيع

الرياض ـ شارع عسير ـ ص. ب : ٧٦١٢

تلفون : ٤٣٥٩٧٤٠ / ٤٣٥٤٩٢٧

وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾

عيسى ويصلي خلفه على شريعة محمد ﷺ، ثم يقتل الخنازير ويكسر الصليب، ويخرب البِيَع والكنائس، ويقتل النصارى إلّا من آمن به»[1].

أخبرنا عبد الواحد المليحي، أخبرنا أحمد بن عبد الله النعيمي، أخبرنا محمد بن يوسف، حدثنا محمد بن إسماعيل، حدثنا ابن بكير، حدثنا الليث، عن يونس، عن ابن شهاب، عن نافع مولى أبي قتادة الأنصاري أن أبا هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامُكم منكم»[2]؟

وقال الحسن وجماعة: «وإنه» يعني وإن القرآن لعلم للساعة يعلمكم قيامها، ويخبركم بأحوالها وأهوالها، **﴿فلا تَمْتَرُنَّ بها﴾**، فلا تشكنّ فيها، قال ابن عباس: لا تكذبوا بها، **﴿واتبعونِ﴾**، على التوحيد، **﴿هذا﴾**، الذي أنا عليه، **﴿صراطٌ مستقيمٌ﴾**.

﴿ولا يَصُدَّنكم﴾، لا يصرفنكم، **﴿الشيطانُ﴾**، عن دين الله، **﴿إنه لكم عدوٌ مبينٌ﴾**.

﴿ولمّا جاءَ عيسى بالبيناتِ قالَ قد جئتُكم بالحكمةِ﴾، بالنبوة، **﴿ولأُبيّنَ لكم بعضَ الذي تختلفون فيه﴾**، من أحكام التوراة، قال قتادة: يعني اختلاف الفرق الذين تحزبوا على أمر عيسى. قال الزجاج: الذي جاء به عيسى في الإنجيل إنما هو بعض الذي اختلفوا فيه، وبيّن لهم في غير الإنجيل ما احتاجوا إليه. **﴿فاتقوا الله وأطيعون﴾**.

﴿إنَّ الله هو ربي وربُكم فاعبدوه هذا صراطٌ مستقيمٌ * فاختلفَ الأحزابُ من بينهم فويلٌ للذين ظلموا من عذابِ يومٍ أليمٍ * هل ينظرون إلّا الساعةَ﴾، يعني أنها تأتيهم لا محالة فكأنهم ينتظرونها، **﴿أنْ تأتيَهُم بغتةً﴾**، فجأة، **﴿وهم لا يشعرون﴾**.

(1) انظر: أبو داود في الملاحم، باب: خروج الدجال: ١٧٧/٦، مسند الإمام أحمد: ٤٠٦/٢، ٤٣٧.

(2) أخرجه البخاري في الأنبياء، باب: نزول عيسى بن مريم عليهما السلام: ٤٩١/٦، ومسلم في الأنبياء، باب نزول عيسى ابن مريم حاكماً بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم برقم: (١٥٥): ١٣٦/١، والمصنف في شرح السنة: ٨٢/١٥.

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ۝٥٩ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝٦٠ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا

أخبرنا أبو سعيد الشريحي، أخبرنا أبو إسحاق الثعلبي، أخبرنا أبو بكر عبد الرحمن بن عبد الله الحمشاوي، أخبرنا أحمد بن جعفر بن **حمدان القطيعي**، حدثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثني أبي، حدثنا عبد الله بن نمير، حدثنا حجاج بن دينار الواسطي، عن أبي غالب عن أبي أمامة قال: قال رسول الله ﷺ: «ما ضلّ قوم بعد هدىً كانوا عليه إلّا أُوتوا الجَدَل»، ثم قرأ: «ما ضربوه لك إلّا جدلاً بل هم قوم خَصِمُون»[1].

ثم ذكر عيسى فقال: ﴿**إنْ هُوَ**﴾، **ما هو**، يعني عيسى عليه السلام، ﴿**إلّا عبدٌ أنعمنا عليه**﴾، بالنبوة، ﴿**وجعلناه مثلاً**﴾ آية وعبرة، ﴿**لبني إسرائيل**﴾، يعرفون به قدرة الله عزّ وجلّ على ما يشاء حيث خلقه من غير أب.

﴿**ولو نشاءُ لجعلنا منكم ملائكةً**﴾، أي ولو نشاء لأهلكناكم وجعلنا بدلاً منكم ملائكة، ﴿**في الأرض يَخْلُفون**﴾، يكونون **خلفاً** منكم يعمرون الأرض ويعبدونني ويطيعونني. وقيل: يخلف بعضهم بعضاً.

﴿**وإنّه**﴾، يعني عيسى عليه السلام، ﴿**لَعِلْمٌ للساعةِ**﴾، يعني نزوله من أشراط الساعة يعلم به قربها، وقرأ ابن عباس وأبو هريرة وقتادة: «وإنه لَعَلَمٌ للساعة» بفتح اللام والعين أي أمارة وعلامة.

وروينا عن النبي ﷺ: «لَيُوشكنّ أن ينزل فيكم ابن مريم حَكماً عادلاً يكسر الصليب، ويقتل الخنزير ويضع الجزية، وتهلك في زمانه الملل كلها إلّا الإسلام»[2].

ويُروى: «أنه ينزل على ثنية بالأرض المقدسة، وعليه ممصرتان[3]، وشعر رأسه دهين، وبيده حربة وهي التي يقتل بها الدجال، فيأتي بيت المقدس والناس في صلاة العصر، فيتأخر الإمام **فيقدّمه**

(1) أخرجه الترمذي في التفسير (تفسير سورة الزخرف): ٩/١٣٠-١٣١ وقال: «هذا حديث حسن صحيح، إنما نعرفه من حديث حجاج بن دينار، وحجاج ثقة مقارب الحديث، وأبو غالب اسمه حزوّر»، وابن ماجه في المقدمة، باب: اجتناب البدع والجدل برقم: (٤٨): ١/١٩، والإمام أحمد: ٥/٢٥٢-٢٥٦، والحاكم: ٢/٤٤٨ وقال: «حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة: ١/١١٤، وابن أبي عاصم في السنة: ١/٤٨، وحسَّن الألباني إسناده، وعزاه السيوطي في الدر المنثور: ٧/٣٨٥-٣٨٦ لعبد بن حميد وسعيد بن منصور وابن المنذر والطبراني وابن مردويه والبيهقي في شعب الإيمان.

(2) أخرجه البخاري في الأنبياء، باب: نزول عيسى بن مريم عليهما السلام: ٦/٤٩٠-٤٩١ ومسلم في الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم حاكماً بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم برقم: (١٥٥) ١/١٣٥، والمصنف في شرح السنة: ١٥/٨٠.

(3) تثنية ممصَّرة وهي الثياب التي فيها صفرة خفيفة.

الدُّرُّ المنثور في التفسير بالمأثور

لجلال الدين السيوطي

(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)

تحقيق

الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي

بالتعاون مع

مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الثالث عشر

الطبعة الأولى

القاهرة ١٤٢٤هـ - ٢٠٠٣م

مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية

الدكتور/ عبد السند حسن يمامة

مكتب : ٤ش ترعة الزمر - المهندسين
ت : ٣٢٥٢٥٧٩ - ٣٢٥١٠٢٧
فاكس : ٣٢٥١٧٥٦

عيسى ، يَمْكُثُ فى الأرضِ أربعين سنةً ، تكونُ تلك الأربعون[1] أربعَ سنين ، يَحُجُّ ويَعْتَمِرُ .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، عن مجاهدٍ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : آيةٌ للساعةِ خُرُوجُ عيسى ابنِ مريمَ قبلَ يومِ القيامةِ[2] .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، عن الحسنِ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسى[3] .

وأخرَج عبدُ الرزاقِ ، وعبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، عن قتادةَ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نُزولُ عيسى عَلَمٌ[4] للساعةِ ، وناسٌ يَقولُون : القرآن عَلَمٌ للساعةِ[5] .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ عن شيبانَ قال : كان الحسنُ يَقولُ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : هذا القرآنُ .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ عن عاصمٍ ، أنه قرَأ : ﴿ وَإِنَّهُۥ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾[6] . بخَفْضِ العينِ .

٢١/٦ وأخرَج /عبدُ بنُ حميدٍ عن حمادِ بنِ سلمةَ قال : قرَأْتُها فى مصحفِ أُبَيٍّ :

---

(١) فى الأصل ، ص ، ف١ ، ح١ : « الأربعين » .

(٢) ابن جرير ٦٣٢/٢٠ ، ٦٣٣ .

(٣) ابن جرير ٦٣٢/٢٠ .

(٤) ليس فى : الأصل .

(٥) عبد الرزاق ١٩٨/٢ ، وابن جرير ٦٣٣/٢٠ .

(٦) بعده فى م : « قال : هذا القرآن » .

(وإنه لَذِكْرٌ للساعةِ)[١] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ ، من طرقٍ عن ابنِ عباسٍ : (وإنَّه لعَلَمٌ للساعةِ) . قال : نزولُ عيسَى[٢] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ عن مجاهدٍ : ﴿وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ ٱلَّذِى تَخْتَلِفُونَ فِيهِ﴾ . قال : من تبديلِ التوراةِ[٣] .

قولُه تعالى : ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ﴾ الآية .

أخرَج ابنُ مرْدُويَه عن أبى سعيدٍ قال : قال رسولُ اللهِ ﷺ : «تقومُ الساعةُ والرجلان يَحْلُبان اللِّقْحَةَ[٤] ، والرجلان يَطْوِيانِ الثَّوبَ» . ثم قرَأ : « ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ » .

قولُه تعالى : ﴿ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾﴾ الآية .

أخرَج ابنُ مرْدُويَه عن سعدِ بنِ معاذٍ قال : قال رسولُ اللهِ ﷺ : «إذا كان يومُ القيامةِ انقطَعَتِ الأرحامُ ، وقَلَّتِ الأسبابُ[٥] ، وذَهَبَتِ[٦] الأُخُوَّةُ إلا الأُخُوَّةَ فى اللهِ» . وذلك قولُه : ﴿ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا ٱلْمُتَّقِينَ﴾ .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، عن مجاهدٍ : ﴿ٱلْأَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ

(١) مختصر الشواذ لابن خالويه ص ١٣٨ . وهى قراءة شاذة لمخالفتها رسم المصحف .
(٢) ابن جرير ٦٣١/٢٠ ، ٦٣٢ .
(٣) ابن جرير ٦٣٦/٢٠ .
(٤) اللقحة : الناقة القريبة العهد بالنِّتاج . النهاية ٢٦٢/٤ .
(٥) فى م : « الأنساب » .
(٦) فى الأصل : « قلت » .

محققه عن نسخة خطية كاملة، وعن مطبوعة الشعب وأكثر من عشر نسخ خطية أخرى يستوعب مجموعها التفسير كله.

تفسير القرآن العظيم

للحافظ

أبي الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي

(٧٠٠ - ٧٧٤هـ)

تحقيق

سامي بن محمد السلامة

الجزء السابع

الصافات - الواقعة

دار طيبة للنشر والتوزيع

خَصِمُونَ﴾[١].

وقوله: ﴿إِنْ هُوَ إِلاَّ عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ يعنى: عيسى، عليه السلام، ما هو إلا عبد [من عباد الله][٢] أنعم الله عليه بالنبوة والرسالة، ﴿وَجَعَلْنَاهُ مَثَلاً لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ أى: دلالة وحجة وبرهانا على قدرتنا على ما نشاء.

وقوله: ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم﴾ أى: بدلكم [٣] ﴿مَّلائِكَةً فِي الأَرْضِ يَخْلُفُونَ﴾، قال السدى: يخلفونكم فيها. وقال ابن عباس، وقتادة: يخلف بعضهم بعضا، كما يخلف بعضكم بعضا. وهذا القول يستلزم الأول. وقال مجاهد: يعمرون الأرض بدلكم.

وقوله: ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾: تقدم تفسير ابن إسحاق: أن المراد من ذلك: ما بُعث به عيسى، عليه السلام، من إحياء الموتى وإبراء الأكمه والأبرص، وغير ذلك من الأسقام. وفى هذا نظر. وأبعد منه ما حكاه قتادة، عن الحسن البصرى وسعيد بن جبير: أى الضمير فى ﴿وَإِنَّهُ﴾، عائد على القرآن، بل الصحيح أنه عائد على عيسى [عليه السلام][٤]، فإن السياق فى ذكره، ثم المراد بذلك نزوله قبل يوم القيامة، كما قال تبارك وتعالى: ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ أى: قبل موت، عيسى، عليه الصلاة والسلام، ثم ﴿وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ [النساء:١٥٩]، ويؤيد هذا المعنى القراءة الأخرى: «وإنه لعَلَم للساعة» أى: أمارة ودليل على وقوع الساعة، قال مجاهد: ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ أى: آية للساعة خروج عيسى ابن مريم قبل يوم القيامة. وهكذا روى عن أبى هريرة [رضى الله عنه][٥]، وابن عباس، وأبى العالية، وأبى مالك، وعكرمة، والحسن، وقتادة، والضحاك، وغيرهم.

وقد تواترت الأحاديث عن رسول الله ﷺ، أنه أخبر بنزول عيسى [ابن مريم][٦]، عليه السلام، قبل يوم القيامة إمامًا عادلا، وحكما مقسطا.

وقوله: ﴿فَلا تَمْتَرُنَّ بِهَا﴾ أى: لا تشكوا [٧] فيها، إنها واقعة وكائنة لا محالة، ﴿وَاتَّبِعُونِ﴾ أى: فيما أخبركم به ﴿هَذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ. وَلا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ﴾أى: عن اتباع الحق ﴿إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ. وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ﴾ أى: بالنبوة ﴿وَلأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ﴾.

قال ابن جرير: يعنى من الأمور الدينية لا الدنيوية[٨]. وهذا الذى قاله حسن جيد، ثم رد قول من زعم أن «بعض» هاهنا بمعنى «كل»، واستشهد بقول لبيد الشاعر:

---

(١) تفسير الطبرى (٢٥/ ٥٣).
(٢) زيادة من ت، م.
(٣) فى ت: «بدلا منكم».
(٤، ٥) زيادة من ت.
(٦) زيادة من ت، م.
(٧) فى ت، م، أ: «تشكون».
(٨) تفسير الطبرى (٢٥/ ٥٥).

* ایک طرف حضرت ابن عباسؓ سے منقول ممیتک بخاری

دوسری طرف نزول وانہ لعلم للساعۃ   الزخرف - 62   غیر احمدی 61

* جیسے ہم وفات بھی مانتے ہیں اور نزول بھی یعنی جو وفات پا گیا اسی کا ہی نزول نہیں بلکہ آنے والے کو اسکا نام دیا گیا کیونکہ موت کے بعد واپسی نہیں ہاں کسی اور آنے والے کو بے شک وہی نام دیا گیا جیسے یہودی بھی ایلیاہ کو آسمان پر مانتے تھے ان سے وعدہ بھی تھا کہ وہ ایلیاہ کے مگر بھیجا یوحنا[ؑ] کو اور عیسیٰؑ نے بھی اسکا انکار نہیں کیا بلکہ یہی کہا کہ وہ ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی یوحناؑ ہے اور جب خود یوحناؑ سے پوچھا گیا تو انہوں نے انکار کیا کہ وہ ایلیاہ نہیں حضرت عیسیٰؑ اپنے قول میں سچے تھے اور حضرت یوحناؑ اپنے انکار میں اسلئے کہ یہ اس عقیدہ کا رد تھا کہ وہی پہلے والا ایلیاہ میں نہیں اور حضرت عیسیٰ انہیں مثیل کے طور پر پیش کرنے میں سچے

اسی طرح دیگر مثالیں

حاتم طائی سخا   دلیپ کمار شبیہ

لويس معلوف

الطبعة الجديدة

طبعة مزدانة باربعين لوحة ملونة

وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان
بحمد الله طبع كتاب مفيد في نقد الرجال الذي لنقاد فن الرجال أعني
ميزان الاعتدال
في نقد الرجال
باهتمام المولوي محمد خادم حسين العظيم آبادي سلمه ذو الأيادي

[illegible] التستري وهو ثقة قال فيه ابن ابي حاتم صدوق وقال ابو الحسين بن المنادي
كان مجلسه يحزر باكثر من مائة الف انسان قلت وكان من ائمة السنة قوالا بالحق احتج به البخاري عاصم
بن عمر بن قتادة المدني احد علماء التابعين وثقه ابن معين وابو زرعة وقال عبد الحق وضعفه غيرهما فرد هذا
عليه ابن القطان وقال وصدق لم يعرف احد ضعفه عاصم بن عمر بن حفص العمري اخو عبيد الله وعبد الله روى
عن عبد الله بن دينار وعاصم بن عبيد الله وعنه ابن وهب واسمعيل بن ابي اويس وجماعة ضعفه احمد وقال
البخاري منكر الحديث وقال ابن حبان لا يجوز الاحتجاج به وقال النسائي متروك عبد الله بن نافع الصائغ
عن عاصم بن عمر عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم سابق بين الخيل وجعل بينهما
سبقا وجعل بينهما محللا وقال لا سبق الا في نصل وحافر عبد الله بن نافع عن عاصم بن عمر عن عبد الله عن ابن
عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من لبد راسه فقد وجب عليه الحلق وبه انا اول من تنشق عنه الارض
ثم ابو بكر ثم عمر الحديث وبه مرفوعا انما هذه ثم عليكن بظهور الحصر قال ابن عدي احاديثه حسان على ضعفه
ق عاصم بن عمر بن عروة ليس بمعروف ت عاصم بن عمرو عن علي لا يعرف وقال عاصم بن عمر ما روى
عنه سوى عمرو بن سليم الزرقي قيل وثقه النسائي وصحح خبره [illegible] في فضل المدينة ق عاصم
ابن حميد البجلي عن ابي امامة الباهلي وعنه فرقد السبخي وغيره لا باس به ان شاء الله وهم [illegible]
قال ابن ابي حاتم سالت ابي عنه فقال صدوق كتبه البخاري في كتاب الضعفاء فسمعت ابي يقول يحول من هناك عاصم
بن كليب الجرمي الكوفي عن ابيه كليب بن شهاب وابي بردة وجماعة وعنه شعبة وعلي بن عاصم وطائفة وكان من
العباد الاولياء لكنه مرجي وثقه يحيى بن معين وغيره وقال ابن المديني لا يحتج بما انفرد به وقال ابو حاتم صالح قال
توفي سنة سبع وثلثين ومائة عاصم بن لقيط بن صبرة عن ابيه ما روى عنه سوى اسمعيل بن كثير المكي قال النسائي
ثقة وقيل يروي ولهم عن ابيه عنه عاصم بن مخلد عن ابي الاشعث الصنعاني لا يعرف تفرد عنه قزعة بن سويد له
عن ابي الاشعث عن شداد بن اوس مرفوعا من قرض ثلث اشعار بعد العشاء لم يقبل الله له صلوة تلك الليلة عاصم
ابن مضرس عن سفيان الثوري قال ابو حاتم منكر الحديث وقال العقيلي حديثه غير محفوظ ع عاصم بن
ابي النجود احد السبعة القراء هو عاصم بن بهدلة الكوفي مولى بني اسد ثبت في القراءة وهو في الحديث دون الثبت
صدوق يهم قال يحيى القطان ما وجدت رجلا اسمه عاصم الا وجدته ردي الحفظ وقال النسائي ليس بحافظ
وقال الدارقطني في حفظ عاصم شيء وقال ابو حاتم محله الصدق وقال ابن خراش في حديثه نكرة قلت هو حسن
الحديث وقال احمد وابو زرعة ثقة قلت خرج له الشيخان لكن مقرونا بغيره لا اصلا وانفرادا توفي في اخر سنة سبع
وعشرين ومائة يحيى القطان سمعت شعبة يقول ثنا عاصم بن ابي النجود وفي النفس ما فيها ابن عيينة ثنا عاصم عن

ميزان الاعتدال

في نقد الرجال

تأليف

الإمام الحافظ شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي

المتوفى سنة ٧٤٨ هـ

ويليه

ذيل ميزان الاعتدال

للإمام أبي الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي

المتوفى سنة ٨٠٦ هـ

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ علي محمد معوض — الشيخ عادل أحمد عبد الموجود

شارك في تحقيقه

الأستاذ الدكتور عبد الفتاح أبو سنة

خبير التحقيق بمجمع البحوث الإسلامية

وعضو المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية

الجزء الرابع

المحتوى:

عاصم - عبد

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

الطَبعَة الأولى

١٤١٦هـ - ١٩٩٥م.

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

العنوان : رمل الظريف، شارع البحتري، بناية ملكارت
تلفون وفاكس : ٣٦٤٣٩٨ - ٣٦٦١٣٥ - ٦٠٢١٣٣ (١ ٩٦١)٠٠
صندوق بريد: ٩٤٢٤ - ١١ بيروت - لبنان

DAR al-KOTOB al-ILMIYAH

Beirut - Lebanon

Address : Ramel al-Zarif, Bohtory st., Melkart bldg., 1st Floore.
Tel. & Fax : 00 (961 1) 60.21.33 - 36.61.35 - 36.43.98
P.O.Box : 11 - 9424 Beirut - Lebanon

* اسی جگہ دوسری میزان کا حوالہ لگاتا ہے جلد 2 صفحہ 352
دیکھیں (من السماد) وہاں موجود ہے

٤٠٧١ [٤٤٠١] ـ عَاصِمُ بنُ مَخْلَدٍ[١]. عن أبي الأشعث الصنعاني. لا يُعرف. تفرّد عنه قَزَعة بن سُويد.

له: عن أَبِي الأَشْعَث، عن شداد بن أوس ـ مرفوعاً: مَنْ قرض بيت شعر بعد العشاء لم يقبل[٢] [الله][٣] له صلاةً تلك الليلة[٤].

٤٠٧٢ [٤٤٠٢] ـ عَاصِمُ بنُ[٥] مُضَرِّسٍ[٦]. عن سفيان الثوري.

قال أَبُو حَاتِمٍ: منكر الحديث.

وقال العُقَيْلي: حديثه غير محفوظ.

٤٠٧٣ [٣٤٢٨ ت] ـ عَاصِمُ بنُ أَبِي النُّجُودِ [٧] (عو، خ، م قرنه). أحد [٨] السبعة القرّاء. هو عاصم بن بَهْدَلَةَ الكُوفِيُّ مَوْلَىٰ بَنِي أَسَدٍ، ثبت في القراءة، وهو في الحديث دون الثبت صدوقٌ يَهِمُ.

---

(١) ينظر: تعجيل المنفعة: ٥٠٢، الجرح والتعديل: ٦/ ٣٥٠، الثقات: ٧/ ٢٥٨.

(٢) في ب: لم تقبل له.

(٣) سقط في ب.

(٤) أخرجه أحمد في المسند ٤/ ١٢٥ وذكره الهيثمي في الجمع ١/ ٣١٥، ٨/ ١٢٢ وابن أبي حاتم في العلل برقم (٢٢٨٥) وذكره الحافظ في القول المسدد (٢٩) والشوكاني في الفوائد (٢٩٢) وابن الجوزي في الموضوعات ١/ ٢٦١ والسيوطي في اللآلىء ١/ ١١٣ وذكره وأخرجه العقيلي في الضعفاء ٣/ ٣٣٩ وذكره ابن عراق في تنزيه الشريعة ٢/ ٢٦٦ وعزاه للعقيلي من حديث شداد بن أوس، وفيه قزعة بن سويد مضطرب الحديث كثير الخطا. عن عاصم بن مخلد مجهول (تعقب) بأن الحديث في مسند أحمد من هذا الوجه، وقال الهيثمي في المجمع: قزعة وثقه ابن معين وضعفه غيره وبقية رجاله وثقوا، وقال الحافظ ابن حجر في القول المسدد: ليس في شيء مما ذكره أبو الفرج ما يقضي بالوضع، وعاصم ليس بمجهول بل ذكره ابن حبان في الثقات ولم ينفرد به بل تابعه عبد القدوس بن حبيب أخرجه البغوي في الجعديات (قلت) لا عبرة بمتابعة عبد القدوس لأنه رمي بالكذب والوضع والله أعلم، وقزعة حاصل كلامهم فيه أن حديثه في مرتبة الحسن، وورد من حديث ابن عمر أورده ابن أبي حاتم في العلل من طريق موسى بن أيوب عن الوليد بن مسلم عن الوليد بن أبي السائب قال: سمعت أبا الأشعث قال سمعت عبد الله بن عمر فذكره، ونقل عن أبيه أن الصواب وقفه، وأن موسى أخطأ في رفعه انتهى ملخصاً وذكر في اللسان أن حديث ابن عمر الموقوف أخرجه محمد بن نصر المروزي في كتاب الصلاة، عن إسحاق وهو ابن راهويه عن الوليد بن مسلم بسنده السابق.

(٥) المغني ١/ ٣٢٢، الجرح والتعديل: ٦/ ٣٥١، الضعفاء الكبير ٣/ ٣٣٨.

(٦) في اللسان: بن مضر.

(٧) ينظر: تهذيب الكمال: ٢/ ٦٤٠، تهذيب التهذيب: ٥/ ٥٨ (٩٥)، تقريب التهذيب: ١/ ٣٨٦ (٣١) خلاصة تهذيب الكمال: ٢/ ٢٠، تاريخ البخاري الكبير: ٦/ ٤٨٧، تاريخ البخاري الصغير: ٢/ ٩، الوافي بالوفيات: ١٦/ ٥٧٢، طبقات ابن سعد: ٥/ ٣٠١، ٦/ ٢٢٦، الثقات: ٧/ ٢٥٦.

(٨) في ب: أحد الأئمة السبعة.

قال يَحْيَى القَطَّانُ: ما وجدتُ رجلاً اسمه عاصم إلاّ وجدته رديء الحفظ.

وقال النَّسَائِيّ: ليس بحافظ.

وقال الدَّارَقُطْنِيُّ: في حِفْظ عاصم شيء.

وقال أَبُو حَاتِم: محلّه الصدق.

وقال ابنُ خِرَاشٍ: في حديثه نكرة.

قلت: هو حسن الحديث.

وقال أَحْمَدُ وأَبُو زُرْعَةَ: ثقة.

قلت: خرّج له الشيخان لكن مقروناً بغيره لا أَصْلاً وانفراداً.

توفي في آخر سنة سبع وعشرين ومائة.

يَحْيَى القَطَّانُ، سمعت شعبة يقول: حدثنا عاصم بن أبي النجود ـ وفي النفس ما فيها.

ابن عُيَيْنَةَ، حدثنا عاصم عن زِرّ، قال لي عَبْدالله: هل تدري يا زِرّ ما الحفَدة؟ قلت: نعم، هن حفدة الرجل من ولده وولد ولده. قال: لا، ولكنهم الأصهار. قال عاصم: فقال لي الكلبي: أصاب زر، وكذب الكلبي؛ لعمر الله.

وقال أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلَ: كان ثقة، أنا أختار قراءته.

وقال ابنُ سَعْدٍ: ثقة إلاّ أنه كثير الخطأ في حديثه.

وقال أَبُو حَاتِمٍ: ليس محله أن يقال ثقة.

٤٠٧٤ [٤٤٠٠] ـ عَاصِمُ بنُ مُهَاجِرٍ الكَلاَعِيُّ[١]. روى عنه أبو اليمان. عن أبيه، أو عن أنس ـ مرفوعاً: الخطُّ الحسن يزيد الحقَّ وضوحاً[٢]. هذا خبر منكر.

٤٠٧٥ [٣٤٢٩ ت] ـ عَاصِمُ بنُ هِلاَلٍ البَارِقِي[٣] (س). عن أيوب وجماعة. وعنه ابن المديني، والفلاّسُ.

قال أَبُو دَاود: [ليس به بأس][٤].

---

(١) ينظر اللسان ٢/ ٣٥٨.

(٢) ذكره المتقي الهندي في الكنز (٢٩٣٠٤) وعزاه للديلمي في مسند الفردوس.

(٣) ينظر: تهذيب الكمال: ٢/ ٦٤١، تهذيب التهذيب: ٥/ ٥٨، تقريب التهذيب: ١/ ٣٨٦ (٣٣)، خلاصة تهذيب الكمال: ٢/ ٢٠، الكاشف: ٢/ ٥٣، تاريخ البخاري الكبير: ٧/ ٣٤٨، الجرح والتعديل: ٦/ ١٩٣٨، الثقات: ٧/ ٥٧، تاريخ الدوري: ٢/ ٢٨٤، علل ابن المديني: ٨٦، علل أحمد: ١/ ١٤٢، المجروحين لابن حبان: ٢/ ١٢٩، سؤالات البرقاني للدارقطني: ت ٣٤٠، ديوان الضعفاء: ت ٢٠٤٣، المغني: ت ٢٩٩٦، أبو زرعة الرازي: ٥٣٦.

(٤) سقط في ب.

الحمد لله الذى وفقنا و يسر لنا طبع

الجزء العاشر

من كتاب

تهذيب التهذيب

للامام الحافظ الحجة شيخ الاسلام شهاب الدين

ابي الفضل احمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة (٨٥٢) رحمه الله تعالى

بمنه وكرمه آمين

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند

بمحروسة حيدر آباد الدكن عمرها الله الى اقصى الزمن

سنة (١٣٢٧) هجرية

ابراهيم بن جنيد عن يحيى بن معين ليس به بأس ۰ قال ابن المديني قلت ليحيى ابن سعيد تعرف هذا الشيخ قال لا لقيته في طريق وقال ابن خزيمة ثقة

(٢٩٨) تمييز - المشمعل بن ملحان الطائي الضبي الكوفي نزيل بغداد ۰ روى عن محمد بن عمرو بن علقمة والنضر بن ابي عمر الخزاز وصالح بن حيان وعبد الملك بن هارون بن عنترة ومحمد بن عبيد الله العرزمي والحجاج بن ارطاة وغيرهم ۰ روى عنه ابو العوام الرياحي وبشر بن آدم الضرير ومهدي ابن حفص وابو ابراهيم الترجماني واسحاق بن ابي اسرائيل وغيرهم ۰ قال ابراهيم بن الجنيد عن ابن معين ما ارى كان به بأس وقال الدارقطني ضعيف وذكره ابن حبان في الثقات

الميم مع الصاد

من اسمه مصدع ومصرف

(٢٩٩) م ٤ - مصدع (١) ابو يحيى الاعرج المعرقب مولى عبد الله بن عمرو يقال مولى معاذ بن عفراء ۰ روى عن علي والحسن وابن عباس وابن عمرو بن العاص وعائشة ۰ وعنه سعد بن اوس العدوي وسعيد بن ابي الحسن البصري وعمار الدهني وشمر بن عطية وابو رزين الاسدي وهلال بن يساف ۰ قال ابو حاتم مصدع ابو يحيى الاعرج الانصاري يقال مولى ابن عفراء وكذا قال احمد وقال ابن المديني سمعت ابن عيينة قال عمار الدهني كان مصدع عالما بابن عباس ۰ قلت انما قيل له المعرقب لان الحجاج او بشر بن مروان عرض عليه سب

---

(١) مصدع بكسر اوله وسكون ثانيه وفتح ثالثه والمعرقب في الخلاصة بفتح القاف ١٢ المصحح

على فابى فقطع عرقوبه . قال ابن المدينى قلت لسفيان في اى شىء عرقب قال في التشيع قال على وهو الذى مر به ابن ابي طالب وهو يقص فقال تعرف الناسخ والمنسوخ قال لا قال هلكت واهلكت وقد ذكره الجوزجانى في الضعفاء فقال زائغ جائر عن الطريق يريد بذلك ما نسب اليه من التشيع والجوزجانى مشهور بالنصب والانحراف فلا يقدح فيه قوله وقال ابن حبان في الضعفاء كان يخالف الاثبات في الروايات وينفرد بالمناكير .

(٣٠٠) د ـ مصرف بن عمرو بن السري (١) اليامى الهمداني ابو القاسم ويقال ابو عمرو . روى عن يونس بن بكير وابى سعد الصغانى وعبدالله بن ادريس وابي اسامة وغيرهم . قال ابو زرعة كوفى ثقة وقال مطين مات سنة اربعين ومائتين وذكره ابن حبان فى الثقات . قلت . ثم حكى عن ابيه احمد ابن مصرف انه يكنى ابا بكير .

(٣٠١) د ـ مصرف بن عمرو بن كعب ويقال مصرف بن كعب بن عمرو اليامي الكوفي . روى حديثه طلحة بن مصرف عن ابيه عن جده وقد سبق الكلام عليه في ترجمة كعب بن عمرو اليامى الكوفى . روى حديثه طلحة بن مصرف .

من اسمه مصعب

(٣٠٢) د س ق ـ مصعب بن ثابت بن عبدالله بن الزبير بن العوام الاسدى ارسل عن جده وروى عن ابيه وعمه عامر وابن عم ابيه عكاشة بن مصعب وابن عم ابيه الآخر هشام بن عروة ونافع مولى ابن عمرو ابن المنكدر وعطاء ابن ابي رباح وابي حازم بن دينار واسمعيل بن محمد بن سعد وجماعة . وعنه ابنه

(١) السري بتشديد الراء واليامى بالتحتانية ١٢ تقريب عبدالله

ميزان الاعتدال

في نقد الرجال

تأليف

الإمام الحافظ شمس الدين محمد بن أحمد الذهبي

المتوفى سنة ٧٤٨ هـ

ويليه

ذيل ميزان الاعتدال

للإمام أبي الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقي

المتوفى سنة ٨٠٦ هـ

دراسة وتحقيق وتعليق

الشيخ علي محمد معوض — الشيخ عادل أحمد عبد الموجود

شارك في تحقيقه

الأستاذ الدكتور عبد الفتاح أبو سنة

خبير التحقيق بمجمع البحوث الإسلامية

وعضو المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية

الجزء الخامس

المحتوى:

عبيد الله ـ ليث

دار الكتب العلمية

بيروت ـ لبنان

٦٦٥٣ [٦٥٢٩] - غَالِبُ بْنُ غَزْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ[١]. عن صدقة بن يزيد. ما حدث عنه سوى هشام بن عمار.

٦٦٥٤ [٦٥٣٠] - غَالِبُ بْنُ فَائِدٍ[٢]. عن سُفيان الثوري.

قال أَبُو حَاتِمٍ: لا بأس به.

وقال الأَزْدِيُّ: يتكلمون فيه.

وقال العُقَيْلِيُّ: يخالف في حديثه. روى عنه سهل بن عثمان العسكري.

قلت: وهم في إسناد.

٦٦٥٥ [٦٥٣١] - غَالِبُ بْنُ قُرَّانَ[٣]. شيخ. حدّث عنه نَصْر بن علي.

قال الأزدي: مجهول ضعيف[٤].

٦٦٥٦ [٦٥٣٢] - غَالِبُ بْنُ هِلَالٍ التِّرْمِذِيُّ[٥]. عن الأعمش.

قال الأزدي: ضعيف.

٦٦٥٧ [٦٥٣٣] - غَالِبُ بْنُ وَزِيرٍ[٦]. عن ابن وهب بحديث باطل. وكان مِن أهل غَزَّة قَلّ ما روى.

غَانِمٌ، غَزَالٌ

٦٦٥٨ [٦٥٣٤] - غَانِمُ بْنُ أَحْوَص[٧]. عن أبي صالح السمان.

قال الدَّارَقُطْنِيُّ: ليس بالقوي.

٦٦٥٩ [٦٥٣٥] - غَانِمُ بْنُ أَبِي غَانِمِ بن الأَحْوَصِ[٨]، هو الذي قبله إن شاء الله. روى عنه الواقدي. مجهول.

٦٦٦٠ [٦٥٣٧] - غزالُ بْنُ مَحَمَّد[٩]. عن محمد بن جحادة. لا يُعرف، وخبره منكر في الحجامة.

---

(١) ينظر: المغني ٢/ ٥٠٥.

(٢) ينظر: المغني ٢/ ٥٠٥، الضعفاء والمتروكين ٢/ ٢٤٥ الضعفاء الكبير ٣/ ٤٣٤، الجرح والتعديل: ٤٩/٧.

(٣) ينظر: المغني ٢/ ٥٠٥، الضعفاء والمتروكين ٢/ ٢٤٥ الجرح والتعديل: ٦/ ٤٩.

(٤) وقال الحافظ: قال العجلي ثقة حكاه الداني.

(٥) ينظر: المغني ٢/ ٥٠٥، الضعفاء والمتروكين ٢/ ٢٤٥.

(٦) الضعفاء الكبير ٣/ ٤٣٤، ديوان الضعفاء ٣٣٢٢، المغني ٤٨٦٠، ثقات ٩/ ٣، تنزيه الشريعة ١/ ٩٥، الإكمال ٧/ ١٤٣، دائرة الأعلمي ٢٣/ ١٢٩.

(٧) ينظر: المغني ٢/ ٥٠٥، الضعفاء والمتروكين ٢/ ٢٤٥.

(٨) ينظر: المغني ٢/ ٥٠٥، الجرح والتعديل: ٧/ ٥٩.

(٩) ينظر: المغني ٢/ ٥٠٥.

كتاب الضعفاء

ومن نسب إلى الكذب ووضع الحديث
ومن غلب على حديثه الوهم
ومن يتهم في بعض حديثه
ومجهول روى ما لا يتابع عليه
وصاحب بدعة يغلو فيها ويدعو إليها
وإن كانت حاله في الحديث مستقيمة

تأليف
أبي جعفر محمد بن عمرو بن موسى بن حماد العقيلي
(... - ٣٢٢هـ)

تحقيق
حمدي بن عبد المجيد بن إسماعيل السلفي

الجزء الثالث

دار الصميعي
للنشر والتوزيع

هذا يروى، عن خريم بن فاتك، بإسناد صالح من غير هذا الوجه[1].

١٤٨١ ـ غالب بن وزير الغزي[2]:

عن ابن وهب حديثه منكر لا أصل له، ولم يأت به عن ابن وهب غيره ولا يعرف إلا به.

حدثناه محمد بن أحمد بن الوليد الكرامشي، حدثنا غالب بن وزير بغزة، حدثنا ابن وهب، عن معاوية بن صالح، عن أبي الزاهرية، عن جبير بن نفير، عن معاذ بن جبل، قال: قال رسول الله ﷺ: **«إِذَا أَحْبَبْتَ رَجُلاً فَلاَ تُمَارِيهِ، وَلاَ تُشَارِيهِ، وَلاَ تُجَارِيهِ، وَلاَ تَسْأَلْ عَنْهُ، فَعَسَى أَنْ تُوَافِقَ لَهُ، عَدُواً فَيُخْبِرُكَ بِمَا لَيسَ فِيهِ، فَيُفَرِّقُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ»**[3].

هذا يروى من كلام الحسن البصري.

١٤٨٢ ـ غالب بن فائد[4]:

عن شريك، يخالف في حديثه، صاحب وهم.

ومن حديثه: ما حدثناه عبدالرحمٰن بن محمد بن سلم، حدثنا سهل بن عثمان العسكري، حدثنا غالب بن فايد، عن شريك، عن عبدالملك بن عمير، عن قبيصة بن جابر، قال: شكى أهل الكوفة سعداً إلى عمر، فبعث عمر فقال لسعد: كيف تصلي بهم؟ فقال: أصلي بهم صلاة رسول الله ﷺ أركد بهم في الأولين وأخف بهم في الأخريين، فقال عمر: ذلك الظن بك يا أبا إسحٰق.

ورواه ابن عيينة، وجرير، وشيبان، وهشيم، وأبو عوانة، عن عبدالملك بن عمير، عن جابر بن سمرة، عن سعد، وعمر. وقال مسعر بن

---

(١) انظر السلسلة الضعيفة (١١١٠) لشيخنا الألباني.
(٢) لسان الميزان (٥/٤٠٩ ـ ٤١٠).
(٣) انظر السلسلة الضعيفة (١٤٢٠) لشيخنا الألباني.
(٤) لسان الميزان (٥/٤٠٨).

قال الإمام علي بن المديني:
معرفة الرجال نصف العلم

لسان الميزان

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني

وُلد سنة ٧٧٣، وتُوفي سنة ٨٥٢
رحمه الله تعالى

اعتنى به الشيخ العلامة

عبد الفتاح أبو غدة

وُلد سنة ١٣٣٦ وتُوفي سنة ١٤١٧
رحمه الله تعالى

اعتنى بإخراجه وطباعته

سلمان عبد الفتاح أبو غدة

الجزء السادس

مكتب المطبوعات الإسلامية

٥٩٨١ ــ غالب بن فائِد، عن سفيان الثوري. قال أبو حاتم: لا بأس به. وقال الأزدي: يتكلّمون فيه[١]. وقال العقيلي: يخالف في حديثه. روى عنه سهل بن عثمان العسكري.

قلت: وهم في إسناد، انتهى.

وبقية كلامه العقيلي: صاحبُ وَهَم. وقال أبو زرعة: شيخ كوفي، لا أعرفه.

قلت: وهو كوفيّ، أخذ القراءة عن حمزة الزيات، وروى عنه أيضاً أبو سعيد الأشجّ.

٥٩٨٢ ــ غالب بن قُرّان[٢]، شيخ حدَّث عنه نصر بن علي. قال الأزدي: مجهول، ضعيف، انتهى.

وقال العجلي: ثقةٌ، حكاه الداني[٣].

٥٩٨١ ــ الميزان ٣: ٣٣٢، ضعفاء العقيلي ٣: ٤٣٤، الجرح والتعديل ٧: ٤٩، ضعفاء ابن الجوزي ٢: ٢٤٥، المغني ٢: ٥٠٥، الديوان ٣١٥، غاية النهاية ٢: ٣.

(١) لفظ الأزدي كما حكاه ابن الجوزي في «الضعفاء» ٢: ٢٤٥: يتكلّمون في حديثه.

٥٩٨٢ ــ الميزان ٣: ٣٣٢، الجرح والتعديل ٧: ٤٩، المؤتلف للدارقطني ٤: ١٩١٧، المؤتلف لعبد الغني ١٠٦، الإكمال ٧: ١١٠، ضعفاء ابن الجوزي ٢: ٢٤٥، المغني ٢: ٥٠٥، الديوان ٣١٥، تبصير المنتبه ٣: ١١٢٤.

(٢) كذا في ص، وفي «الجرح والتعديل» غالب بن قرار، براءين، وكذلك ضبطه عبد الغني الأزدي، أما الدارقطني فقال: قران بنون في آخره. وحكى ابن ماكولا القولَيْن.

(٣) عندي في صحة هذا النقل عن العجلي توقّف. ففي «غاية النهاية» ٢: ٣ في ترجمة غالب بن فائد، صاحب الترجمة السابقة: «قال أحمد بن صالح: هو ثقة، وكان جاراً لسفيان الثوري». وهذا الذي أُرَى أنه الصواب، فالموثِّق هو أحمد بن صالح =

الحمد لله الذى وفقنا و يسر لنا طبع

الجزء الثامن

من كتاب

تهذيب التهذيب

للامام الحافظ الحجة شيخ الاسلام شهاب الدين

ابي الفضل احمد بن علي بن حجر العسقلاني

المتوفى سنة (٨٥٢) رحمه الله تعالى

بمنه وكرمه آمين

الطبعة الاولى

بمطبعة مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند

بمحروسة حيدراباد الدكن عمرها الله الى اقصى الزمن

سنة (١٣٢٦) هجرية

الفقه فربما لم نقم حتى نسمع النداء لصلاة الفجر. وذكر الخالدي الشاعر انه قتل في ايام المنصور ٭

(٥٤٢) ٭س ــ فضيل٭ بن فضالة (١) القيسي البصري. روى عن ابي رجاء العطاردي وعبدالرحمن وعبيدالله ابني ابي بكرة. وروى عنه شعبة بن الحجاج. قال ابن معين ثقة وقال ابوحاتم شيخ وذكره ابن حبان في الثقات روى له النسائي حديثا واحدا في صلاة الضحى. قلت. وقال علي بن المديني لا نعرف احدا روى عن هذا الشيخ غير شعبة وقال ابن شاهين في الثقات هو ثقـة ٭

(٥٤٣) ٭مدس ــ فضيل٭ بن فضالة الهوزني (٢) الشامي تابعي. ارسل عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم. وروى عن عبدالله بن بسر المازني وخالد بن معدان وحبيب بن عبيد وابي المخارق زهير بن سالم العنسي ويزيد بن خمير وغيرهم. وعنه صفوان بن عمرو الزبيدي وابوشيبة فرج بن يزيد الكلاعي وابوبكر بن ابي مريم ومعاوية بن صالح الحضرمي وآخرون ذكره ابن حبان في الثقات ٭

(٥٤٤) ٭ي م ٤ ــ فضيل٭ بن مرزوق الاغر (٣) الرقاشي ويقال الرواسي الكوفي ابوعبدالرحمن مولى بني عنزة. روى عن ابي اسحاق السبيعي وعدي بن ثابت وعطية العوفي والاعمش وميسرة بن حبيب وشقيق بن عقبة وجبلة بنت

---

(١) فضالة في التقريب بفتح الفاء والضاد المعجمة الخفيفة (والقيسي) في الخلاصة بقاف ١٢ (٢) الهوزني في التقريب بفتح الهاء والزاي بينهما واو ساكنة وزاد في المغني وبزاي ونون نسبة الى هوزن بن عوف ١٢ المصحح (٣) الاغر بالمعجمة والراء ١٢ تقريب

مصحح

مصفح وغيرهم • وعنه زهير بن معاوية ووكيع وعبد الغفار بن الحكم وحسين بن
علي الجعفي وابو اسامة والفضل بن موفق ويحيى بن آدم ويحيى بن ابي بكير ويزيد
ابن هارون ومحمد بن ربيعة الكلابي ومحمد بن فضيل ونعيم بن ميسرة النحوي
وزيد بن الحباب وابو نعيم وعلي بن الجعد وآخرون • قال معاذ بن
معاذ سألت الثوري عنه فقال ثقة وقال الحسن بن علي الحلواني سمعت
الشافعي يقول سمعت ابن عيينة يقول فضيل بن مرزوق ثقة وقال ابن ابي
خيثمة عن ابن معين ثقة وقال عبد الخالق بن منصور عن ابن معين صالح
الحديث الا انه شديد التشيع وقال احمد لا اعلم الا خيرا وقال ابن ابي حاتم
عن ابيه صالح الحديث صدوق يهم كثيرا يكتب حديثه قلت يحتج به قال
لا وقال النسائي ضعيف وقال ابن عدي ارجو انه لا بأس به وقال الحسين بن
الحسن المروزي سمعت الهيثم بن جميل يقول جاء فضيل بن مرزوق وكان
من ائمة الهدى زهدا وفضلا الى الحسن بن صالح بن حي فذكر قصة
له عند النسائي حديث عبد الله بن عمر اياكم والشح • قلت • قال مسعود عن
الحاكم ليس هو من شرط الصحيح وقد عيب على مسلم اخراجه لحديثه
قال ابن حبان في الثقات يخطئ وقال في الضعفاء كان يخطئ على الثقات
ويروي عن عطية الموضوعات وقال ابن شاهين في الثقات اختلف قول ابن
معين فيه وقال في الضعفاء قال احمد بن صالح حديث فضيل عن عطية عن
ابي سعيد حديث الله الذي خلقكم من ضعف • ليس له عندي اصل ولا هو
بصحيح وقال ابن رشدين لا ادري من اراد احمد بن صالح بالتضعيف

اعطية ام فضيل بن مرزوق . وقال العجلي جائز الحديث صدوق وكان فيه تشيع وقال احمد لا يكاد يحدث عن غير عطية .

(٥٤٥) بخ - فضيل بن مسلم . عن ابيه عن علي في النهي عن اللعب بالنرد وعنه عبيد الله بن الوليد الوصافي . وقال النسائي في الكنى ابو انس فضيل بن مسلم روى عن عطاء بن ابي رباح روى عنه اسباط . فيحتمل ان يكون هو .

(٥٤٦) بخ د س ق - فضيل بن ميسرة الازدي العقيلي (١) ابو معاذ البصري ختن بديل بن ميسرة . روى عن طاوس والشعبي وابي حريز قاضي سجستان روى عنه شعبة وسعيد بن ابي عروبة ويزيد بن زريع ومعتمر بن سليمان وابو معشر البراء ويحيى بن سعيد القطان . قال ابن المديني سمعت يحيى بن سعيد يقول قلت للفضيل بن ميسرة احاديث ابي حريز قال سمعتها فذهب كتابي فاخذته بعد ذلك من انسان وقال الاثرم عن احمد ليس به بأس وقال اسحاق بن منصور عن يحيى بن معين ثقة وقال ابو حاتم شيخ صالح الحديث وقال النسائي لا بأس به وذكره ابن حبان في الثقات وقال مستقيم الحديث . له عند (س) حديث ابن عباس في عشرة النساء وغير ذلك .

(٥٤٧) فق - فضيل الناجي (٢) مجهول وعنه حفص بن حميد القمي .

من اسمه فطر

(٥٤٨) خ ٤ - فطر بن خليفة القرشي المخزومي مولاهم ابو بكر الحناط

---

(١) العقيلي بالضم ١٢ خلاصة (٢) الناجي في المغني بنون وخفة جيم وشدة تحتية مغني و (الحناط) في التقريب بالمهملة والنون ١٢ المصحح

الكوفي

ميزان الاعتدال

في نقد الرجال

تأليف

أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

المتوفى سنة ٧٤٨ هجرية

تحقيق

علي محمد البجاوي

المجلد الثاني

دار المعرفة

بيروت - لبنان

ص.ب : ٧٨٧٦

٣٥٨٢ — سَهْل بن أبي الصَّلْت السراج . عن الحسن . وعنه عبد الرحمن بن مهدى ، ومسلم ، وجماعة .

قال يحيى بن سعيد : روى شيئاً منكرًا عن الحسن أنه رآه يصلّى بين سطور القبور .

قلت : هو صالح الحديث .

وقال أحمد ، وابن معين : ليس به بأس . وقال يزيد بن هارون : كان معتزليًّا ، وكنت أصلّى معه فى المسجد ولا أسمع ذلك منه . وَكنتُ أعرف ذلك فيه .

وروى عبد الصمد بن عبد الوارث ، حدثنا سهل السراج ، عن الحسن أنّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم لم يجز طلاقَ المريض .

قال ابنُ عدى : أحاديثُ سهل المسندة لا بأس بها ، لعلها عشرون أو ثلاثون حديثاً . وهو غريب الحديث . وقال فيه أبو حاتم : صالح الحديث . وقال مسلم ابن إبراهيم : هو ثقةٌ . وقال الساجى : صَدُوق .

٣٥٨٣ — سهل بن عامر البجَلى . عن مالك بن مِغْول .

كذّبه أبو حاتم . وقال البخارى : منكر الحديث .

٣٥٨٤ — سهل بن عامر النيسابورى . عن عبد الله بن نافع . رُوى عن الحاكم تكذيبه . كذا سَمَّى أباه ابن الجوزى ، وهو [غلط ، وإنما هو](١) ابن عَمّار .

٣٥٨٥ — سهل بن العباس الترمذى . عن إسماعيل بن عُلَيّة . تركه الدارقطنى ، وقال : ليس بثقة .

٣٥٨٦ — سهل بن عَبْد الله بن بُرَيدة المروزى . عن أبيه .

قال ابن حبان : منكر الحديث ، روى عنه أخوه أوس ، فذكر خبرًا منكرًا .

قلت : بل باطلا ، عن أخيه ، عن أبيه عَبد الله ، عن أبيه — مرفوعا : ستُبعث بعدى بعوث ، فكونوا فى بَعْثِ خراسان ، ثم انزلوا كُورة يقال لها مَرْو بَنَاها ذو القرنين لا يصيب أهلَها سوءٌ .

---

(١) من ل .

میزان ۔ جلد ۲

٣٥٨٧ — سهل بن عَبدالله المروزى . عن عبد الملك بن مهران ، عن أبى صالح ، عن أبى هريرة ـ مرفوعا : مَنْ أكل الطين فقد أعان على نفسه . رواه عنه مروانُ ابن معاوية . مجهول .

٣٥٨٨ — سهل بن على . شيخ حدّث عن على بن الجَعْد وغيره . متّهَم بالكذب ؛ قاله أبو مزاحم الخاقانى .

٣٥٨٩ — سهل بن عمار النيسابورى [1][عن يزيد بن هارون وغيره . متهم . كذّبه الحاكم ؛ فقال فى تاريخه : سهل بن عمار بن عَبْد الله][1] العتكى قاضى هراة ، ثم قد كان قاضى طرسوس ، وهو شيخُ أهل الرأى فى عصره . سمع يزيد ، وشبابة ، وجعفر بن عَوْن ، والواقدى .

قلت لمحمد بن صالح بن هانئ : لم لا تكتبُ عن سَهْل ؟ فقال : كانوا يمنعون من السماع منه .

وسمعت محمد بن يعقوبَ الحافظ يقول : كنا نختلف إلى إبراهيم بن عبد الله السَّعْدى ، وسَهْلٌ مطروح فى سكّته فلا نقربه

وقال أبو إسحاق الفقيه : كذب والله سهل على ابن نافع . وعن إبراهيم السعدى قال : إن سهل بن عمار يتقرب إلىّ بالكذب ، يقول : كتبت معك عند يزيد بن هارون ، ووالله ما سمع معى منه .

٣٥٩٠ — سهل[2] بن أبى فرقد . سيأتى[3] .

٣٥٩١ — سَهْل بن قَرِين . عن ابن أبى ذئب ، عن ابن المنكدر ، عن جابر ، عن النبى صلى الله عليه وسلم : لَاهَمَّ إلّا هَمّ الديْن ، ولا وجعَ إلا وجع العين .

وبه : شكت الكعبة إلى الله قلّة زُوّارِها فأوحى الله إليها لأبعثنّ أقواما يحنّون إليك كما تحنُّ الحمامةُ إلى أفراخها . رواهما قَرِين بن سهل ، عن أبيه . وهو بصرى . غمزه ابن حِبان ، وابنُ عدى ، وكذّبه الأزدى .

(١) ليس فى س . وهو فى خ ، ل ـ عن الميزان . (٢) ليس فى س . وهو فى خ ، ه .
(٣) سيأتى فى الصفحة التالية (٢٤١) وفى صفحة ٢٤٤

كتاب الضعفاء والمتروكين

تأليف

الشيخ الإمام

جمال الدين أبي الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد
ابن الجوزي .... الواعظ البغدادي
رحمه الله

(سفيان - غيلان)

حققه

أبو الفداء
عبد الله القاضي

الجزء الثاني

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

١٥٦٤ - **سَهْل بن سُلَيمان الأسود، القرشي، البصري**: من أصحاب شعبة.

قال أحمد: ترك الناس حديثه. وقال ابن المديني، والنسائي: ذهب حديثه.

وقال ابن عديّ: لما مات شعبة روى عنه بواطيل فتركه الناس.

١٥٦٥ - **سهل بن أبي الصلت السَّرَّاج، البصري**:

روى عن الحسن.

قال يحيى بن سعيد: روى عنه[1] شيئاً منكراً أنه رآه يصلي بين سطور القبور[2].

١٥٦٦ - **سهل بن عامر البجليّ**:

روى عن [مالك بن][3] مِغْوَل.

قال أبو حاتم الرازي: كان يفتعل الحديث. وقال البخاريّ: منكر الحديث.

١٥٦٧ - **سهل بن العباس الترمذيّ**:

يروي عن ابن عُلَيَّة.

قال الدارقطنيّ: ليس بثقة، متروك.

١٥٦٨ - **سهل بن عبد الله المَرْوَزِيّ**:

يروي عن عبد الملك بن مهران حديث «مَنْ أَكَلَ الطِّين....»[4].

قال أبو حاتم الرازي: وسهل، وعبد الملك: مجهولان، والحديث باطل.

وقال ابن حبان: يأتي سهل بالعجايب التي تُنْكِرها القلوب.

١٥٦٩ - **سهل بن عبد الله بن بريدة**:

يروي عن أبيه.

قال ابن حبان: منكر الحديث، يروي عن أبيه ما لا أصل له، لا يجب أن يُشْتَغَل بحديثه.

---

(١) أي روى عن الحسن شيئاً منكراً.

(٢) لحق من حاشية الأصل.

(٣) ليس هذا بكاف في جرحه وقد عدله الأيمة قال أحمد وابن معين: ليس به بأس، وقال الذهبي: هو صالح الحديث.

الجامع في الجرح والتعديل

لأقوال

البخاري، ومسلم، والعجلي، وأبي زرعة الرازي، وأبي داود، ويعقوب الفسوي، وأبي حاتم الرازي، والترمذي، وأبي زرعة الدمشقي، والنسائي، والبزار، والدارقطني

جمع وترتيب

السيد أبو المعاطي النوري — حسن عبد المنعم شلبي
أحمد عبد الرزاق عيد — محمود محمد خليل الصعيدي

المجلد الأول

عالم الكتب

شعبة ترك الناسُ حديثَه. قال بشر بن الحكم، حدثنا سهل بن سليمان الأسود القرشي، سمع شعبة بن الحجاج، سمعتُ يزيد بن البراء، قال عمر، مرسلٌ. (ت الكبير) ٤/٢١١٤. و(ت الصغير) ٢/٢٥٢. وقال: حدثني عَمرو بن علي، قال: سهل بن سليمان الأسود تُرك حديثه. (ت الصغير) ٢/٢٥٢.

* وقال النسائي: من أصحاب شعبة ذَهَبَ حديثُه. (الضعفاء والمتروكون) ٢٨٦.

١٧٢٢ ـ سهل بن صالح بن حكيم الأنطاكي أبو سعيد البزاز.

* قال أبو حاتم: ثقة. (العلل) ٢١٢.

١٧٢٣ ـ سهل بن أبي الصلت العيشي البصري السراج.

* قال البخاري: قال مسلم: كان ثقةً. (ت الكبير) ٤/٢١٠٣.
* وقال أبو داود: ثقةٌ. (آجري) ٤/ق ٤.

١٧٢٤ ـ سهل بن عامر البجلي الكوفي.

* قال البخاري: منكر الحديث، لا يكتب حديثه. (ت الصغير) ٢/٣٣٦.

١٧٢٥ ـ سهل بن العباس الترمذي.

* قال الدارقطني: متروك. (السنن) ١/٤٠٢. وقال: ضعيف. (العلل) ٤/ق ٨٠.

١٧٢٦ ـ سهل بن عبد الله المروزي.

* قال أبو حاتم: مجهول. (علل الحديث) ١٤٨٧.

١٧٢٧ ـ سهل بن عجلان الباهلي، ويقال سُهيل.

* قال البخاري: سهل بن عجلان الباهلي، عن أبي أمامة، روى عنه سليمان بن موسى، لم يصح عنه حديثه. (ت الكبير) ٤/٢٠٩٧.
* وذكره أبو زرعة الرازي في (أسامي الضعفاء) ١٣٦. وسماه سهيلاً.

جامع جرح و تعديل

المغني في الضعفاء

للإمام الحافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي

ولد سنة ٦٧٣ وتوفي سنة ٧٤٨

رحمه الله تعالى

حققه

نور الدين عتر

أستاذ التفسير وعلوم القرآن

والحديث وعلومه

كلية الشريعة - جامعة دمشق

عني بطبعه ونشره

خادم العلم

عبد الله بن إبراهيم الأنصاري

طبع على نفقة

إدارة إحياء التراث الإسلامي

بدولة قطر

٢٦٧٠ ـ سهل بن زياد القطان أبو علي ، عن شريك ، ليس بالقوي .

٢٦٧١ ـ سهل بن سليمان الأسود ، بصري ، عن شعبة ، تركوه .

٢٦٧٢ ـ ق / سهل بن صُقَير ، عن ابن عيينه ، تكلم فيه ابن عدي ، فيه لين .

٢٦٧٣ ـ [ەقە] سهل بن أبي الصلت السراج ، عن الحسن ، صدوق ، وله حديث ينكر[ه وثقه أبو داود ه] .

٢٦٧٤ ـ سهل بن صخر ، لا أعرفه ، ونُقِل لي أنه ضعيف .

٢٦٧٥ ـ (سهل بن عبد الله بن بُريدة ، عن أبيه . قال ابن حبان : منكر الحديث) .

٢٦٧٦ ـ سهل بن عبد الله المروزي ، عن عبد الملك بن مهران ، مجهولان (في أكل الطين) .

٢٦٧٧ ـ سهل بن عامر البجلي ، عن مالك بن مِغْوَل ، رماه أبو حاتم بالكذب .

٢٦٧٨ ـ سهل بن العباس الترمذي ، عن ابن عُلَيَّـة ، تركه الدارقطني .

٢٦٧٢ ـ « أبو الحسن الخلاطي ، أصله من البصرة ، منكر الحديث ، اتهمه الخطيب بالوضع ، من العاشرة ».

٢٦٧٣ ـ « صدوق له أفراد ، كان القطان لا يرضاه ، ، من السابعة /قد ».

المملكة العربية السعودية
وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد
مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف
الأمانة العامة
الشؤون العلمية

الإتقان في علوم القرآن

للحافظ أبي الفضل جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي
(المتوفى سنة ٩١١ هـ)

تحقيق
مركز الدراسات القرآنية

الجزء الأول

ومن ذلك طريقُ ابن إسحاقَ[1] عن محمدِ بن أبي محمدٍ[2] مولى آلِ زيدِ بنِ ثابتٍ، عن عكرمةَ أو سعيدِ بنِ جُبير عنه، هكذا بالترديد[3]، وهي طريقٌ جيدةٌ وإسنادُها حسنٌ. وقد أخرج منها ابنُ جريرٍ وابنُ أبي حاتمٍ كثيراً. وفي «معجم الطبراني الكبير» منها أشياءُ.

وأَوْهَى طُرُقِه طريقُ الكلبيِّ عن أبي صالحٍ، عن ابنِ عباسٍ، فإن انضمَّ إلى ذلك روايةُ محمدِ بن مروانَ[4] السُّدِّي الصغيرِ فهي سلسلةُ الكذبِ. وكثيراً ما يُخَرِّج منها الثعلبيُّ والواحديُّ، لكن قال ابنُ عَديٍّ في الكامل[5]: «للكلبيِّ أحاديثُ صالحةٌ، وخاصةً عن أبي صالحٍ، وهو معروفٌ بالتفسيرِ، وليس لأحدٍ تفسيرٌ أطولُ منه ولا أشبعُ، وبعده مقاتلُ بنُ سليمانَ إلا أنَّ الكلبيَّ يُفضَّلُ عليه لما في مقاتلٍ من المذاهبِ الرديئة».

وطريقُ الضحاكِ بنِ مزاحمٍ عن ابنِ عباسٍ منقطعةٌ، فإنَّ الضحَّاكَ لم

---

(١) صاحب السيرة النبوية المشهورة.

(٢) الأنصاري المدني له رواية في سنن أبي داود وثَّقه ابنُ حبان، وقال الذهبي: «لا يُعْرف»، لم تؤرَّخ وفاته. انظر: تهذيب الكمال ٢٦ / ٣٨٢، ميزان الاعتدال ٤ / ٢٦.

(٣) قال الحافظ ابن حجر: «ولا يضر لكونه يدور على ثقة» العجاب ١ / ٢٠٦.

(٤) ابن عبدالله، الكوفي مولى عبدالرحمن بن زيد بن الخطاب (ت: ١٨٦هـ)، له تفسير. انظر: تهذيب الكمال ٢٦ / ٣٩٢، طبقات المفسرين للداودي ٢ / ٢٥٤.

(٥) الكامل ٦ / ٢١٣٢.

217 تا 222

وان من اھل الکتاب

حضرت ابوہریرہؓ اصول شاشی وغیرہ

نون کا بحث
عمل صفحہ ۴۲۶

كنز العمال

في سنن الأقوال والأفعال

للعلامة علاء الدين علي المتقي بن حسام الدين الهندي
البرهان فوري المتوفى سنة ٩٧٥

الجزء الرابع عشر

ضبطه وفسر غريبه
الشيخ بكري حياني

صححه ووضع فهارسه ومفتاحه
الشيخ صفوة السقا

مؤسسة الرسالة

أمؤمنون أم كافرون ؟ قال : مفتونٌ وكافرٌ (نعيم بن حماد ، طس ، وأبو نعيم في كتاب المهدي ، خط في التلخيص).

الدجال

٣٩٦٨٣ ـ ﴿ مسند الصديق ﴾ عن سعيد بن المسيب قال : قال أبو بكر : هل بالعراق أرضٌ يقال لها خراسان ؟ قالوا : نعم قال فان الدجال يخرج منها (ش) .

٣٩٦٨٤ ـ عن أبي بكر الصديق قال : يخرجُ الدجالُ من مرو من يهوديتها (نعيم بن حماد في الفتن).

٣٩٦٨٥ ـ عن عكرمةَ عن أبي بكر الصديق قال: يخرجُ الدجال من قبل المشرقِ من أرضٍ يقال لها خراسان (نعيم) .

٣٩٦٨٦ ـ ﴿ من مسند حذيفة بن اليمان ﴾ قلت : يارسول الله الدجالُ قبلُ أو عيسى ابن مريم ؟ قال : الدجال ثم عيسى ابن مريم ، ثم لو أن رجلاً أنتجَ فرساً لم يركب مهرها حتى تقوم الساعة (نعيم) .

٣٩٦٨٧ ﴿ أيضاً ﴾ قال رسولُ الله ﷺ : يخرُجُ الدجالُ

عدوُّ الله ومعه جنودٌ من اليهود وأصناف النـاس ، معه جنـةٌ ونارٌ ورجالٌ يقتلهم ثم يحييهم ، معهُ جبـلٌ من ثريدٍ ونهرٌ من ماءٍ وإني سـأنعتُ لكم نعته ! إنه يخرجُ ممسوحَ العينِ ، في جبهتهِ مكتوبٌ « كافرٌ » يقرؤهُ كلُّ من كان يحسنُ الكتابَ ومن لا يحسن ، فجنتهُ نارٌ ونارُه جنة ، وهو المسيحُ الكذابُ ، ويتبعه من نساءِ اليهودِ ثلاثة عشر ألـف امرأةٍ ، فرحم الله رجلاً منـع سفيهته أن تتبعه والقوة عليه يومئذٍ بالقرآن ، فان شأنه بلاءٌ شديدٌ ، يبعثُ الله الشياطين من مشـارق الأرض ومغاربها فيقولون له : استعنْ بنا على ما شئت ، فيقول لهم : انطلقـوا فأخبروا الناس أنى ربهـم وإني قد جئتهم بجنتي وناري ، فينطلق الشيـاطين فيدخل على الرجل أكثر من مائة شيطانٍ فيتمثلون له بصورة والده وولده وأخوته ومواليه ورفيقه فيقولون يافلان ! أتعرفنا ؟ فيقال لهم الرجل نعم هذا أبي ، وهذه أمي وهذه أختي وهذا أخي ، فيقول الرجل : ما نبؤكم ؟ فيقولون : بل أنت فأخبرنا ما نبؤك ، فيقـول الرجل : إنا قد أخبرنا أن عـدو الله الدجال قد خرجَ ، فيقولُ لهُ الشياطينُ : مهلاً ! لا تقل هذا ، فانه ربُّكم يريد القضاء فيكم ، هذه جنتهُ قد جاءَ بها وناره ، ومعه الأنهارُ والطعامُ فلا طعام إلا ما كان قبله إلا ما شاءَ الله ؛ فيقول الرجل : كذبتم ،

ما أنتمُ إلا شياطينُ وهو الكذب ! وقد بلغنا أن رسـول الله ﷺ قد حدث حديثكم وحذرنا وأنبأنا به فلا مرحباً بكم ، أنتم الشياطين وهو عدوُّ الله ، وليسـوقن الله عيسـى ابن مريم حتى يقتله ؛ فيخسؤا فينقلبوا خاسئين . ثم قال رسـول الله ﷺ : إنما أحدثكم هذا - لتعقلوه وتفقهوه وتفهموه وتعوه واعملوا عليه وحدثوا به من خلفكم ، فليحدثِ الآخرُ الآخر فان فتنته أشدُّ الفتن (نعيم ، وفيه سويد بن عبد العزيز متروك) .

٣٩٦٨٨ - عن حذيفة قال : إن أصحابَ النبي ﷺ كانوا يسألون عن الخيرِ وكنتُ أسأل عن الشر مخافة أن أدركه ، وإني بينما أنا مع رسول الله ﷺ ذات يوم قلت : يا رسول الله ! أرأيتَ هذا الخيرَ الذي أعطانا الله هل بعده من شرٍ كما كان قبله شرٌ ؟ قال : نعم ، قلتُ : فما العصمة منه ؟ قال : السيفُ ، قلت : وهـل للسيفِ من بقيةٍ ؟ قال : هدنةٌ على دخنٍ ، قلتُ : يا رسول الله ! ما بعد الهدنة قال : دعاةٌ للضـلالة ، فان لقيت لله يومئذٍ خليفـة في الأرض فالزمه وإن أخذَ مالك وضرب ظهرك وإلا - وفي لفظ : فان لم يكن خليفة - فاهربنّ في الأرض حدّ هربك حتى يدرِكـك الموتُ وأنت عاض أصل شجرةٍ ، قلت : يا رسول الله ! فما بعد دعاة الضـلالة ؟ قال :

مشكاة المصابيح

تأليف

محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي

بتحقيق

محمد ناصر الدين الألباني

الجزء الاول

المكتب الاسلامي

٥٤٧٨ - (١٥) وعن أنس ، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: « يَتْبَعُ الدجالَ من يهود أصفهانَ سبعونَ ألفاً ، عليهم الطيالسة » . رواه مسلم .

٥٤٧٩ - (١٦) وعن أبي سعيد الخدري. قال: قال رسول الله ﷺ : « يأتي الدجالُ وهو مُحَرَّمٌ عليه أن يدخلَ نِقابَ(١) المدينة ، فينزلُ بعضَ السِّبَاخ التي تلي المدينة ، فيخرجُ إليه رجل وهو خير الناس ، أو من خيار الناس ، فيقول: أشهدُ أنَّك الدجالُ الذي حدَّثنا رسولُ الله ﷺ حديثَه، فيقولُ الدجالُ : أرأيتم إن قتلتُ هذا ثم أحييتُه ، هل تشكُّون في الأمر؟ فيقولون : لا ، فيقتله ثم يحييه ، فيقول : والله ما كنتُ فيكَ أشدَّ بصيرةً مني اليوم ، فيريد الدجال أن يقتلَه، فلا يُسلَّطُ عليه » متفق عليه .

٥٤٨٠ - (١٧) وعن أبي هريرةَ ، عن رسولُ الله ﷺ قال: « يأتي المسيحُ منْ قِبَلِ المشرقِ هِمَّتُهُ(٢) المدينة ،حتى ينزلَ دُبُرَ أُحُدٍ،ثم تَصرِفُ الملائكةُ وجهه قِبَلَ الشام ، وهنالك يهلِكُ » . متفق عليه .

٥٤٨١ - (١٨) وعن أبي بكرةَ ، عن النبيِّ ﷺ قال: « لا يدخلُ المدينةَ رُعْبُ المسيح الدجّال ، لها يومئذٍ سبعةُ أبواب ، على كلِّ باب ملَكان » رواه البخاري .

٥٤٨٢ - (١٩) وعن فاطمة بنت قيس ،قالتْ :سمعتُ مناديَ رسول الله ﷺ ينادي: الصلاة جامعة ؛ فخرجت إلى المسجد فصلّيت مع رسول الله ﷺ ، فلما قضى صلاته جلس على المنبر وهو يضحك ؛ فقال: « ليلزمْ كلُّ إنسان مصلاَّه » . ثم قال: « هل تدرون لِمَ جمعتكم ؟ » . قالوا : اللهُ ورسولهُ أعلم . قال: « إني واللهِ ما جمعتكم لرغبةٍ ولا لرهبة،ولكن جمعتكم لأنَّ تميماً الداري كان رجلاً نصرانياً ، فجاء [فبايع](٣) وأسلم، وحدَّثني حديثاً وافقَ الذي كنت أُحدِّثُكمْ به(٤) عن المسيحِ الدجال ، حدَّثني أنه رَكِبَ في سفينة

(١) النقاب : جمع نقب وهو الطريق بين جبلين (٢) أي قصده .

(٣) زيادة من مسلم ج ٨١/١٨ (٤) كلمة « به » غير موجودة في «صحيح مسلم» .

وسلم: « يتّبعُ الدَّجالَ من أُمَّتي سبعونَ ألفاً عليهم السِّيجانُ (١) » . رواه في « شرح السنَّة » (٢) .

٥٤٩١ — (٢٨) وعن أسماءَ بنتِ يزيدَ، قالتْ: كانَ رسولُ الله ﷺ في بيتي، فذكرَ الدجَّالَ، فقال: « إنَّ بين يديه ثلاثَ سنينَ: سنةٌ تُمسكُ السماءُ فيها ثلُثَ قطرِها، والأرضُ ثلُثَ نباتِها. والثانيةُ تمسكُ السماءُ ثلُثَي قطرِها، والأرضُ ثلثَي نباتِها. والثالثةُ تمسكُ السماءُ قطرَها كلَّه، والأرضُ نباتَها كلَّه. فلا يبقى ذاتُ ظِلفٍ ولا ذاتُ ضرسٍ من البهائمِ إلا هلكَ، وإنَّ من أشدِّ فتنته أنَّه يأتي الأعرابيَّ فيقول: أرأيتَ إنْ أحييتُ لكَ إبلكَ؛ ألستَ تعلمُ أني ربُّكَ؟ فيقول: بلى، فيمثّلُ له الشيطان نحوَ إبلِه كأحسنِ ما يكونُ ضُروعاً، وأعظمِه أسنمةً » . قال: « ويأتي الرجلَ قدْ ماتَ أخوهُ، وماتَ أبوهُ، فيقولُ: أرأيتَ إنْ أحييتُ لكَ أباكَ وأخاكَ ألستَ تعلمُ أني ربُّكَ؟ فيقول: بلى، فيُمثّلُ له الشياطين نحوَ أبيهِ ونحوَ أخيه » . قالتْ: ثمَّ خرجَ رسولُ الله ﷺ لحاجتِه، ثمَّ رجعَ والقومُ في اهتمامٍ وغمٍّ ممَّا حدَّثهم. قالت: فأخذَ بلحمتَي البابِ فقال: « مَهْيَمْ (٣) أسماءُ؟ » قلتُ: يارسولَ الله! لقد خلعتَ أفئدَتنا بذكرِ الدَّجالِ. قال: « إنْ يخرجْ وأنا حيٌّ، فأنا حجيجُه، وإلا فإنَّ ربي خليفتي على كلِّ مُؤمنٍ » فقلتُ: يا رسولَ الله! والله إنا لنعجنُ عجينَنا فما نخبزه حتى نجوعَ، فكيف بالمؤمنينَ يومئذ؟ قال: « يُجزئُهم ما يُجزئُ أهلَ السماءِ من التسبيحِ والتقديسِ » . رواه أحمد (٤) .

(١) السيجان: جمع ساج وهو الطيلسان الأخضر.
(٢) قال الشيخ علي القاري: [قيل: في سنده أبو هارون (يعني العبدي) وهو متروك] .
(٣) كلمة استفهام، أي ماحالك وما شأنك؟ أو ما وراءك؟ أو أحدث لك شيء؟
(٤) في «المسند» (٦/٤٥٥-٤٥٦) وفيه شهر بن حوشب وهو ضعيف، وفي مخطوطة الحاكم « محيي السنة في معالم التنزيل »، وهو من إلحاق بعض المتأخرين، وما ألحقناه أولى لعلو طبقة أحمد، ولكثرة عزو المؤلف إليه دون «المعالم»، وفي الأصل بياض كتب عليه: [هنا بياض في الأصل، وألحق به أحمد، وأبو داود الطيالسي.

أعورُ، مطموسُ العين، ليست بناتئة ولا حَجْراء[١] فإنْ أُلبِس عليكم فاعلموا أنّ ربَّكم ليس بأعور» رواه أبو داود[٢].

٥٤٨٦ - (٢٣) وعن أبي عبيدة بن الجرّاح، قال: سمعتُ رسولَ الله ﷺ يقول: «إنه لم يكن نبيٌّ بعدَ نوح إلا قد أنذرَ الدجالَ قومَه، وإني أُنذركموه» فوصَفَه لنا قال: «لعلَّه سيدركه بعض من رآني أو سمع كلامي». قالوا: يارسولَ الله! فكيف قلوبنا يومئذ؟ قال: «مثلها» يعني اليوم «أو خيرٌ». رواه الترمذي، وأبو داود.

٥٤٨٧ - (٢٤) وعن عمرو[٣] بن حُريثٍ، عن أبي بكر الصدّيق، قال: حدثنا رسول الله ﷺ قال: «الدجّال يخرج من أرضٍ بالمشرق يقال لها: خراسان، يتبعه أقوام كأنَّ وجوههم المَجانّ[٤] المطرقة». رواه الترمذي.

٥٤٨٨ - (٢٥) وعن عمران بن حصين، قال: قال رسول الله ﷺ: «من سمع بالدجّال فلينأَ[٥] منه[٦]، فوالله إن الرجلَ ليأتيه وهو يحسب أنه مؤمنٌ، فيتبعه مما يُبعثُ به من الشبهات» رواه أبو داود[٧].

٥٤٨٩ - (٢٦) وعن أسماء بنت يزيد بن السَّكن، قالت: قال النبي ﷺ: «يمكثُ الدَّجالُ في الأرض أربعينَ سنةً، السنةُ كالشَّهر، والشهرُ كالجمعة، والجمعةُ كاليوم، واليومُ كاضطرامِ السَّعَفة[٨] في النارِ». رواه في «شرح السنة».

٥٤٩٠ - (٢٧) وعن أبي سعيدٍ الخُدريِّ، قال: قال رسولُ الله صلى اللهُ عليه

(١) الحجراء: الغائرة. (٢) اسناده جيد.
(٣) في الأصل: عمر، والتصويب من المرقاة ومخطوطة الحاكم.
(٤) المجان: جمع مجن وهو الترس. (٥) أي فليبعد.
(٦) كذا في الأصول، وفي «سنن أبي داود» (عنه) ولعله أصح. (٧) وإسناده صحيح.
(٨) أي كسرعة التهاب النار بورق النخل، فالمعنى: أن اليوم كالساعة.

مرقاة المفاتيح

للعلامة الشيخ علي بن سلطان محمد القاري المتوفى سنة ١٠١٤هـ

شرح مشكاة المصابيح

للإمام العلامة محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي المتوفى سنة ٧٤١هـ

تحقيق

الشيخ جمال عيتاني

تنبيه:

وضعنا متن المشكاة في أعلى الصفحات، ووضعنا أسفل منها نص "مرقاة المفاتيح"، وألحقنا في آخر المجلد الحادي عشر كتاب "الإكمال في أسماء الرجال" وهو تراجم رجال المشكاة للعلامة التبريزي

الجزء العاشر

يحتوي على الكتب التالية

الفتن - أحوال القيامة وبدء الخلق - الفضائل والشمائل

منشورات

محمد علي بيضون

لنشر كتب السنة والجماعة

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

«لَيفِرنَّ الناس من الدجالِ حتى يلحقوا بالجبال». قالتْ أم شريك: قلتُ: يا رسول الله! فأين العربُ يومئذٍ؟ قال: «هم قليل». رواه مسلم.

٥٤٧٨ ـ (١٥) وعن أنسٍ، عن رسول الله ﷺ قال: «يَتْبَعُ الدجالَ من يهود أصفَهانَ سبعونَ ألفاً، عليهم الطيالسة». رواه مسلم.

٥٤٧٩ ـ (١٦) وعن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: «يأتي الدجالُ

الله ﷺ: **ليفرن**) أي ليهربن (**الناس**) أي المؤمنون (**من الدجال حتى يلحقوا بالجبال**. **قالت أم شريك: قلت: يا رسول فأين العرب يومئذ**) قال الطيبي [رحمه الله]: الفاء فيه جزاء شرط محذوف، أي إذا كان هذا حال الناس فأين المجاهدون في سبيل الله الذابون عن حريم الإِسلام المانعون عن أهله صولة أعداء الله. فكني عنهم بها. (**[يومئذ]. قال: هم**) أي العرب (**قليل**) أي حينئذ فلا يقدرون عليه. (**رواه مسلم**) وكذا الترمذي ذكره السيد. ولفظ الجامع: ليفرن الناس من الدجال في الجبال. رواه أحمد ومسلم والترمذي(١).

٥٤٧٨ ـ (**وعن أنس عن رسول الله ﷺ قال: يتبع**) بفتح فسكون ففتح. وقال شارح: من الأتباع بتشديد التاء، أي يطيع. (**الدجال من يهود أصفهان**) بفتح الهمزة ويكسر وفتح الفاء، بلد معروف من بلاد الأرفاض. قال النووي [رحمه الله]: يجوز فيه كسر الهمزة وفتحها وبالباء والفاء انتهى. ونسخ المشكاة كلها بالفاء، وفي المشارق بفتح الهمزة. وقيدها أبو عبيد العكبري بكسر أوّله، وأهل خراسان يقولونها بالفاء مكان الباء. وفي القاموس: الصواب أنها أعجمية وقد يكسر همزها وقد يبدل باؤها فاء. وفي المغني بكسر همزة وفتحها وبفاء مفتوحة في أهل الشرق وباء موحدة في الغرب انتهى. وبه يعلم أن أصفهان اثنان فيطابق ما نقله ابن الملك من أنه قيل: المراد منه أصفهان خراسان لا أصفهان الغرب. لكن في قوله: أصفهان خراسان، مسامحة لأن أصفهان إنما هو في العراق ولكن لما كان خراسان في جهة الشرق أيضاً وكان أشهر من العراق أضيف إليه بأدنى ملابسة (**سبعون ألفاً**) وفي رواية: تسعون. والصحيح المشهور هو الأول ذكره ابن الملك. (**عليهم الطيالسة**) بفتح الطاء وكسر اللام جمع طيلسان وهو ثوب معروف. وفي القاموس: الطيلس والطيلسان مثلثة اللام عن عياض وغيره معرب، أصله تالسان جمعه الطيالسة والهاء في الجمع للعجمة. واستدل بهذا الحديث على ذم لبسه. ورواه السيوطي في رسالة سمّاها طي اللسان عن الطيلسان. (**رواه مسلم**).

٥٤٧٩ ـ (**وعن أبي سعيد قال: قال رسول الله ﷺ: يأتي الدجال**) أي يظهر في الدنيا أو

---

(١) الجامع الصغير ٢/ ٤٧٢ حديث رقم ٧٧١٤.

الحديث رقم ٥٤٧٨: أخرجه مسلم في صحيحه ٤/ ٢٢٦٦ حديث رقم (١٢٤ . ٢٩٢٤) وابن ماجه في السنن ٢/ ١٣٥٩ حديث رقم ٤٠٧٧.

الحديث رقم ٥٤٧٩: أخرجه البخاري في صحيحه ١٣/ ١٠١. حديث رقم ٧١٣٢. والترمذي ٤/ ٤٤٦ حديث رقم ٢٢٤٢. وأحمد في المسند ٥/ ٣٢.

كالجمعةِ، والجمعةُ كاليومِ، واليومُ كاضطرامِ السَّعَفةِ في النارِ». رواه في «شرح السنة».

٥٤٩٠ ـ (٢٧) وعن أبي سعيدٍ الخُدريِّ، قال: قال رسولُ الله ﷺ: «يتّبعُ الدَّجالَ من أُمّتي سبعونَ ألفاً عليهم السِّيجانُ». رواه في «شرح السنّة».

٥٤٩١ ـ (٢٨) وعن أسماءَ بنتِ يزيدَ، قالتْ: كانَ رسول الله ﷺ في بيتي، فذكرَ الدجّالَ، فقال: «إنَّ بين يدَيه ثلاثَ سنينَ: سَنةٌ تُمسكُ السماءُ فيها ثُلُثَ قَطرِها، والأرضُ ثُلُثَ نباتِها. والثانيةُ تمسكُ السماءُ ثُلُثي قطرِها، والأرضُ ثُلُثي نباتِها. والثالثةُ تمسكُ السماءُ قطرَها كلَّه، والأرضُ نباتَها كلَّه. فلا يبقى

أي من السنة (**كالجمعة**) أي كالأسبوع (**والجمعة**) يعني الأسبوع من الشهر (**كاليوم**) أي كالنهار (**واليوم كاضطرام السعفة في النار**) بفتحتين واحدة السعف وهو غصن النخل، أي كسرعة التهاب النار بورق النخل، والاضطرام الإلتهاب والاشتعال. فالمعنى: إن اليوم كالساعة. (**رواه**) أي البغوي (**في شرح السنة**) أي بإسناده.

٥٤٩٠ ـ (**وعن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: يتبع الدجال من أمتي**) أي أمة الإجابة أو الدعوة وهو الأظهر لما سبق أنهم من يهود أصفهان. (**سبعون ألفاً عليهم السيجان**) بكسر السين جمع ساج كتيجان وتاج، وهو الطيلسان الأخضر. وقيل: المنقوش ينسج كذلك. قال ابن الملك: أي إذا كان أصحاب الثروة سعبن ألفاً فما ظنك بالفقراء. قلت: الفقراء لكونهم مفلسين هم في أمان الله إلا إذا كانوا طامعين في المال والجاه فهم في المعنى من أصحاب الثروة التابعين لتحصيل الكثرة، سواء يكون متبوعهم على الحق أو الباطل كما شوهد في الأزمنة السابقة من أيام يزيد والحجاج وابن زياد، وهكذا يزيد الفساد كل سنة بل كل يوم في البلاد فيتبع العلماء العباد والمشايخ الزهاد على ما يشاهد بشر العباد للأغراض الفاسدة والمناصب الكاسدة، ونسأل الله العفو والعافية وحسن الخاتمة. (**رواه في شرح السنة**) قيل: في سنده أبو هارون وهو متروك.

٥٤٩١ ـ (**وعن أسماء بنت يزيد**) أي ابن السكن (**قالت: كان النبي ﷺ في بيتي فقال: إن بين يديه**) أي قدام الدجال وقبيل زمان خروجه (**ثلاث سنين**) أي مختلفة في ذهاب البركة (**سنة**) بالرفع، وفي نسخة بالنصب. (**تمسك السماء**) أي تمنع بإمساك الله (**فيها**) أي في تلك السنة (**ثلث قطرها**) بفتح القاف أي مطرها المعتاد في البلاد (**والأرض**) أي وتمسك الأرض (**ثلث نباتها**) أي ولو كانت تسقى من غير المطر. (**والثانية**) أي السنة الثانية وهي بالرفع ويجوز نصبها إما على البدلية وإما على الظرفية. (**تمسك السماء ثلثي قطرها والأرض ثلثي نباتها، والثالثة تمسك السماء قطرها كله والأرض نباتها كله.**) يعني فيقع القحط فيما بين أهل الأرض كله ويكون الخزائن والكنوز تتبعه وأنواع النعم من الخبز والثمار والأنهار معه. (**فلا يبقى**) بالتذكير

الحديث رقم ٥٤٩٠: أخرجه البغوي في شرح السنة ١٥/٦٢ حديث رقم ٤٢٦٥.

الحديث رقم ٥٤٩١: أخرجه ابن ماجه في السنن ٢/ ١٣٥٩ حديث رقم ٤٠٧٧. وأحمد في المسند ٦/ ٤٥٥.

٦٣ھ

الجزء الاول من الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل * وعيون الاقاويل * في وجوه التأويل * للامام جار الله تاج الاسلام * فخر خوارزم محمود بن عمر الزمخشري نور الله حفرته * ورفع في الجنة درجته

آمين

ان التفاسير في الدنيا بلا عدد	وليس فيها لعمري مثل كشاف
ان كنت تبغي الهدى فالزم قراءته	فالجهل كالداء والكشاف كالشافي

صاحبنا وان كان هذا صاحبنا فأين عيسى وقال بعضهم رفع الى السماء وقال بعضهم الوجه وجه عيسى والبدن
بدن صاحبنا (فان قلت) (شبه) مسند الى ماذا ان جعلته مسندا الى المسيح فالمسيح مشبه به وليس بمشبه
وان أسندته الى المقتول فالمقتول لم يجر له ذكر (قلت) هو مسند الى الجار والمجرور وهو (لهم) كقولك خيل
اليه كأنه قيل ولكن وقع لهم التشبيه ويجوز أن يسند الى ضمير المقتول لأن قوله انا قتلنا يدل عليه كأنه قيل
ولكن شبه لهم من قتلوه (الا اتباع الظن) استثناء منقطع لأن اتباع الظن ليس من جنس العلم يعني ولكنهم
يتبعون الظن (فان قلت) قد وصفوا بالشك والشك أن لا يترجح أحد الجائزين ثم وصفوا بالظن والظن أن يترجح
أحدهما فكيف يكونون شاكين ظانين (قلت) أريد أنهم شاكون ما لهم من علم قط ولكن ان لاحت لهم
امارة فظنوا فذاك (وما قتلوه يقينا) وما قتلوه قتلا يقينا أو ما قتلوه متيقنين كما ادعوا ذلك في قولهم انا قتلنا
المسيح أو يجعل يقينا تأكيدا لقوله وما قتلوه كقولك ما قتلوه حقا أي حق انتفاء قتله حقا وقيل هو من قولهم
قتلت الشيء علما ونحرته علما اذا تبالغ فيه علمك وفيه تهكم لأنه اذا نفى عنهم العلم نفيا كليا بحرف الاستغراق
ثم قيل وما علموه علم يقين واحاطة لم يكن الا تهكما بهم (ليؤمنن به) جملة قسمية واقعة صفة لموصوف محذوف
تقديره وان من أهل الكتاب أحد الا ليؤمنن به ونحوه وما منا الا له مقام معلوم وان منكم الا واردها والمعنى
وما من اليهود والنصارى أحد الا ليؤمنن قبل موته بعيسى وبأنه عبد الله ورسوله يعني اذا عاين قبل أن تزهق
روحه حين لا ينفعه ايمانه لانقطاع وقت التكليف وعن شهر بن حوشب قال لي الحجاج آية ما قرأتها الا تخالج
في نفسي شيء منها يعني هذه الآية وقال اني أوتى بالأسير من اليهود والنصارى فأضرب عنقه فلا أسمع منه ذلك
فقلت ان اليهودي اذا حضره الموت ضربت الملائكة دبره ووجهه وقالوا يا عدو الله أتاك عيسى نبيا فكذبت به
فيقول آمنت أنه عبد نبي وتقول للنصراني أتاك عيسى نبيا فزعمت أنه الله أو ابن الله فيؤمن أنه عبد الله
ورسوله حيث لا ينفعه ايمانه قال وكان متكئا فاستوى جالسا فنظر الي وقال ممن قلت حدثني محمد بن علي ابن
الحنفية فأخذ ينكت الأرض بقضيبه ثم قال لقد أخذتها من عين صافية أو من معدنها قال الكلبي فقلت
له ما أردت الى أن تقول حدثني محمد بن علي ابن الحنفية قال أردت أن أغيظه يعني بزيادة اسم علي لأنه
مشهور بابن الحنفية وعن ابن عباس أنه فسره كذلك فقال له عكرمة فان أتاه رجل فضرب عنقه قال لا تخرج
نفسه حتى يحرك بها شفتيه قال وان خر من فوق بيت أو احترق أو أكله سبع قال يتكلم بها في الهواء ولا تخرج
روحه حتى يؤمن به وتدل عليه قراءة أبي الا ليؤمنن به قبل موتهم بضم النون على معنى وان منهم أحد
الا سيؤمنون به قبل موتهم لأن أحدا يصلح للجمع (فان قلت) ما فائدة الاخبار بايمانهم بعيسى قبل موتهم
(قلت) فائدته الوعيد وليكون علمهم بأنهم لا بد لهم من الايمان به عن قريب عند المعاينة وأن ذلك لا ينفعهم
بعثا لهم وتنبيها على معاجلة الايمان به في أوان الانتفاع به وليكون الزاما للحجة لهم وكذلك قوله (ويوم
القيامة يكون عليهم شهيدا) يشهد على اليهود بأنهم كذبوه وعلى النصارى بأنهم دعوه ابن الله وقيل الضميران
لعيسى بمعنى وان منهم أحد الا ليؤمنن بعيسى قبل موت عيسى وهم أهل الكتاب الذين يكونون في زمان نزوله
روي أنه ينزل من السماء في آخر الزمان فلا يبقى أحد من أهل الكتاب الا يؤمن به حتى تكون الملة واحدة وهي
ملة الاسلام ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال وتقع الأمنة حتى ترتع الأسود مع الابل والنمور مع البقر والذئاب
مع الغنم ويلعب الصبيان بالحيات ويلبث في الأرض أربعين سنة ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون ويدفنونه ويجوز
أن يراد أنه لا يبقى أحد من جميع أهل الكتاب الا ليؤمنن به على أن الله يحييهم في قبورهم في ذلك الزمان ويعلمهم
نزوله وما أنزل له ويؤمنون به حين لا ينفعهم ايمانهم وقيل الضمير في به يرجع الى الله تعالى وقيل الى محمد صلى
الله عليه وسلم (فبظلم من الذين هادوا) فبأي ظلم منهم والمعنى ما حرمنا عليهم الطيبات الا لظلم عظيم ارتكبوه
وهو ما عددناه لهم من الكفر والكبائر العظيمة والطيبات التي حرمت عليهم ما ذكره في قوله وعلى الذين هادوا
حرمنا كل ذي ظفر وحرمت عليهم الألبان وكلما أذنبوا ذنبا صغيرا أو كبيرا حرم عليهم بعض الطيبات من المطاعم
وغيرها (وبصدهم عن سبيل الله كثيرا) ناسا كثيرا أو صدا كثيرا (بالباطل) بالرشوة التي كانوا يأخذونها من
سفلتهم في تحريف الكتاب (لكن الراسخون) يريد من آمن منهم كعبد الله بن سلام وأضرابه والراسخون في العلم
الثابتون فيه المتقنون المستبصرون (والمؤمنون) يعني المؤمنين منهم أو المؤمنين من المهاجرين والأنصار

ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا
فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا
اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه
الله اليه وكان الله عزيزا حكيما
وان من أهل الكتاب الا ليؤمنن
به قبل موته ويوم القيامة يكون
عليهم شهيدا فبظلم من الذين
هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت
لهم وبصدهم عن سبيل الله كثيرا
وأخذهم الربوا وقد نهوا عنه
وأكلهم أموال الناس بالباطل
وأعتدنا للكافرين منهم عذابا أليما
لكن الراسخون في العلم منهم
والمؤمنون

زمینِ زمان کے نشان بعون خالق کون و مکان

حصۂ اوّل

کتاب مستطاب

مسمّٰی بہ

عسلِ مصفّٰی

جس میں حضرت مسیح ناصری کی وفات اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی کا اثبات بدلائلِ عقلیہ و نقلیہ بوضاحتِ تام کیا گیا ہے

از تالیفِ

زبدۃ الحکماء مولوی و منشی فاضل ابو العطا مرزا خدا بخش صاحب قادیانی

بدورانِ امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا و مولانا علامہ نور الدین

بماہِ اگست ۱۹۱۳ء مطابق غرہ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

در مطبع وزیر ہند امرتسر طبع گردید

اِن تمام حالات بالا سے ظاہر ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقدیم و تاخیر فرمائی ہے وہاں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت رکھی ہے۔ اور پھر تو خود اللہ تعالیٰ نے ہی اپنے علم قدیم سے ان میں تقدیم و تاخیر کو روا رکھا ہے لیکن اب کون عالم یا ملا یا صوفی ہے کہ اُس حکیم مطلق کی نظم کو اپنی محدود عقل سے تغیر و تبدیل دے سکے اسکی افصح و ابلغ کلام میں ایسی بیجا مداخلت کرنا یہودیوں کی تحریف سے کم نہیں +

بعض عقل کے اندھے آیت وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرَّاکِعِیْنَ کو استدلال میں پیش کیا کرتے ہیں کہ سجدہ اول ہے حالانکہ رکوع پہلے ہوا کرتا ہے اگر ان معترضین کو علم ہوتا کہ شریعت موسوی میں جو نماز مقرر ہے اس میں سجدہ نہیں ہوتا تو کبھی بھی اعتراض نہ کرتے۔ اِن کے ہاں سجدہ الگ عبادت ہے جسکو اُن کی نماز سے تعلق ہی نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو دو باتوں کا حکم دیا ہے کہ تم سجدہ بھی کرو۔ اور نمازیوں کے ساتھ نماز بھی پڑھ لیا کرو۔ جیسے کوئی کہے کہ میاں نماز اور نوافل پڑھ لیا کرو جس سے مراد ہے کہ نماز فریضہ بھی ادا کیا کرو اور نوافل کی نماز بھی حالانکہ نوافل خود نماز ہے مگر کون نہیں جانتا کہ نماز فریضہ اور ہے اور نماز نوافل اور یہی بات آیۃ متذکرہ بالا میں ہے فَتَدَبَّرُوْا یَا اُولِی الْاَلْبَابِ +

آٹھویں فصل

اِس باب میں کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے کیا معنی ہیں +

آیت بالا کی نسبت جہانتک تفسیروں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ علماء پر اس آیت کی اصل حقیقت منکشف نہیں ہوئی۔ اور اسی واسطے اُنہوں نے بڑے ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور جتنا اُن بزرگوں نے اس کو صاف کرنا چاہا ہے وتنا ہی اختلاف بڑھتا چلا گیا ہے۔ اوّل ہم ذیل میں اُن کے معانی کا خلاصہ اپنی زبان میں بیان کر دیتے ہیں اور پھر ہم دکھائینگے کہ اس کے حقیقی معنے کیا ہیں +

واضح ہو کہ جس قدر علما نے اِس آیت پر طبع آزمائی کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اپنی قلم کے گھوڑے کو اس کے معانی کے میدان میں دوڑایا ہے۔ اُن کی انتہائی دوڑ کی حد یہاں تک پہنچی ہے جو ذیل میں دکھلائی جاتی ہے اور جس سے آگے وہ کچھ نہیں دکھلا سکے

(۱) ایک گروہ یہ معنے کرتا ہے کہ ہر ایک اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے +

(۲) ایک دوسرا گروہ ہے جو یہ معنے کرتا ہے کہ ہر اہلِ کتاب مسیح کی موت سے پہلے ایمان لاکر مرتا ہے +

(۳) تیسرا گروہ یوں کہتا ہے۔ کہ جب حضرت مسیح آخری زمانہ میں نازل ہونگے۔ اور اُس وقت جس قدر اہلِ کتاب روئے زمین پر ہونگے۔ وہ سب مسیح کی وفات سے پہلے ایمان لائینگے +

(۴) بعض یہ معنے کرتے ہیں کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے

(۵) بعض یہ معنے کرتے ہیں کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے +

(۶) اور بعض وہ لوگ ہیں جو یہ معنے بھی کرتے ہیں کہ جب کسی انسان کو اچانک درندہ پھاڑ کر کھا جاتا ہے۔ یا چھت پر سے گر کر مر جاتا ہے۔ یا آگ میں جل کر مر جاتا ہے۔ تو اس کی روح نہیں نکلتی جب تک وہ مسیح پر ایمان نہیں لاتا +

یہ چھ قسم کے معانی علما متقدمین و متاخرین نے کئے ہیں اور یہی معانی میری نظر سے گذرے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر علما و مفسرین کو یقینی معنے معلوم ہوتے۔ تو وہ کیونکر اس قدر چکر کھاتے اور کیوں دُور از قیاس آراء ظاہر کرتے جب ہم غور سے ان معانی پر نظر کرتے ہیں تو سیاقِ کلام اور نیز مشاہدہ کے خلاف پاتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ کہ کہتے ہیں کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لاتا ہے۔ یہ مشاہدہ کے رو سے سراسر غلط ہے۔ کیونکہ کوئی یہودی اپنی موت سے پہلے یا موت کے وقت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتے ہوئے نہیں سُنا گیا میں نے خود یہودیوں سے بمقام کراچی دریافت کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ پھر ہم تفسیر کبیر میں بصفحہ ۵۰۴ دیکھتے ہیں کہ علامہ فخر الدین

رازی فرماتے ہیں۔ اِنَّا نَرٰی اَکْثَرَ الْیَهُوْدِ یَمُوْتُوْنَ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِعِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ یعنے
ہم اکثر یہودیوں کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن وہ مسیح علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے۔
پھر آگے چلکر وہ حجاج کا قول نقل کرتے ہیں جس میں لکھا ہے رُوِیَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ
قَالَ قَالَ الْحَجَّاجُ اِنِّیْ مَا قَرَاْتُهَا اِلَّا وَفِیْ نَفْسِیْ مِنْهَا شَیْئٌ یَعْنِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةَ فَاِنِّیْ
اَضْرِبُ عُنُقَ الْیَهُوْدِیِّ وَلَا اَسْمَعُ مِنْهُ ذٰلِكَ۔ یعنے شہر بن حوشب سے روایت بیان
کرتے ہیں کہ حجاج نے کہا تھا کہ جب کبھی میں اس آیت کو پڑھتا تو ہمیشہ میرے دل میں ایک
خلجان سا رہتا۔ کیونکہ جب میں یہودی کی گردن مارتا ہوں تو میں اُس سے کوئی اس کی تصدیق
نہیں پاتا۔ علاوہ ان کے مجھے آجتک ایسا کوئی مولوی یا کوئی اور آدمی نہیں ملا جس نے
چشم دید گواہی دی ہو کہ اُس نے کسی یہودی کو عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے دیکھا یا سُنا
ہے۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دُنیا میں ایک بھی آدمی نہیں جو اس امر کی تصدیق
کرے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ روزمرہ کا مشاہدہ تفسیر بالا کی سخت تکذیب کرتا ہے۔ ایسی
حالت میں یہ معنے کیونکر قبول ہو سکتے ہیں ورنہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آئیگی۔
رہے دوسرے معنے کہ ہر اہل کتاب مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لاتا ہے
سو اس کی نسبت واضح ہو کہ یہ معنے بھی سراسر لغو اور بیہودہ ہیں۔ کیونکہ جو لوگ اس بات کے
قائل ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام تاحال زندہ ہیں۔ تو اُن کو ثابت کرنا چاہیئے کہ آج سے لیکر ۱۹سو
برس اوپر تک یعنے اُس تاریخ تک کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے
کل یہودی اپنی موت سے پہلے اُن پر ایمان لاتے رہے ہوں۔ اور ایک یہودی بھی اُن
پر ایمان لانے سے باہر نہیں رہا۔ کوئی اس امر کا ثبوت ہرگز نہیں دے سکتا۔ تو پھر ایسے
معنے کرنا سوائے قرآن کریم کے جھٹلانے کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔ رہے یہ معنی
کہ ہر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر مرتا ہے اول تو یہ بات بھی تصدیق طلب ہے اور اگر
مان بھی لیں تو اُس میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں وہ اگر ایمان لائے اور ضرور لائے ہونگے
تو ایسا ایمان بھی اُن کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ جب وہ وقت کے نبی پر ایمان نہیں
لاتے رہے اور یہ معنے بھی سیاق کلام کے خلاف ہیں۔ ایسا ہی یہ معنی کہ ہر اہل کتاب
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے۔ ثبوت طلب ہیں۔ یہ معنی بھی ایسے

رازی فرماتے ہیں۔ اِنَّا نَرٰی اَکْثَرَ الْیَھُوْدِ یَمُوْتُوْنَ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِعِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یعنے
ہم اکثر یہودیوں کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن وہ مسیح علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے۔
پھر آگے چلکر وہ حجاج کا قول نقل کرتے ہیں جس میں لکھا ہے رُوِیَ عَنْ شَھْرِ بْنِ حَوْشَبٍ
قَالَ قَالَ الْحَجَّاجُ اِنِّیْ مَا قَرَاْتُھَا اِلَّا وَفِیْ نَفْسِیْ مِنْھَا شَیْءٌ یعنے ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ فَاِنِّیْ
اَضْرِبُ عُنُقَ الْیَھُوْدِیِّ وَلَا اَسْمَعُ مِنْہُ ذٰلِکَ۔ یعنے شہر بن حوشب سے روایت بیان
کرتے ہیں کہ حجاج نے کہا تھا کہ جب بھی میں اس آیت کو پڑھتا تو ہمیشہ میرے دل میں ایک
خلجان سا رہتا۔ کیونکہ جب میں یہودی کی گردن مارتا ہوں تو میں اُس سے کوئی اس کی تصدیق
نہیں پاتا۔ علاوہ ان کے مجھے آجتک ایسا کوئی مولوی یا کوئی اور آدمی نہیں ملا جس نے
چشم دید گواہی دی ہو کہ اُس نے کسی یہودی کو عیسےٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے دیکھا یا سنا
ہے۔ اور میں دعوےٰ سے کہتا ہوں کہ دُنیا میں ایک بھی آدمی نہیں جو اس امر کی تصدیق
کرے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ روزمرہ کا مشاہدہ تفسیر بالا کی سخت تکذیب کرتا ہے۔ ایسی
حالت میں یہ معنے کیونکر قبول ہو سکتے ہیں ورنہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آئیگی۔
رہے دوسرے معنے کہ ہر اہلِ کتاب مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لاتا ہے
سو اس کی نسبت واضح ہو کہ یہ معنے بھی سراسر لغو اور بیہودہ ہیں۔ کیونکہ جو لوگ اس بات کے
قائل ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام تاحال زندہ ہیں۔ تو اُن کو ثابت کرنا چاہیئے کہ آج سے لیکر ۱۹ سو
برس پہلے یعنے اُس تاریخ تک کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے
کل یہودی اپنی موت سے پہلے اُن پر ایمان لاتے رہے ہوں۔ اور ایک یہودی بھی اُن
پر ایمان لانے سے باہر نہیں رہا۔ کوئی اِس امر کا ثبوت ہرگز نہیں دے سکتا۔ تو پھر ایسے
معنے کرنا سوائے قرآن کریم کے جھٹلانے کے اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔ رہے یہ معنی
کہ ہر اہلِ کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر مرتا ہے اول تو یہ بات بھی تصدیق طلب ہے اور اگر
مان بھی لیں تو اس میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں وہ اگر ایمان لاتے اور ضرور لائے ہونگے
تو ایسا ایمان بھی اُن کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ جب وہ وقت کے نبی پر ایمان نہیں
لاتے رہے اور یہ معنے بھی سیاقِ کلام کے خلاف ہیں۔ ایسا ہی یہ معنی کہ ہر اہلِ کتاب
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے۔ ثبوت طلب ہیں۔ یہ معنی بھی ایسے

اسواسطے نہیں بنائی تاکہ تمہارا امتحان لے کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اُس میں کہانتک عملدرآمد واطاعت کرتے ہیں۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا ہی نہیں کہ کبھی بھی لوگ ایک مذہب پر ہوجائیں پھر کیونکر تسلیم کرلیا جائے کہ آیت زیر بحث کے یہ معنے ہیں کہ مسیح کے نزول کے وقت جس قدر اہلِ کتاب ہونگے وہ سب کے سب ایمان لائینگے۔ اگر ایسا مان لیں تو قرآنِ کریم کی اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے +

اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں تاقیامت عداوت رہیگی سب کے سب کیونکر ایمان لاسکتے ہیں۔ اگر وہ لوگ سب کے سب ایمان لائیں تو یہ آیات غلط ثابت ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ معنے جو علماء کرتے ہیں غلط ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بطلان کو جگہ نہیں ہوسکتی۔ بہرحال علماء کی غلطی ہے۔ کہ وہ دور از قیاس معنے کرتے ہیں +

جس قدر ان آیات کی تاویلیں کی گئی ہیں۔ اصلی معنوں پر واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے کی گئی ہیں لیکن یہ سب باتیں عقل اور فطرت اللہ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے خیالات عام جہلا میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کے عام جہلا میں ہندوؤں اور عام کفار کی نسبت یہ خیال ہے کہ جب کوئی ہندو مرنے لگتا ہے تو فرشتے اُس کو آکر دُکھ دیتے اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے ہیں اور جب تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ زبان پر نہیں لاتا تو فرشتے برابر اُس کو مارتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو پھر اُس کی روح پرواز کرتی ہے۔ لیکن آجتک کوئی مسلمان مجھے ایسا نہیں ملا جس نے کسی ہندو کو مرتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دیکھا ہو۔ خود ہندو ہمارے ہمسایہ میں رہتے ہیں۔ اور کئی ایک ہندوؤں کو میں نے بچشم خود مرتے ہوئے بھی دیکھا ہے لیکن۔ مجھے کبھی بھی ایک ہندو ایسا ثابت نہیں ہوا۔ جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اظہار اپنی زبان سے کیا ہو۔ یا یہ کہ مرتے ہوئے کسی مسلمان کو اپنے پاس طلب کیا ہو۔ یا کسی ہندو نے اپنے کسی بزرگ کو کلمہ پڑھتے ہوئے سُنکر آئندہ مسلمانوں کے پاس جاکر ایمان کا اقرار کیا ہو کہ چونکہ ہمارے فلاں بزرگ نے مرتے ہوئے اس پاک کلمہ کو جو مسلمان پڑھا کرتے ہیں۔ پڑھا تھا۔ جس کی وجہ سے نزع کے کرب اور قلق سے اُسکو نجات مل گئی تھی۔ یا یہ کہ اُس نے وصیت کی ہو کہ مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر ایسے

ہی دور از قیاس ہیں۔ جیسے پہلے نمبر میں دکھلائے گئے ہیں۔ کیونکہ کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کہ ہر یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت سے پہلے ایمان لاکر مرتا ہے۔ رہے یہ معنے کہ نزول کے بعد جس قدر اہلِ کتاب ہونگے۔ وہ سب کے سب مسیح پر ایمان لائینگے سو وہ بوجوہات ذیل درست نہیں +

(اوّل) آیت وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کے خلاف ہے۔ یعنے تیرے تابعین کو کفار پر قیامت کے دن تک غالب رکھونگا۔ آلِ عمران رکوع ۶۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام اہل یہود ایک مذہب پر نہیں ہو سکتے +

(دوم) آیت فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کے خلاف ہے یعنے ہم نے عیسائیوں اور یہودیوں میں قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا ہے۔ سورۃ المائدہ رکوع ۳۔ بدستور وہی مضمون ہے جو آیت اوّل میں ہے چنانچہ اس آیت کے متعلق تفسیر ابن جریر میں یوں لکھا ہے دیکھو تفسیر ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۷۰ +

یعنے تعالیٰ ذکرہ بقولہٖ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ بَيْنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى +

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے یہودیوں اور نصاریٰ کے درمیان عداوت اور بغض تا قیامت ڈالدیا ہے +

حَدَّثَنِي الْمُثَنّٰى قَالَ ثَنَا اَبُوْحُذَيْفَةَ قَالَ ثَنَا شِبْلٌ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى

مثنی نے میرے پاس روایت کی کہ حذیفہ نے اُن کے پاس اور شبل نے اُن کے پاس اور اُن کے پاس ابن ابی نجیح نے اور اُنکے پاس مجاہد نے کہ آیۃ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ میں یہود اور نصاریٰ مراد ہیں +

(سوم) آیت وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ ہم نے ان میں قیامت تک دشمنی اور کینہ قایم کر دیا ہے۔ سورۃ المائدہ رکوع ۹ +

(چہارم) آیت وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ کے خلاف ہے دیکھو سورۃ المائدہ رکوع ۷ +

اور اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی تو تم سب کو ایک ہی امت بناتا لیکن خدا تعالیٰ نے ایک امت [illegible]

اس واسطے نہیں بنائی تاکہ تمہارا امتحان لے کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں کہاں تک عملدرآمد اور اطاعت کرتے ہیں۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا ہی نہیں کہ کبھی بھی لوگ ایک مذہب پر ہو جائیں پھر کیونکر تسلیم کر لیا جائے کہ آیت زیر بحث کے یہ معنے ہیں کہ مسیح کے نزول کے وقت جس قدر اہل کتاب ہونگے وہ سب کے سب ایمان لائینگے۔ اگر ایسا مان لیں تو قرآن کریم کی اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے +

اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں تاقیامت عداوت رہیگی سب کے سب کیونکر ایمان لا سکتے ہیں۔ اگر وہ لوگ سب کے سب ایمان لائیں تو یہ آیات غلط ثابت ہوتی ہیں۔ لہذا وہ معنے جو علمار کرتے ہیں غلط ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں بطلان کو جگہ نہیں ہو سکتی۔ بہرحال علمار کی غلطی ہے۔ کہ وہ دور از قیاس معنے کرتے ہیں +

جس قدر ان آیات کی تاویلیں کی گئی ہیں۔ اصلی معنوں پر واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے کی گئی ہیں۔ لیکن یہ سب باتیں عقل اور فطرت اللہ کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اس قسم کے خیالات عام جہلا میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کے عام جہلا میں ہندوؤں اور عام کفار کی نسبت یہ خیال ہے کہ جب کوئی ہندو مرنے لگتا ہے تو فرشتے اس کو آکر دکھ دیتے اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے ہیں اور جب تک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ زبان پر نہیں لاتا تو فرشتے برابر اس کو مارتے رہتے ہیں۔ اور جب وہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو پھر اس کی روح پرواز کرتی ہے۔ لیکن آج تک کوئی مسلمان مجھے ایسا نہیں ملا جس نے کسی ہندو کو مرتے ہوئے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دیکھا ہو۔ خود ہندو ہمارے ہمسایہ میں رہتے ہیں۔ اور کئی ایک ہندوؤں کو میں نے بچشم خود مرتے ہوئے بھی دیکھا ہے لیکن۔ مجھے کبھی بھی ایک ہندو ایسا ثابت نہیں ہوا۔ جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اظہار اپنی زبان سے کیا ہو۔ یا یہ کہ مرتے ہوئے کسی مسلمان کو اپنے پاس طلب کیا ہو۔ یا کسی ہندو نے اپنے کسی بزرگ کو کلمہ پڑھتے ہوئے سنکر آئندہ مسلمانوں کے پاس جا کر ایمان کا اقرار کیا ہو کہ چونکہ ہمارے فلاں بزرگ نے مرتے ہوئے اس پاک کلمہ کو جو مسلمان پڑھا کرتے ہیں۔ پڑھا تھا۔ جس کی وجہ سے نزع کے کرب اور قلق سے اسکو نجات مل گئی تھی۔ یا یہ کہ اس نے وصیت کی ہو کہ مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر ایسے

ایسے دیکھے وارد ہوئے ہیں۔ تم اسلام پر ایمان لائیو۔ ورنہ تم بھی سخت عذاب میں گرفتار ہوگے لیکن ہم نے کبھی بھی ایسا کوئی مشاہدہ نہیں کیا۔ یہ سب باتیں لغو اور بیہودہ ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں +

اب ہم متذکرہ بالا بیان کی تائید میں چند تفاسیر کے حوالہ ذیل میں دینے ضروری سمجھتے ہیں تاکہ یہ سمجھیں کہ ایسے معنے ہماری کسی کتاب میں نہیں ہیں یہ تم نے خود کر لئے ہیں۔ اور پھر خود ناظرین اُن اختلافات کو دیکھ کر نتیجہ صحیحہ پر پہنچ جائیں۔ ظاہر ہے کہ اگر علماء کو اس آیت کے کسی ایک معنے پر وثوق ہوتا تو پھر کیوں اسقدر اختلاف کرتے۔ دیکھو تفاسیر ذیل +

(۱) تفسیر ابن جریر طبری جلد ۶ صفحہ ۱۳ زیر آیۃ وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ یوں لکھا ہے +

قَالَ حَدَّثَنِی الْمُثَنّٰی قَالَ ثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ ثَنَا یَعْلٰی عَنْ جُوَیْبِرٍ فِیْ قَوْلِهٖ لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ قَالَ فِیْ قِرَاۗءَةِ اُبَیٍّ قَبْلَ مَوْتِهِمْ وَقَالَ آخَرُوْنَ یَعْنِیْ ذٰلِكَ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِ الْكِتَابِیِّ +

ابن جریر کہتا ہے کہ میرے ہاں مثنےٰ نے اُن کے پاس اسحٰق نے اُن کے پاس یعلیٰ نے جویبر سے روایت کی ہے کہ لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کے متعلق اس نے بیان کیا کہ ابی کی قراۃ میں قَبْلَ مَوْتِهِمْ ہے اور دوسرے کہتے ہیں کہ کوئی بھی اہل کتاب نہیں جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت سے پہلے ایمان نہ لاوے +

(۲) تفسیر کشاف جلد اول صفحہ ۳۳۵ - زیر آیت وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ یوں لکھا ہے +

(۱) وَیَدُلُّ عَلَیْهِ قِرَاۗءَةُ اُبَیٍّ اِلَّا لَیُؤْمِنُنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ بِضَمِّ النُّوْنِ عَلٰی مَعْنٰی وَاِنْ مِّنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا لَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ اور معنے یہ ہیں کہ اُن میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے اُس (یعنے مسیح) پر ایمان نہ لائیگا +

(۲) پھر صفحہ ۳۳۶ پر ہے وَقِیْلَ الضَّمِیْرُ فِیْ بِهٖ یَرْجِعُ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ضمیر بہ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے +

(۳) وَقِیْلَ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یعنے یہ بھی کہتے ہیں کہ ضمیر محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے +

(۳) تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے +

(۱) رُوِیَ عَنْ عِکْرِمَۃَ اَنَّ الْھَاءَ فِیْ قَوْلِہٖ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ کِنَایَۃٌ عَنْ مُحَمَّدٍ صَلْعَمْ یَقُوْلُ لَا یَمُوْتُ کِتَابِیٌّ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِمُحَمَّدٍ صَلْعَمْ یعنے عکرمہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ میں ضمیر ہا سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ بدیں قول کہ اہل کتاب جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے نہیں مرتا +

(۲) وَقِیْلَ رَاجِعَۃٌ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ مَوْتِہٖ عِنْدَ الْمُعَایَنَۃِ حِیْنَ لَا یَنْفَعُہٗ اِیْمَانُہٗ یعنے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ضمیر مذکور اللہ عزوجل کی طرف راجع ہے۔ بدیں معنے کہ کوئی بھی اہل کتاب نہیں مگر وہ اللہ عزوجل پر اپنی موت سے پہلے خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد ایمان لائیگا لیکن اُس وقت اُس کا ایمان اُس کو کچھ مفید نہ ہوگا۔ کیونکہ فرعون نے بھی اظہار ایمان کیا تھا اُسکو کیا فائدہ ہوا +

(۴) تفسیر روح المعانی جلد اول صفحہ ۲۱۳۔ زیر آیت مذکورہ بالا یوں لکھا ہے۔ قِیْلَ الضَّمِیْرُ الْاَوَّلُ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَیْضًا اِنَّہٗ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یعنے پہلی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور نیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے +

(۵) تفسیر ابوسعود جلد ۳ صفحہ ۴۹۱ میں یوں لکھا ہے +

(وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ) اَیْ مِنَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی (اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ) جُمْلَۃٌ قَسَمِیَّۃٌ وَقَعَتْ صِفَۃَ مَوْصُوْفٍ مَحْذُوْفٍ اِلَیْہِ یَرْجِعُ الضَّمِیْرُ الثَّانِیْ وَالْاَوَّلُ لِعِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیْ وَمَا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اَحَدٌ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِعِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ قَبْلَ اَنْ تَزْھَقَ رُوْحُہٗ بِاَنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ اِنَّہٗ قُرِیَٔ

یہود اور نصاریٰ اپنی موت سے پہلے اس پر ایمان لائینگے۔ یہاں ضمیر دوسری یعنے قبل موتہٖ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف ہے۔ اور پہلی ضمیر یعنے بہ کی ضمیر عیسےٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جب اہل کتاب کی روح نکلتی ہے تو اس سے پہلے وہ ایمان لاتا ہے۔ اور قبل موتہم بھی قرارت آئی ہے اور ابن عباس بھی اسی طرح جمع کی ضمیر بیان کرتے

لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِمْ بِضَمِّ النُّوْنِ لِاَنَّ
اَحَدًا فِيْ مَعْنَى الْجَمْعِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ فَسَّرَهٗ كَذٰلِكَ
وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ لِيَ الْحَجَّاجُ اٰيَةٌ
مَا قَرَأْتُهَا اِلَّا تَخَالَجَ فِيْ نَفْسِيْ شَيْءٌ مِنْهَا يَعْنِيْ
هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَقَالَ اِنِّيْ اُوْتِيَ بِالْاَسِيْرِ مِنَ
الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى فَاَضْرِبُ عُنُقَهٗ فَلَا
اَسْمَعُ مِنْهُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ اِنَّ الْيَهُوْدَ اِذَا حَضَرَهُ
الْمَوْتُ ضَرَبَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ دُبُرَهٗ وَوَجْهَهٗ
وَقَالُوْا يَا عَدُوَّ اللّٰهِ اَتَاكَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ
نَبِيًّا فَكَذَّبْتَ بِهٖ فَيَقُوْلُ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ عَبْدٌ
نَبِيٌّ وَتَقُوْلُ لِلنَّصْرَانِيِّ اَتَاكَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ
نَبِيًّا فَزَعَمْتَ اَنَّهُ اللّٰهُ اَوِ ابْنُ اللّٰهِ فَيُؤْمِنُ
اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ حَيْثُ لَا يَنْفَعُهٗ
اِيْمَانُهٗ - وَقِيْلَ كِلَا الضَّمِيْرَيْنِ لِعِيْسٰى وَالْمَعْنٰى
وَمَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ الْمَوْجُوْدِيْنَ عِنْدَ
نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَحَدٌ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ
بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ +

ہیں۔ اور شہر بن حوشب سے روایت ہے
کہ مجھے حجاج نے کہا کہ جب میں نے اس آیت
کو پڑھا تو مجھے ہمیشہ اس کے بارہ میں خلجان
رہا۔ کیونکہ جب میرے پاس یہود اور نصاریٰ
کے قیدی لائے جاتے ہیں۔ اور میں اُن
کی گردن مارتا ہوں۔ تو میں اُن سے ایسا کہتے
ہوئے نہیں سُنتا۔ تو میں نے کہا کہ جب یہودی
کو موت حاضر ہوتی ہے۔ تو فرشتے اُس کی پیٹھ
اور منہہ پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے
دشمن تیرے پاس عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر آیا۔
اور تو نے اُس کی تکذیب کی۔ تو اُس وقت وہ
کہتا ہے۔ کہ میں ایمان لایا۔ کہ وہ بندہ اور نبی
ہے۔ اور نصرانی کو کہتا ہے کہ تیرے پاس عیسیٰ علیہ السلام
نبی ہو کر آیا۔ لیکن تو نے گمان کیا کہ وہ اللہ یا اللہ
کا بیٹا ہے۔ اِس پر وہ کہتا ہے کہ میں ایمان لایا
کہ وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ مگر اُسوقت
اُس کا ایمان کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اور
یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ دونو ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام
کی طرف راجع ہیں۔ اور معنے یہ ہیں۔ جس قدر اہل کتاب اُس کے نزول کے وقت موجود ہونگے
تو وہ سب اُس کے مرنے سے پہلے ایمان لائینگے +

یہ عبارت ہے جو ابو سعود میں لکھی ہے اس کے قریب قریب تفسیر کبیر اور دیگر اکثر تفاسیر
میں ہے۔ لہذا ہم اسی پر اکتفا کر کے دیگر تفاسیر کا حوالہ دینا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس تمام بیان
سے صاف ظاہر ہے کہ مفسرین ضمیروں کو تحقیق سے نہیں کہہ سکتے کہ کدھر راجع ہیں۔ جو لوگ
اس امر کے قائل ہیں کہ ہر ایک اہل کتاب کو مسیح پر ایمان لانا ضروری ہے۔ تو جو یہود ۱۹ اسو برس

سے برابر مرتے چلے آئے ہیں۔ وہ کیونکر ایمان لائینگے۔ کیونکہ آیت میں کوئی تحدید نہیں کہ فلاں زمانہ کے لوگ ایمان دار ہونگے۔ اس آیت میں گذشتہ اور حال اور آئندہ زمانہ کے اہل کتاب شامل ہیں۔ پھر وہ کونسی وجہ قوی ہے۔ جس سے سمجھا جائے کہ صرف ایک ہی زمانہ کے لوگ ایمان لائینگے۔ جہاں تک .. جاتا ہے ان علماء نے بلا تحقیق اس آیت میں قدم رکھا ہے اور جیسے اندھا کسی چیز کو تلاش کرتا ہے۔ تو وہ جا بجا ٹٹولتا پھرتا ہے ایسا ہی انکا حال ہو+

لام تاکید اور نون ثقیلہ کی بحث متعلق آیۃ لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

آیت متذکرہ بالا میں بعض علماء نے صرف آئندہ کے زمانہ تک اس کے معنے محدود کئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ علم نحو وغیرہ میں آیا ہے کہ جہاں نون ثقیلہ آئے وہاں قطعی طور سے ہمیشہ فعل مستقبل کے معنے آتے ہیں چونکہ لَیُؤْمِنَنَّ میں لام تاکید و نون ثقیلہ آئے ہیں۔ اس لئے اس کے یہی معنے ہوئے کہ آخری زمانہ میں لوگ ضرور مسیح پر ایمان لائینگے لیکن جب قرآن شریف پر غور کرتے ہیں تو اُن کے بیان کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ برخلاف اس کے تینوں زمانے یعنے ماضی اور حال اور مستقبل کے لئے بھی وہ آتے ہیں چنانچہ ہم بطور نمونہ چند آیات پیش کرتے ہیں۔ جن سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ آیات بیان کی جائیں ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ علم نحو وغیرہ کے رو سے اس پر کچھ بحث کی جائے۔ سو واضح ہو کہ نحویوں وغیرہ نے یہ قرار دیا ہے کہ جس صیغہ کے ساتھ لام تاکید آئے۔ وہاں فعل مضارع حال کے معنے دیتا ہے۔ اور نون ثقیلہ صرف استقبال کے لئے آتا ہے۔ لیکن جہاں لام تاکید اور نون ثقیلہ دونوں آئیں تو وہاں یہ لازمی نہیں کہ فعل مستقبل کے معنے دے۔ چنانچہ حضرت مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی الحق جلد ۱ نمبر ۲ کے صفحہ ۲۳ ۱ میں فرماتے ہیں کہ قسم کے جواب کے واسطے صرف استقبال کا ہونا کچھ واجب اور لازم نہیں ہے بلکہ جواب قسم کبھی ماضی ہوتا کبھی حال کبھی استقبال کبھی استمرار اور دوام تجددی۔ اور اگر قسم کا جواب صیغہ مستقبل موکد بلام تاکید و نون تاکید ہو تو علم نحو وغیرہ میں دوام تجددی یا حال یا استقبال دونوں ہونے میں کوئی امتناع نہیں ہے۔ بلکہ بعض جگہ اشتراکی طور سے ماضی کے معنے بھی ایک سلسلہ متصلہ ممتدہ

کی طرح مراد لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں نمبروار چند آیات بطور نظیر پیش کرتے ہیں ؂

الف ۔ اول مثال بعض حال فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ پارہ ۲ رکوع ۱ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ہم تیرا منہ اُس قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں۔ جو تیرا پسندیدہ ہے۔ لہٰذا مسجد حرام کی طرف رخ کرے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بمجرد نازل ہونے آیت ہذا کے عین نماز میں منہ پھیر لیا گیا۔ اور کوئی توقف درمیان میں نہیں ہونے پایا ؂

مثال دوم ۔ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهٗ پارہ ۱۶ ۔ رکوع ۱۴ ۔ یعنے اپنے معبود کی طرف دیکھ جس پر تو معتکف تھا کہ اب اس کو جلاتے ہیں اس جگہ بھی استقبال مراد نہیں کیونکہ استقبال اور حال میں کسی قدر زمانہ کا بعد ہونا ضروری ہے مثلاً اگر ایک آدمی کسی کو کہے کہ لے میں تجھے دس روپیہ دیتا ہوں ۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اس کا وعدہ زمانہ مستقبل کے لئے ہے بلکہ حال ہی کے زمانہ میں وعدہ اور ایفائے عہد ہوا

ب ۔ مثال اول ماضی حال و استقبال ۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کیا کرتے ہیں۔ ہم اُن کو اپنی راہ دکھلا دیتے ہیں۔ دیکھو پارہ ۲۱ رکوع ۳ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اس جگہ مجرد استقبال مراد لیا جاوے تو اس سے معنے فاسد ہو جاتے ہیں ۔ اور یہ کہنا پڑیگا کہ یہ وعدہ صرف آئندہ کے لئے ہے۔ اور زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال میں جو مجاہدہ کرتے رہے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی راہوں سے بے نصیب ہیں۔ لہٰذا ضرور ماننا پڑیگا کہ اس میں تینوں زمانوں کا ذکر ہے ؂

مثال دوم ۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ یعنے خدا تعالیٰ مقرر کر چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہمیشہ غالب ہوتے رہا کرینگے۔ یہ آیت بھی آیت ماسبق کی طرح ازمنہ ثلاثہ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہمیشہ غالب ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہینگے ؂ سورۃ

مثال سوم ۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ یعنے جو شخص عمل صالح بجالایا کرتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو مگر مومن ہو تو ہم اُس کو پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھا کرتے ہیں اور اُس کے عمل سے بہتر جزا دیا کرتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۱۴ سورۃ النحل رکوع ۱۳ ۔ اس آیت میں بھی تینوں زمانہ پائے جاتے ہیں۔ ورنہ لازم آئیگا کہ زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال میں جو عمل

صالح بجالاتے تھے۔ اُن کو اللہ تعالیٰ اجر سے ہمیشہ محروم کرتا رہا۔ اور صرف زمانہ آئندہ میں جو لوگ عمل کرینگے۔ اُن کو اجر ملا کریگا +

مثال چہارم۔ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ یعنے وہ جو خدا تعالیٰ کی مدد کیا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ مدد کیا کرتا ہے۔ قرآن شریف پارہ ۱۷ رکوع ۱۳۔ اس میں بھی آیات ماسبق کی طرح لام تاکید اور نون تاکید آئے ہیں۔ کیا اس میں بھی زمانہ آئندہ ہی کے معنے لئے جائینگے۔ اور زمانہ گذشتہ اور زمانہ حال کو شامل نہیں کرینگے۔ کیا کوئی مسلمان مان سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے صرف زمانہ مستقبل میں پیدا ہونگے۔ زمانہ ماضی اور حال میں کوئی ناصر لدین اللہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں تو تمام انبیاء اور بالخصوص حضرت خاتم النبیین (صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ اجمعین) کی تمام دینی کوشش اکارت سمجھی جائے گی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ لہذا لازمی طور سے ماننا پڑتا ہے کہ اس آیت میں بھی تینوں زمانہ مشتمل ہیں +

پانچویں مثال۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِى الصّٰلِحِيْنَ ۝ یعنے جو لوگ ایمان لاتے اور عمل صالح کرتے ہیں۔ ہم اُن کو صالحین میں داخل کر لیا کرتے ہیں۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۲۰ رکوع ۱۳۔ اس آیت میں بھی تینوں زمانے ہیں۔ ورنہ بڑے بڑے مفاسد لازم آئینگے +

ج۔ امثلہ فعل حال واستقبال +

(۱) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ یعنے ہم تم کو کچھ تو خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں اور ثمرات میں نقصان وارد کرنے سے آزماتے ہیں یا آزماوینگے۔ اس میں دونوں زمانہ پائے جاتے ہیں۔ بلکہ تینوں زمانہ بھی آسکتے ہیں۔ کیونکہ ہر زمانہ کے مومنوں کی اس قسم کے واقعات سے آزمایش ہوتی رہی ہے +

مثال دوم۔ لَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ (یعنے تو اُن کو اس امر پر نہایت ہی حریص پاتا ہے کہ لمبی زندگی ہو۔ اس میں بھی دونوں زمانہ حال واستقبال شامل ہیں۔ کیونکہ یہ لازم نہیں آتا کہ اب تو تو ان کو حیاتی کے لئے احرص پائے۔ اور آئندہ نہیں پائیگا +

ہم اسی قدر امثلہ پر اکتفا کر کے عرض کرتے ہیں۔ کہ آیات بالا سے بخوبی ہویدا ہے کہ یہ امر لازمی نہیں ہے کہ جہاں لام تاکید اور نون ثقیلہ آئے۔ بجز استقبال اور کوئی معنے متصور نہیں

ہونگے۔ کیونکہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے کہ لام تاکید اور نون ثقیلہ تینوں زمانوں کے لئے بھی آتے ہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ کوئی شخص اس آیت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ پر اس وجہ سے زور دے کہ اس میں لام تاکید اور نون ثقیلہ آئے ہیں۔ اس واسطے اس کا وقوعہ زمانہ آئندہ کے لئے ہے۔ اور اسی بنا پر کہیں کہ ضرور حضرت عیسٰے علیہ السلام پر آئندہ زمانہ میں لوگ ایمان لائینگے۔ کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ صرف استقبال کے لئے نہیں۔ بلکہ زمانہ ماضی و حال کے لئے بھی لام تاکید اور نون ثقیلہ آتے ہیں۔ لہذا ایسی بات پر جو محتمل بہ چند زمانہ ہو یک طرفہ رائے قایم کر لینا تحکم اور خلافِ دانشمندی ہے +

اور بالفرض اگر ہم اس آیت میں یہ بھی مان لیں کہ ضرور یہاں پر فعلِ مستقبل کے معنے لگتے ہیں تو بھی کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ اس آیت کے معنے اس صورت میں بھی بجز اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ ہر اہلِ کتاب مسیح پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائیگا۔ اور ضمیر ثانی اسواسطے اہل کتاب کی طرف راجع ہے کہ اس آیت میں قرآن شریف کی ایک دوسری قرأت آئی ہے۔ یعنے قَبْلَ مَوْتِھِمْ اور ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ بہت سی تفاسیر میں یہ عبارت آئی ہے مَا مِنَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی اَحَدٌ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِاَنَّ عِیْسٰے عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ وَیُؤَیِّدُ ذٰلِکَ اِنْ قُرِئَ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِھِمْ۔ یعنے یہود اور نصاریٰ میں سے ایسا کوئی نہیں جو اپنی موت سے پہلے عیسیٰ پر ایمان لائے اور قَبْلَ مَوْتِھِمْ کی قرأت انہیں معنوں کی موید ہے۔ الغرض بیانِ مذکورہ بالا کی تائید میں حضرت ابنِ عباس اور حضرت عکرمہ اور علی بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم متفق ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ بالا میں ضمیر اول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسٰے علیہ السلام کی طرف ہے۔ اور ضمیر ثانی اہل کتاب کی طرف۔ اور قرآن شریف کی قرأت قَبْلَ مَوْتِھِمْ بھی اسی کی مصدق ہے۔ اور بہت سے مفسرین و محدثین نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ تو پھر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ضمیر ثانی مسیح ہی پر تھوپی جائے۔ انصاف کو کام میں لانا چاہیے +

اگر بفرضِ محال ان امورِ متذکرہ بالا کو نظر انداز کر کے وہی معانی لے لئے جائیں جو بعض علماء کرنا چاہتے ہیں تو بھی مسیح کی حیات تو کسی صورت میں ثابت نہیں ہوتی۔ جیسے کہ ہم اوپر ظاہر کر آئے

ہیں۔ بلکہ بوجوہات چند در چند ثابت کر چکے ہیں۔ کہ وہ سب تاویلیں اُن علماء کی فاسد اور دور از قیاس ہیں +

اصلی اور حقیقی معنے آیۃ وَاِنْ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ کیا ہیں

اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ جب تفاسیر کی متعدد توجیہات کو مردود ٹھہرایا جاتا ہے۔ تو پھر اس کے اصلی اور حقیقی معنے کیا ہو سکتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ اس کے اصلی معنے تب کُھل سکتے ہیں جب آیت متذکرہ بالا کے ساتھ اس کے ماقبل کی آیات کو ملا لیا جائے تاکہ سیاقِ کلام سے مفہوم کلی بوضاحت تام منکشف ہو جائے۔ لہٰذا ہم اول اُن آیات کو جہاں سے اس آیت کا تعلق ثابت ہوتا ہے لکھتے ہیں۔ وہو ہٰذا +

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ قرآن شریف پارہ ۶۔ سورۃ النساء رکوع ۲۲ +

اس آیت کے تین معنے ہمارے نزدیک ہو سکتے ہیں۔ اور ان تینوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات طبعی ثابت ہوتی ہے۔ نہ کوئی موت۔ اول معنے آیت مذکورہ بالا اور یہود کی اس بات کو دیکھو کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسےٰ مسیح کو قتل کر ڈالا جو اللہ کا رسول کہلاتا تھا حالانکہ نہ اُنہوں نے اُسکو قتل کیا اور نہ صلیبی موت سے مارا۔ لیکن یہ بات اُن کے دلوں میں شبہ کے طور پر ہی یقینی نہیں اور جو لوگ اس بات میں اختلاف کرتے ہیں یعنے کہتے ہیں کہ شاید ہی مصلوب ہو گیا ہو وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے پاس کوئی یقینی بات نہیں صرف ظن کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور وہ خوب یقین رکھتے ہیں کہ مسیح قتل نہیں ہوا بلکہ اپنی موت سے مرا۔ اور اللہ تعالیٰ نے راستباز بندوں کی طرح اُس کو اُٹھا لیا۔ کیونکہ

خداتعالیٰ عزیز ہے۔ وہ اُن لوگوں کو جو اُس کی طرف سے ہوتے ہیں ذلیل نہیں کیا کرتا۔
اور اُس کا فعل حکمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ وہ حکیم ہے۔ ایک معنے تو یہ ہیں +

اِن معنوں کی تائید انجیل سے

اور اِن معنوں کی تائید انجیل سے یوں ہوتی ہے کہ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا کہ تیسرے روز مُردوں سے جی اُٹھونگا۔ دیکھو انجیل متی باب ۲۰۔ ورس ۱۹۔ جس پر یہودیوں کو گمان ہوگیا کہ کہیں ایسا نہوا ہو کہ اُسکے حواریوں نے سازش کرکے کوئی ایسی کارروائی کی ہو کہ موت سے اُسکو بچا لیا ہو اور پھر وہ یہہ کہدیں کہ دیکھو وہ تیسرے روز بطور معجزہ کھڑا ہوگیا چنانچہ جب اُن کو وہ قبر میں نہ ملا تو اُن کو یقین ہوگیا کہ ضرور منصوبہ کیا گیا ہے تو اُس وقت رشوت دینے پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ انجیل متی باب ۲۸۔ آیت ۱۲ و ۱۳ میں ہے "تب اُنہوں نے بزرگوں کے ساتھ اکٹھے ہوکر صلاح کی۔ اور اُن پہرے والوں کو بہت روپے دیئے اور کہا کہ تم کہو کہ رات کو جب ہم سوتے تھے۔ اُس کے شاگرد آکے اُسے چُرا لے گئے" اس تمام واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کے دلوں میں مسیح کے مفقود ہوجانے سے کیا کیا خیال پیدا ہوئے ہونگے۔ اور ضرور یہی خیال پیدا ہوا کہ مسیح زندہ کہیں چلا گیا۔ اور تیسرے روز پھر وہ ظاہر ہوجائیگا اور کہیگا کہ اب دوبارہ زندہ ہوگیا ہوں۔ اور اس طرح وہ اس کو اپنا معجزہ قرار دیکر لوگوں کو قائل کریگا۔ پس اس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں میں شکوک پیدا ہوگئے تھے۔
اور آیت میں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کا لفظ یہودیوں کی زبان سے نقل کیا ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو رسول اللہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ اگر وہ فی الواقع رسول اللہ سمجھتے تو مخالفت ہی کیوں کرتے۔ یہ بات عیسائیوں کے بالمقابل اِن کو چڑھانے اور اِن کو منہہ بنانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ وہ اِن کا رسول اللہ تھا جس کو ہم نے سولی پر دیدیا وہ تو توریت کے رو سے لعنتی ہوا ہاں وہ ضرور رسول اللہ ہے لہذا وہ بطور تمسخر ایسا کہا کرتے تھے

دوسرے معنے آیت مذکورہ۔ دوسرے معنے یہ ہیں اور یہودیوں کی بات پر غور کرو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے یقیناً مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو قتل کرڈالا جو اللہ کا رسول کہلاتا تھا۔ حال یہ ہے کہ نہ اُنہوں نے اُسکو قتل کیا اور نہ اُسکو صلیب پر مارا مگر یہ بات ضرور ہے کہ وہ کالمقتول اور

کا لصلوب ہوا۔ اور جو لوگ قتل مسیح علیہ السلام پر اختلاف کرتے ہیں۔ وہ اِس بارہ میں شک میں ہیں۔ اُن کو اس قتل کا یقینی علم نہیں ہے۔ بلکہ وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ یقیناً یقیناً یہودیوں نے اِس کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے طبعی موت سے مار کر اپنی طرف اُٹھا لیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عزیز اور حکیم ہے اور کوئی بھی اہل کتاب ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح کے قتل پر ایمان نہ رکھتا ہوگا۔ اور قیامت کے روز مسیح ان پر گواہ ہوگا۔ اس طرح معنے کرنے سے یہ مقصود ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا قول نقل کیا ہے اور وہ قول اُن کا اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ہے۔ وہ یقیناً مسیح کی قتل کا اقرار کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اُن کے قتل اور صلیبی موت کی نفی کرتا ہے اب آگے قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قتل و صلیب کی نفی تو کی۔ لیکن واقعہ کی نفی نہیں کی۔ بلکہ کہا کہ اُنکو دھوکہ لگا ہے۔ کیونکہ کچھ بات قریب قریب ایسی ہوئی ہے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ اضمار کا استعمال کرتا ہے۔ اور یہ ضروری امر ہے کہ ضمیروں کا مرجع خواہ ضمیر ظاہر ہو یا مستتر عبارت میں ہونا ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ میں جو ضمیر لفظ فِيْهِ میں آئی ہے وہ کس کی طرف راجع ہے اور اُس کا مرجع کون ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ قتل کے لفظ سے شروع کیا گیا ہے۔ اور قتل ہی کی نفی کی گئی ہے۔ آگے ضمیر مذکورہ کا مرجع بجز واقعہ قتل کے اور کہاں جا سکتا ہے۔ اِسی طرح لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ میں بھی ضمیر غائب اُسی طرف جاتی ہے۔ اور پھر مَا لَهُمْ بِهٖ میں جو ضمیر ہے وہ بھی اسی قتل کی طرف راجع ہے۔ اتنے اضمار بولکر اللہ تعالیٰ پھر اِسی لفظ یعنے قتل کو دُہراتا ہے۔ کیونکہ بُعد اور دوری واقع ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ قتل کے معاملہ کو برابر ذکر کرتا چلا آتا ہے پھر بعد کی آیت میں ضمیروں کو بطورِ سابق استعمال کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ جس میں دو ضمیریں آئی ہیں۔ ایک بِهٖ اور دوسری قَبْلَ مَوْتِهٖ میں یہ تو ظاہر ہے کہ پیچھے برابر قتل کے واقعہ کا ذکر ہوتا چلا آتا ہے۔ تو یہاں ضمیر اوّل بھی واقعہ قتل کی طرف ہے۔ یعنے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم نے برملا شہادت دیدی کہ نہ تو اہل کتاب نے اِس کو قتل کیا اور نہ صلیبی موت سے مارا۔ مگر پھر بھی یہ شوریدہ النفس ایسے لوگ ہیں کہ وہ اسی بات پر ایمان رکھتے چلے جائینگے کہ مسیح مقتول ہوا او

یہ بات صرف موت سے پہلے پہلے تک ہے۔ جب مرجائینگے تو پھر پتہ لگیگا کہ اصل واقع کیا تھا۔ کیونکہ یہ تو تمام مذاہب میں مسلم امر ہے کہ بعد مرنے کے اِن کو اپنی گذشتہ عمر کے اعمال کا نتیجہ ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ نیک اعمال کا نیک نتیجہ اور بداعمال کا بد۔ اِن معنوں میں کوئی دقت اور تکلیف نہیں صاف اور سیدھے معنے ہیں۔ ان معنوں میں ہم نے اپنی طرف سے نہ کوئی تاویل کی ہے اور نہ ہم نے کوئی کمی بیشی کی ہے۔ جو ترتیبِ قرآنی ہے اُسی کے مطابق صاف صاف معنے کر دیئے ہیں بتاؤ ان معنوں پر کیا جرح ہو سکتی ہے۔ البتہ اس میں وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ قابلِ تشریح ہے۔ اور چونکہ یہ قرآن شریف سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اِس لئے اس کی شہادت سابقہ کتب سے لینی ضروری ہے لہٰذا ہم الگ فصل میں اس کے متعلق مستقل اور مبسوط بیان کرینگے۔ جس سے معلوم ہو جائیگا کہ اصل واقعہ کیا ہے ✣

تیسرے معنے آیت مذکورہ بالا

تیسرے معنے آیت مذکورہ بالا تیسرے معنے یہ ہیں اور اہل کتاب کی یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ہم نے عیسیٰ مسیح ابن مریم کو جو مدعیِ رسالت تھا قتل کر ڈالا۔ حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ نہ تو انہوں نے اُس کو قتل کیا اور نہ صلیب پر مارا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ وہ شبیہ بالمقتول والمصلوب ہوا۔ اور اختلاف کرنے والے لوگوں کو کچھ شک پیدا ہو گیا کہ شاید نہ مرا ہو لیکن یہ بات بھی صرف ظن کی وجہ سے ہے۔ وہ یقینی علم سے نہیں کہتے تھے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہرگز اُن کے ہاتھ سے مقتول نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو لعنت کی موت سے بچا کر تقرب الی اللہ بخشا۔ کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ عزیز اور حکیم ہے۔ اور ضرور ایک وقت آتا ہے کہ ہر اہلِ کتاب خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی خواہ مجوسی ہو یا مسلمان سب کے سب خدا کے اس فیصلہ پر ایمان لائینگے۔ کہ مسیح علیہ السلام نہ قتل ہوا اور نہ مصلوب ہوا۔ بلکہ وہ طبعی موت سے مر کر خدا تعالیٰ کے دیگر انبیا کے ساتھ جا ملا اور عزت کے مقام پر پہنچ گیا۔ یہ کب ہوگا جب آخری زمانہ میں مسیح علیہ السلام بروزی طور سے محمدی مسیح کی صورت میں نزول فرما کر اُسی کے منشا کے مطابق اُس کے قایم مقام ہو کر کارروائی کرے گا اور پھر اُسی بروزی مسیح کی وفات سے پہلے اہلِ کتاب مان لیں گے۔ کہ واقعی مسیح علیہ السلام صلیب پر نہیں مرے تھے ✣

الفاظ آیات کے رو سے تین ہی معنے ہو سکتے تھے۔ جو ہم نے کر دئے۔ کیونکہ الفاظ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ تین ہی صورتیں

پیش کرتے ہیں۔ ایک تو واقعۂ قتل۔ دوسرے مسیح ابن مریم کا نام۔ تیسرے نفس صلیب و قتل سوا ان تمام ضمیروں کا مرجع انہی کی طرف ہو سکتا تھا۔ انہی کے رو سے معنے کئے گئے اور سب معانی کا مآل ایک ہی ثابت ہوتا ہے کسی صورت میں ایک دوسرے کے مخالف نہیں پڑتے اور طرفہ یہ کہ نہ الفاظِ قرآن اور نہ سیاق و سباقِ کلام اللہ کے خلاف ہیں۔ اور نہ فطرت اللہ اور مشاہدہ کے خلاف۔ پھر کیونکر ان کو تسلیم نہ کیا جائے۔ اس کے سوا جس قدر معانی کئے جاتے ہیں وہ سب نصِ قرآنی کے خلاف ہیں مشاہدہ اُن کو جھٹلاتا ہے۔ قانونِ قدرت اُن کی تائید نہیں کرتا ◆

نویں فصل

اِس باب میں کہ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کا نقلی و عقلی ثبوت کیا ہے

یہ امر قابلِ غور ہے کہ کسی امر کا دعویٰ کر دینا اور اُس کا کوئی کُھلا کُھلا ثبوت اور بیّن دلیل پیش نہ کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے تو انسان جو مدِ مقابل ہو کیونکر تسلی پا سکتا ہے۔ اور کیونکر وہ حق کو قبول کر سکتا ہے جب تک اس قسم کے واقعات اُس کے سامنے نہ رکھ دیئے جائیں جن سے اُس کو کوئی چون و چرا کی گنجائش نہ رہے۔ سو واضح ہو کہ آیت مذکورہ بالا میں قتل اور صلیب کی نفی کی گئی ہے۔ اور جہاں تک ہم غور کرتے ہیں نفس قتل کوئی بُری بات نہیں۔ اور نہ اس سے نبی کی شان میں کچھ فرق آ سکتا ہے۔ کیا وہ احادیث نہیں پڑھتے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے کہ میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں جب خود فخرِ رسل سرتاجِ اولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کی خواہش کرتے ہوئے دُنیا سے رحلت فرما گئے تو پھر کیونکر ہم سمجھ لیں کہ حضرت مسیح کے لئے قتل کے الفاظ بولنے ہتک میں داخل ہیں کیا قرآن میں وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاۤءَ بِغَيْرِ حَقٍّ نہیں پڑھتے

الدر المنثور
في
التفسير بالمأثور

لجلال الدين السيوطي
(٨٤٩هـ - ٩١١هـ)

تحقيق
الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي
بالتعاون مع
مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية
الدكتور عبد السند حسن يمامة

الجزء الخامس

أخرَج ابنُ جريرٍ عن ابنِ عباسٍ في قولِه : ﴿وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ . قال : معنى ذلك ، أنه كذلك[(١)] .

وأخرَج ابنُ أبي حاتمٍ عن ابنِ عباسٍ ، أن يهوديًّا قال له : إنكم تزعُمون أن اللَّهَ كان عزيزًا حكيمًا ، فكيف هو اليومَ ؟ قال ابنُ عباسٍ : إنه كان مِن[(٢)] نفسِه عزيزًا حكيمًا[(٣)] .

قولُه تعالى : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ﴾ الآية .

أخرَج الفريابيُّ ، وعبدُ بنُ حميدٍ ، والحاكمُ وصحَّحه ، عن ابنِ عباسٍ في قولِه : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . قال : خروجُ عيسى ابنِ مريمَ[(٤)] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ ، وابنُ أبي حاتمٍ ، مِن طرقٍ عن ابنِ عباسٍ في قولِه : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . قال : قبلَ موتِ عيسى[(٥)] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ عن ابنِ عباسٍ في الآيةِ قال : يعني أنه سيُدرِكُ أناسٌ مِن أهلِ الكتابِ حينَ يُبْعَثُ عيسى ، سيُؤمنون به[(٦)] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ ، وابنُ أبي حاتمٍ ، عن ابنِ عباسٍ في قولِه : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ

---

(١) ابن جرير ٦٦٣/٧ .
(٢) في ف١ : « في » .
(٣) ابن أبي حاتم ١١١٢/٤ (٦٢٤٦) .
(٤) الحاكم ٣٠٩/٢ .
(٥) ابن جرير ٦٦٤/٧ ، وابن أبي حاتم ١١١٤/٤ (٦٢٥٤) .
(٦) ابن جرير ٦٦٦/٧ .

ٱلْكِتَٰبِ﴾ . قال : اليهودُ خاصةً ، ﴿إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . قال : [١]قبلَ موتِ اليهوديِّ[٢] .

وأخرَج الطيالسيُّ ، وسعيدُ بنُ منصورٍ ، وابنُ جريرٍ ، وابنُ المنذرِ ، عن ابنِ عباسٍ في قولِه : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . قال[١] : هي في قراءةِ أُبيٍّ : (قبلَ موتِهم[٣]) . قال : ليس يهوديٌّ يموتُ أبدًا حتى يُؤْمِنَ بعيسى . قيل لابنِ عباسٍ : أرأيتَ إن خرَّ مِن فوقِ بيتٍ ؟ قال : يتكلَّمُ به في الهُوِيِّ[٤] . فقيل : أرأيتَ إن ضُرِب عنقُ أحدِهم ؟ قال : يتَلَجْلَجُ[٥] بها لسانُه[٦] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ عن ابنِ عباسٍ قال : لو ضُرِبتْ عنقُه لم تخرُجْ نفسُه حتى يُؤمنَ بعيسى[٧] .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، [٨]وابنُ المنذرِ[٨] ، عن ابنِ عباسٍ قال : لا

(١ - ١) ليس في : الأصل .

(٢) ابن جرير ٦٦٧/٧ ، وابن أبي حاتم ١١١٢/٤ ، ١١١٤ (٦٢٤٧ ، ٦٢٥٥) .

(٣) في الأصل : « موته » .

(٤) في ص ، ب١ ، ف١ ، ف٢ ، م : « الهواء » . والهوى : مصدر بمعنى السقوط والصعود والسرعة في السير . النهاية ٢٨٤/٥ .

(٥) يتلجلج : يتردد . النهاية ٢٣٤/٤ .

(٦) الطيالسي - كما في تفسير ابن كثير ٤٠٥/٢ - وسعيد بن منصور (٧٠٩ - تفسير) ، وابن جرير ٦٦٨/٧ . وقال ابن كثير : فهذه كلها أسانيد صحيحة إلى ابن عباس .

(٧) ابن جرير ٦٦٨/٧ .

(٨ - ٨) سقط من : م .

يموتُ يهوديٌّ حتى يشهدَ أن عيسى عبدُ اللَّهِ ورسولُه ولو عُجِل عليه بالسلاحِ[(١)] .

وأخرَج ابنُ جرير ، وابنُ المنذرِ ، عن ابنِ عباسٍ : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . قال : لو أن يهوديًّا أُلقِى مِن فوقِ قَصْرٍ ما خَلَصَ إلى الأرضِ حتى يؤمنَ أن عيسى عبدُ اللَّهِ ورسولُه[(٢)] .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، عن ابنِ عباسٍ فى الآيةِ قال : لا يموتُ يهوديٌّ حتى يؤمنَ بعيسى . قيل : وإن ضُرِب بالسيفِ ؟ قال : يتكلمُ به . قيل : وإن هوَى ؟ قال : يتكلمُ به وهو يهوِى[(٣)] .

وأخرَج ابنُ المنذرِ عن أبى هاشمٍ ، وعروةَ ، قالا : فى مصحفِ أُبَىِّ بنِ كعبٍ : (وإن مِن أهْلِ الكتابِ إلا ليُؤْمِننَّ به قبلَ مَوْتِهم) .

وأخرَج عبدُ بنُ حميدٍ[(٤)] ، وابنُ المنذرِ ، عن شهرِ بنِ حَوْشبٍ فى قولِه : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . عن محمدِ بنِ علىٍّ بنِ أبى طالبٍ ، هو ابنُ الحنفيَّةِ ، قال : ليس مِن أهلِ الكتابِ أحدٌ إلا أَتته الملائكةُ يضرِبون وجْهَه ودُبُرَه ، ثم يقالُ : يا عدوَّ اللَّهِ ، إن عيسى رُوحُ اللَّهِ وكلمتُه ، كذَبتَ على اللَّهِ ، وزعمتَ أنَّه اللَّهُ ، إنَّ عيسى لم يمُتْ وإنه رُفِع إلى السماءِ ، وهو نازلٌ قبلَ أن تقومَ الساعةُ ، فلا يبقَى يهوديٌّ ولا نصرانيٌّ إلا آمَن به .

وأخرَج ابنُ المنذرِ عن شهرِ بنِ حوشبٍ قال : قال لىَ الحجاجُ : يا شهرُ ، آيةٌ

---

(١) ابن جرير ٧/٦٦٨ .

(٢) ابن جرير ٧/٦٦٩ .

(٣) فى ص : « يهودى » .
والأثر عند ابن جرير ٧/٦٦٩ .

(٤) بعده فى ص ، ف٢ : « وابن جرير » .

مِن كتابِ اللَّهِ ما قرأتُها إلا اعترَض في نفسي منها شيءٌ ؛ قال اللَّهُ : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . وإني أوتَى بالأُسارى فأضرِبُ أعناقَهم ولا أسمعُهم يقولون شيئًا ؟ فقلتُ : رُفِعت إليك على غيرِ وجهِها ، إن النصرانيَّ إذا خرَجتْ رُوحُه ضَرَبَته الملائكةُ مِن قُبُلِه ومن دُبُرِه وقالوا : أىْ خبيثُ ، إن المسيحَ الذى زعَمتَ أنه اللَّهُ ، أو ابنُ اللَّهِ ، أو ثالثُ ثلاثةٍ ، عبدُ اللَّهِ ورُوحُه وكلمتُه . فيؤمنُ حينَ لا ينفعُه إيمانُه ، وإن اليهوديَّ إذا خرَجتْ نَفْسُه ضَرَبَتْه الملائكةُ مِن قُبُلِه ومن دُبُرِه وقالوا : أىْ خبيثُ ، إن المسيحَ الذى زعَمتَ أنك قَتَلْتَه ، عبدُ اللَّهِ ورُوحُه . فيؤمنُ به حينَ لا ينفعُه الإيمانُ . فإذا كان عندَ نزَولِ عيسى آمَنَت به أحياؤُهم كما آمَنَت به موتاهم ، فقال : مِن أينَ أخَذتَها ؟ فقلتُ : مِن محمدِ بنِ عليٍّ . قال : لقد أخَذتَها مِن مَعْدِنِها . قال شهرٌ : وايمُ اللَّهِ ، ما حدَّثَنيه إلا أُمُّ سلمةَ ، ولكن أحببْتُ أن أغيظَه .

وأخرَج عبدُ الرزاقِ ، وعبدُ بنُ حميدٍ ، وابنُ جريرٍ ، وابنُ المنذرِ ، عن قتادةَ في قولِه : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . قال إذا نزَل آمَنَت به الأديانُ كلُّها ، ﴿وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ أنه قد بلَّغ رسالةَ ربِّه وأقرَّ على نفسِه بالعبوديةِ[1] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ عن ابنِ زيدٍ في قولِه : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . قال : إذا نزَل عيسى فقتَل الدجّالَ لم يبْقَ يهوديٌّ في الأرضِ إلا آمَن به ، فذلك حينَ لا ينفعُهم الإيمانُ[2] .

(١) عبد الرزاق ١/١٧٧ ، وابن جرير ٧/٦٦٥ ، ٦٧٦ .
(٢) ابن جرير ٧/٦٦٦ .

وأخرَج ابنُ جريرٍ عن أبي مالكٍ : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . قال : ذلك عندَ نزولِ عيسى ابنِ مريمَ ، لا يبقَى أحدٌ مِن أهلِ الكتابِ إلا آمَن به[(١)] .

وأخرَج ابنُ جريرٍ عن الحسنِ : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . قال : قبلَ موتِ عيسى ، واللهِ إنه الآن حيٌّ عندَ اللهِ ، ولكن إذا نزَل آمَنوا به أجمعون[(٢)] .

وأخرَج ابنُ أبي حاتمٍ عن الحسنِ ، أن رجلًا سأله عن قولِه : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ . قال : قبلَ موتِ عيسى ، إن اللهَ رفَع إليه عيسى وهو باعثُه قبلَ يومِ القيامةِ مَقامًا يؤمنُ به البَرُّ والفاجرُ[(٣)] .

٢٤٢/٢ وأخرَج ابنُ أبي شيبةَ ، وعبدُ بنُ حميدٍ ، / والبخاريُّ ، [(٤)]ومسلمٌ[(٤)] ، عن أبي هريرةَ قال : قال رسولُ اللهِ ﷺ : « والذي نفسي بيدِه ليُوشِكَنَّ أن ينزلَ فيكم ابنُ مريمَ حكَمًا عدْلًا ، فيكسِرَ الصليبَ ، ويقْتُلَ الخنْزيرَ ، ويضعَ الجزيةَ ، ويَفيضَ المالُ حتى لا يَقْبَلَه أحدٌ ، حتى تكونَ السجدةُ خيرًا مِن الدنيا وما فيها » . ثم يقولُ أبو هريرةَ : واقرَءوا إن شئتم : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾[(٥)] .

وأخرَج ابنُ مَرْدُويه عن أبي هريرةَ قال : قال رسولُ اللهِ ﷺ : « يوشِكُ أن

---

(١) ابن جرير ٦٦٤/٧ ، ٦٦٥ .

(٢) ابن جرير ٦٦٥/٧ .

(٣) ابن أبي حاتم ١١١٣/٤ (٦٢٥١) .

(٤ - ٤) ليس في : الأصل .

(٥) ابن أبي شيبة ١٤٤/١٥ ، والبخاري (٢٢٢٢ ، ٢٤٧٦ ، ٣٤٤٨ ، ٣٤٤٩) ، ومسلم (١٥٥) .

ينزلَ فيكم ابنُ مريمَ حَكَمًا عدْلًا ، يَقْتُلُ الدجَّالَ ، ويقتُلُ الخنزيرَ ، ويكسِرُ الصليبَ ، ويضعُ الجزيةَ ، ويَفِيضُ المالُ ، وتكونُ السجدةُ واحدةً للَّهِ ربِّ العالمين » . [(١] قال أبو هريرةَ [١)] : واقرءوا إن شئْتم : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ : قبلَ [(٢)] موتِ عيسى ابنِ مريمَ . ثم يعيدُها أبو هريرةَ ثلاثَ مراتٍ [(٣)] .

وأخرَج أحمدُ ، وابنُ جرير ، [(٤] وابنُ عساكرَ [٤)] ، عن أبى هريرةَ قال : قال رسولُ اللَّهِ ﷺ : « ينزلُ عيسى ابنُ مريمَ فيقتُلُ الخنزيرَ ، ويَمْحى الصليبَ ، ويُجمَعُ له الصلاةُ ، ويُعطِى المالَ حتى لا يُقبلَ ، ويضعُ الخراجَ ، وينزلُ الرَّوْحاءَ فيحجُّ منها أو [(٥)] يعتمرُ ، أو يجمعُهما » . قال : وتلا أبو هريرةَ : ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ . قال أبو هريرةَ : يؤمنُ به قبلَ مَوْتِه [(٦)] ؛ موتِ عيسى [(٧)] .

وأخرَج أحمدُ ، [(٤] وابنُ أبى شيبةَ [٤)] ، ومسلمٌ ، عن أبى هريرةَ ، أن رسولَ اللَّهِ ﷺ قال : « ليُهِلَّنَّ عيسى ابنُ مريمَ بفجِّ الرَّوْحاءِ بالحجِّ أو [(٨)] بالعمرةِ ، أو لَيَثْنِيَنَّهما [(٩)]

(١ - ١) سقط من : م .

(٢) ليس فى : الأصل ، ب١ .

(٣) ابن مردويه - كما فى تفسير ابن كثير ٤٠٧/٢ - وفتح البارى ٦/ ٤٩٢.

(٤ - ٤) ليس فى : الأصل ، ص ، ف٢ .

(٥) فى الأصل : « و » .

(٦) سقط من : ب١ ، ف١ .

(٧) أحمد ٢٨٠/١٣ (٧٩٠٣) ، وابن جرير ٤٥١/٥ . وقال محققو المسند : إسناده صحيح على شرط مسلم .

(٨) فى ب١ : « و » .

(٩) قال النووى : هو بفتح الياء فى أوله ، معناه : يقرن بينهما . صحيح مسلم بشرح النووى ٢٣٤/٨ .

تفسير السمرقندي

المسمّى

بحر العلوم

لأبي الليث نصر بن محمّد بن أحمد بن ابراهيم السمرقندي
المتوفى سنة ٣٧٥ هـ

تحقيق وتعليق

الشيخ علي محمّد معوّض | الشيخ عادل أحمد عبد الموجود

الدكتور زكريّا عبد المجيد النوّتي
كليّة اللغة العربيّة - جامعة الأزهر

الجزء الاوّل

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

تفسير السمرقندي

المسمى

بحر العلوم

لأبي الليث نصر بن محمد بن أحمد بن ابراهيم السمرقندي
المتوفى سنة ٣٧٥ هـ

تحقيق وتعليق

الشيخ علي محمد معوض
الشيخ عادل أحمد عبد الموجود
الدكتور زكريا عبد المجيد النوتي
كلية اللغة العربية - جامعة الأزهر

الجزء الاول

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَٰتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ كَثِيرًا ﴿١٦٠﴾ وَأَخْذِهِمُ ٱلرِّبَوٰا۟ وَقَدْ نُهُوا۟ عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَٰطِلِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦١﴾

﴿**وإن من أهل الكتاب**﴾ يقول: وما من أهل الكتاب ﴿**إلا ليؤمنن به**﴾ يعني بعيسى ـ عليه السلام ـ ﴿**قبل موته**﴾ وذلك أن اليهودي إذا حضرته الوفاة، وعاين أمر الآخرة، ضربته الملائكة وقالت له: يا عدو الله، أتاك عزير فكذبته، ويقال للنصراني: يا عدو الله أتاك عبد الله ورسوله، وهو عيسى، فزعمت أنه ابن الله، فيؤمن عند ذلك، ويقر أنه عبد الله ورسوله، ولا ينفعه إيمانه في ذلك الوقت، ويكون إيمانهم عليهم شهيداً، يوم القيامة. وروي عن مجاهد أنه قال: ما من أحد من أهل الكتاب إلا ويؤمن بعيسى ـ عليه السلام ـ قبل موته، فقيل له: وإن غرق، أو احترق، أو أكله السبع يؤمن بعيسى ـ عليه السلام ـ؟ فقال نعم[١]. وروي أن الحجاج بن يوسف سأل شهر بن حوشب عن هذه الآية فقال: إني لأوتي بالأسير من اليهود والنصارى، فآمر بضرب عنقه وأنظر إليه في ذلك الوقت، فلا أرى منه الإيمان، فقال له شهر بن حوشب: إنه حين عاين أمر الآخرة، يقر بأن عيسى عبد الله ورسوله فيؤمن به، ولا ينفعه، فقال له الحجاج: من أين أخذت هذا؟ قال: أخذته من محمد ابن الحنفية، فقال له الحجاج لقد أخذت من عين صافية وروي عن سعيد بن جبير أنه قال: (قبل موته)، يعني قبل موت عيسى ـ عليه السلام ـ هكذا قال الحسن[٢] قال الفقيه: حدثنا عمر بن محمد، قال: حدثنا أبو بكر الواسطي، قال: حدثنا إبراهيم بن يوسف، قال: حدثنا يزيد بن زريع عن رجل، عن الحسن في قوله: وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته، قال: قبل موت عيسى، والله إنه لحي عند الله الآن، ولكن إذا نزل آمنوا به أجمعون[٣]. وروي عن ابن عباس أنه قال: يمكث عيسى ـ عليه السلام ـ في الأرض أربعين سنة نبياً إماماً مهدياً، ثم يموت وتصلي عليه هذه الأمة[٤].
وقال الضحاك: يهبط عيسى ـ عليه السلام ـ من السماء إلى الأرض بعد خروج الدجال، فيكون هبوطه على صخرة بيت المقدس، ثم يقتل الدجال، ويكسر الصليب ويهدم البيع والكنائس، ولا يبقى على وجه الأرض يهودي، ولا نصراني إلا آمن بالمسيح ودخل في الإسلام. ثم قال تعالى: ﴿**ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً**﴾ يعني يكون عليهم عيسى ـ عليه السلام ـ شهيداً، بأنه قد بلغهم الرسالة. قوله تعالى: ﴿**فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم**﴾ يعني بشركهم حرمنا عليهم أشياء كانت حلالاً لهم، وهو كل ذي ظفر وشحوم البقر والغنم أحلت لهم. ﴿**وبصدهم عن سبيل الله كثيراً**﴾ أي بصرفهم كثيراً من الناس، عن دين الله على وجه التقديم ﴿**وأخذهم الربا**﴾ أي حرم عليهم الحلال بكفرهم، وبصرف الناس عن دين الله، وبأخذهم الربا ﴿**وقد نهوا عنه**﴾ أي يعني عن أخذ الربا في التوراة ﴿**وأكلهم أموال الناس بالباطل**﴾ وهو أخذ الرشوة في الحكم، ﴿**وأعتدنا للكافرين منهم عذاباً أليماً**﴾ أي هيأنا لهم عذاباً وجيعاً دائماً.

لَّٰكِنِ ٱلرَّٰسِخُونَ فِى ٱلْعِلْمِ مِنْهُمْ وَٱلْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ ۚ وَٱلْمُقِيمِينَ ٱلصَّلَوٰةَ ۚ وَٱلْمُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱلْمُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ أُو۟لَٰٓئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٦٢﴾

وقوله: ﴿**لكن الراسخون في العلم منهم**﴾ يعني المبالغون في العلم الذين أدركوا علم الحقيقة، وهم مؤمنو

---

(١) انظر تفسير مجاهد ١/١٨٠. (٢) انظر الطبري ٩/٣٨٠. (٣) انظر تفسير القرطبي ٦/٩. (٤) انظر تفسير الطبري ٩/٣٨٠.

فتح البيان
في مقاصد القرآن

تفسير سلفي أثري خالٍ من الإسرائيليات والجدليات المذهبية والكلامية
يغني عن جميع التفاسير ولا تغني جميعها عنه

تأليف

السيد الإمام العلامة الملك المؤيد من الله الباري
أبي الطيب "صديق بن حسن بن علي الحسيني القنوجي البخاري"
"١٢٤٨ - ١٣٠٧هـ"

عني بطبعه وقدم له وراجعه
خادم العلم
عبد الله بن ابراهيم الأنصاري

الجزء الثالث

المكتبة العصرية
صيدا - بيروت

بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾

﴿بل رفعه الله اليه﴾ أي إلى موضع لا يجري فيه حكم غير الله كما في الفخر، وهذا الموضع هو السماء الثالثة كما في حديث الجامع الصغير، وفي بعض المعاريج أنه في السماء الثانية، رد عليهم وإثبات لما هو الصحيح، وقد تقدم ذكر رفعه عليه السلام في آل عمران بما فيه كفاية ﴿وكان الله عزيزاً حكيماً﴾ في إنجاء عيسى وتخليصه من اليهود وانتقامه منهم ورفعه إليه.

﴿وإن من أهل الكتاب﴾ أي اليهود والنصارى، والمعنى وما منهم أحد ﴿إلا﴾ والله ﴿ليؤمننّ﴾ والضمير في ﴿به﴾ راجع إلى عيسى، وبه قال ابن عباس وأكثر المفسرين، وفي ﴿قبل موته﴾ راجع إلى ما دل عليه الكلام وهو لفظ أحد المقدر أو الكتابي المدلول عليه بأهل الكتاب، وقال ابن عباس: قبل موت عيسى، وعنه أيضاً قال: قبل موت اليهودي، وفيه دليل على أنه لا يموت يهودي ولا نصراني إلا وقد آمن بالمسيح.

وقيل كلا الضميرين لعيسى، والمعنى أنه لا يموت عيسى حتى يؤمن به كل كتابي في عصره، وقيل الضمير الأول لله وقيل إلى محمد ﷺ، وبه قال عكرمة وهذا القول لا وجه له لأنه لم يجر للنبي صلى الله عليه وآله وسلم ذكر قبل هذه الآية حتى يرجع الضمير إليه.

وقد اختار كون الضميرين لعيسى ابن جرير، وبه قال جماعة من السلف وهو الظاهر لأنه تقدم ذكر عيسى فكان عود الضمير إليه أولى، والمراد بالإيمان به حين يعاين ملك الموت فلا ينفعه إيمان.

قال شهر بن حوشب: اليهودي إذا حضره الموت ضربت الملائكة وجهه ودُبُره، ويقال يا عدو الله أتاك عيسى نبياً فكذبت به فيقول آمنت بأنه عبدالله ورسوله، ويقال للنصراني أتاك عيسى نبياً فزعمت أنه الله وابن الله فيقول آمنت أنه عبدالله، فأهل الكتاب يؤمنون به حيث لا ينفعهم ذلك الإيمان.

أو عند نزوله في آخر الزمان كما وردت بذلك الأحاديث المتواترة قال ابن عباس: سيدرك أناس من أهل الكتاب عيسى حين يبعث فيؤمنون به، وعنه قال: ليس يهودي يموت أبداً حتى يؤمن بعيسى، قيل لابن عباس أرأيت ان خرّ من فوق بيت قال: تكلم به في الهواء، فقيل إن ضرب عنق أحدهم، قال: يتلجلج بها لسانه، وقد روى نحو هذا عنه من طرق، وقال به جماعة من التابعين.

وذهب كثير من التابعين فمن بعدهم إلى أن المراد قبل موت عيسى كما روي عن ابن عباس قبل هذا، وقيّده كثير منهم بأنه يؤمن به من أدركه عند نزوله إلى الأرض حتى تصير الملة كلها إسلامية.

وقال الزجاج: هذا القول بعيد لعموم قوله تعالى ﴿وإن من أهل الكتاب﴾ والذين يبقون يومئذ يعني عند نزوله شرذمة قليلة منهم.

وأجيب بأن المراد بهذا العموم الذين يشاهدون ذلك الوقت ويدركون نزوله فيؤمنون به، وصحح الطبري هذا القول، وقد تواترت الأحاديث بنزول عيسى حسبما أوضح ذلك الشوكاني في مؤلف مستقل يتضمن ذكر ما ورد في المنتظر والدجال والمسيح، وغيره في غيره.

﴿ويوم القيامة يكون﴾ عيسى ﴿عليهم﴾ أي على أهل الكتاب ﴿شهيداً﴾ يشهد على اليهود بالتكذيب له والطعن فيه، وعلى النصارى بالغلو فيه حتى قالوا: هو ابن الله، وقال قتادة: يكون شهيداً على أن قد بلغ رسالة ربه وأقر على نفسه بالعبودية.

تفسير الفخر الرازي

المشتهر بالتفسير الكبير ومفاتيح الغيب

للإمام محمد الرازي فخر الدين ابن العلامة ضياء الدين عمر
المشتهر بخطيب الري نفع الله به المسلمين
٥٤٤ — ٦٠٤ هـ

* * * * *
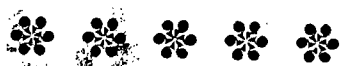
الطبعة الأولى ١٤٠١ هـ - ١٩٨١ م

تمتاز هذه الطبعة بفهرس لآيات الاحكام

الجزء الحادي عشر

دار الفكر
للطباعة والنشر والتوزيع

جلد ١١

وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾

أن رفعه اليه أعظم في باب الثواب من الجنة ومن كل فيها من اللذات الجسمانية ، وهذه الآية تفتح عليك باب معرفة السعادات الروحانية .

ثم قال تعالى ﴿ وكان الله عزيزاً حكيماً ﴾

والمراد من العزة كمال القدرة ، ومن الحكمة كمال العلم ، فنبه بهذا على أن رفع عيسى من الدنيا الى السموات وإن كان كالمتعذر على البشر لكنه لا تعذر فيه بالنسبة الى قدرتي والى حكمتي ، وهو نظير قوله تعالى (سبحانه الذي أسرى بعبده ليلاً) فان الاسراء وان كان متعذراً بالنسبة الى قدرة محمد إلا أنه سهل بالنسبة الى قدرة الحق سبحانه .

ثم قال تعالى ﴿ وان من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً ﴾ .

واعلم أنه تعالى لما ذكر فضائح اليهود وقبائح أفعالهم وشرح أنهم قصدوا قتل عيسى عليه السلام وبين أنه ما حصل لهم ذلك المقصود ، وأنه حصل لعيسى أعظم المناصب وأجل المراتب بين تعالى أن هؤلاء اليهود الذين كانوا مبالغين في عداوته لا يخرج أحد منهم من الدنيا إلا بعد أن يؤمن به فقال (وان من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته) .

واعلم أن كلمة « ان » بمعنى « ما » النافية كقوله (وان منكم إلا واردها) فصار التقدير : وما أحد من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به ، ثم إنا نرى أكثر اليهود يموتون ولا يؤمنون بعيسى عليه السلام .

والجواب من وجهين . الأول : ما روى عن شهر بن حوشب قال : قال الحجاج أني ما قرأتها إلا وفي نفسي منها شيء ، يعني هذه الآية فاني أضرب عنق اليهودي ولا أسمع منه ذلك ، فقلت : إن اليهودي إذا حضره الموت ضربت الملائكة وجهه ودبره ، وقالوا يا عدو الله أتاك عيسى نبياً فكذبت به ، فيقول آمنت أنه عبد الله ، وتقول للنصراني : أتاك عيسى نبياً فزعمت أنه هو الله وابن الله ، فيقول : آمنت أنه عبد الله فأهل الكتاب يؤمنون به ، ولكن حيث لا ينفعهم ذلك الإيمان ، فاستوى الحجاج جالساً وقال : عمن نقلت هذا ؟ فقلت :

تفسیر کبیر رازی جلد ۱۱

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ﴿١٦٠﴾ وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦١﴾

حدثني به محمد بن علي بن الحنفية فأخذ ينكت في الأرض بقضيب ثم قال : لقد أخذتها من عين صافية . وعن ابن عباس أنه فسره كذلك فقال له عكرمة : فان خر من سقف بيت أو احترق أو أكله سبع قال : يتكلم بها في الهواء ولا تخرج روحه حتى يؤمن به ، ويدل عليه قراءة أبي (إلا ليؤمنن به قبل موته) بضم النون على معنى وإن منهم أحد إلا سيؤمنون به قبل موتهم لأن أحداً يصلح للجمع ، قال صاحب الكشاف : والفائدة في اخبار الله تعالى بايمانهم بعيسى قبل موتهم أنهم متى علموا أنه لا بد من الإيمان به لا محالة فلأن يؤمنوا به حال ما ينفعهم ذلك الإيمان أولى من أن يؤمنوا به حال ما لا ينفعهم ذلك الإيمان .

﴿والوجه الثاني﴾ في الجواب عن أصل السؤال : أن قوله (قبل موته) أي قبل موت عيسى ، والمراد أن أهل الكتاب الذين يكونون موجودين في زمان نزوله لا بد وأن يؤمنوا به : قال بعض المتكلمين : إنه لا يمنع نزوله من السماء إلى الدنيا إلا أنه إنما ينزل عند ارتفاع التكاليف أو بحيث لا يعرف ، إذ لو نزل مع بقاء التكاليف على وجه يعرف أنه عيسى عليه السلام لكان إما أن يكون نبياً ولا نبي بعد محمد عليه الصلاة والسلام ، أو غير نبي وذلك غير جائز على الأنبياء ، وهذا الاشكال عندي ضعيف لأن انتهاء الأنبياء إلى مبعث محمدﷺ ، فعند مبعثه انتهت تلك المدة ، فلا يبعد أن يصير بعد نزوله تبعاً لمحمد عليه الصلاة والسلام .

ثم قال تعالى ﴿ ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً ﴾ قيل : يشهد على اليهود أنهم كذبوه وطعنوا فيه ، وعلى النصارى أنهم أشركوا به ، وكذلك كل نبي شاهد على أمته .

ثم قال تعالى ﴿ فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم وبصدهم عن سبيل الله كثيراً وأخذهم الربا وقد نهوا عنه وأكلهم أموال الناس بالباطل وأعتدنا للكافرين منهم عذاباً أليماً ﴾ .

واعلم أنه تعالى لما شرح فضائح أعمال اليهود وقبائح الكافرين وأفعالهم ذكر عقيبه تشديده تعالى عليهم في الدنيا وفي الآخرة ، أما تشديده عليهم في الدنيا فهو أنه تعالى حرم

تفسير القرآن العظيم

مسنداً

عن رسول الله ﷺ والصحابة والتابعين

تأليف

الإمام الحافظ عبد الرحمن بن محمد
ابن إدريس الرازي ابن أبي حاتم
المتوفى سنة ٣٢٧هـ

تحقيق

أسعد محمد الطيب

المجلد الأول

إعداد: مركز الدراسات والبحوث بمكتبة نزار الباز

مكتبة نزار مصطفى الباز
مكة المكرمة - الرياض

[٦٢٤٢] حدثنـا حجاج بن حمزة، ثـنا شبابة، ثـنا ورقاء، عن ابن أبي نجـيح عن مجاهد قوله: ﴿بل رفعه الله إليه﴾ رفع الله إليه عيسى حياً.

[٦٢٤٣] حدثنـا علي بن الحسين، ثـنا زهير بن عـباد الرؤاسي، حدثنـي رديح بن عطية، عن أبي زرعة الشيباني حدثه أن عيسى بن مريم رفع من جبل طور زيتا، قال: بعث الله ريحاً فخفقت به حتى هرول، ثم رفعه الله إلى السماء.

قوله تعالى: ﴿وكان الله عزيزا حكيما﴾.

[٦٢٤٤] حدثنا أحمد بن سنان الواسطي، ثنا أبو معاوية، عن الأعمش عن المنهال ابن عمرو عن سعيد بن جبير، عن ابـن عباس قال: أتاه رجل فقال: أرأيت قول الله ﴿وكان الله عزيزاً حكيماً﴾ قال ابن عباس: كذلك كان ولم يزل.

[٦٢٤٥] حدثنا أبو سعـيد الأشج، ثنا إسحاق بن سليمـان الرازي، عن عمرو بن أبي قيس عن مطرف، عن المنهال بن عمرو، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قال: أتاه رجل فقـال: سمعت الله تعالـى يقول: ﴿وكان الله﴾ كأنه شـيء كان. قال: أما قوله: ﴿وكان﴾، فإنه لم يزل ولا يزال وهو الأول والآخـر، والظاهر والباطن، بكل شيء عليم.

[٦٢٤٦] حدثني أبي، ثنا حسين بن عيسى بن مـيسرة، ثنا أبو زهير عبدالرحمن بن مغراء، أنـبأ مجمع بـن يحيي، عن عـمه، عن ابن عـباس قال: قال يهـودي: إنكم تزعمون أن الله كان عزيزاً حكيماً، فكيف هو اليوم ؟ قال ابن عباس إنه كان من نفسه عزيزاً حكيماً.

قوله تعالى: ﴿وإن من أهل الكتاب﴾. آية ١٥٩

[٦٢٤٧] حدثنا أبـو زرعة، ثنا منجاب، أنـبأ بشر بن عمـارة، عن أبي روق، عن الضحاك، عن ابن عباس قوله: ﴿وإن من أهل الكتاب﴾ قال: اليهود خاصة.

والوجه الثاني:

[٦٢٤٨] حدثني أبـي، ثنا سعيد بن سـليمان، ثنا سـليمان بن المغيـرة، عن ثابت البناني قال: سمعت الحسن في قوله: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾ قال: النجاشي وأصحابه.

قوله تعالى: ﴿إلا ليؤمنن به قبل موته﴾.

[٦٢٤٩] حدثني أبي، ثنا محمد بن المثنى أبو موسى، ثنا يزيد بن هارون ثنا سفيان ابن حسين، عن الزهري، عن حنظلة، عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ينزل عيسى بن مريم فيقتل الخنزير ويكسر الصليب، ويضع الجزية، وتضع الحرب أوزارها ويعطى المال حتى لا يقبل، ويجمع له الصلاة، ويأتي الروحاء فيحج منها أو يعتمر أو يجمعهما الله له، ثم قرأ أبو هريرة: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾ قال: قبل موت عيسى. قال حنظلة: فلا أدري هذا أصله حديث النبي صلى الله عليه وسلم أو قولاً من أبي هريرة[1].

[٦٢٥٠] حدثنا يونس بن حبيب، ثنا أبو داود، ثنا شعبة، عن هارون الغنوي، سمع عكرمة، عن ابن عباس في قوله: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾ قال: لو أن يهودياً وقع من حائط إلى الأرض لم يمت حتى يؤمن به يعني: بعيسى عليه السلام.

الوجه الثاني:

[٦٢٥١] حدثنا أبي، ثنا علي بن عثمان اللاحقي، ثنا جويرية بن بشير قال: سمعت رجلاً قال للحسن: يا أبا سعيد قول الله تعالى ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾ قال: قبل موت عيسى أن الله رفع إليه عيسى، وهو باعثه قبل يوم القيامة مقاماً يؤمن به البر والفاجر.

[٦٢٥٢] حدثنا سليمان بن داود مولى عبدالله بن جعفر، ثنا سهل، ثنا المحاربي، عن أشعث، عن الحسن في قوله: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾. قال: يؤمنون إيماناً لا ينفعهم.

[٦٢٥٣] حدثنا أبي، ثنا محمد بن كثير، ثنا سليمان، عن حصين، عن أبي مالك قال: ليس أحد من أهل الأرض يدركه نزول عيس بن مريم إلا آمن به، وذلك قوله: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾.

---

(١) كتاب الإيمان رقم ٢٤٢.

قوله تعالى: ﴿قبل موته﴾.

[٦٢٥٤] حدثنا أحمد بن سنان، ثنا عبدالرحمن يعني ابن مهدي، عن سفيان عن ابن حصين، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس قوله: ﴿وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته﴾ قال: قبل موت عيسى عليه السلام.

وروى عن أبي هريرة، ومجاهد، والحسن، وقتادة نحو ذلك.

والوجه الثاني:

[٦٢٥٥] حدثنا أبو زرعة، ثنا منجاب، أنبأ بشر، عن أبي روق، عن الضحاك، عن ابن عباس قوله: ﴿إلا ليؤمنن به قبل موته﴾ قال: قبل موت اليهودي. وروى عن محمد بن سيرين، والضحاك نحو ذلك،

قوله تعالى: ﴿ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا﴾.

[٦٢٥٦] حدثنا أبي، ثنا عبدالله بن محمد بن علي بن نفيل، ثنا عفيف بن سالم المصلي، عن القاسم بن الفضل قال: أرسل الحجاج إلى عكرمة يسأله عن يوم القيامة، أمن الدنيا هو أم من الآخرة؟ فقال: صدر ذلك اليوم من الدنيا وآخره من الآخرة.

[٦٢٥٧] حدثنا أبي، ثنا عبدالعزيز بن المغيرة، أنبأ يزيد بن زريع، عن سعيد عن قتادة قوله: ﴿ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً﴾ يقول: يوم القيامة على أنه قد بلغ رسالات ربه وأقر بالعبودية على نفسه.

قوله تعالى: ﴿فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم﴾ آية ١٦٠

[٦٢٥٨] حدثنا محمد بن عبدالله بن يزيد المقرىء، ثنا سفيان، عن عمرو قال: قرأ ابن عباس: ﴿طيبات كانت أحلت لهم﴾.

[٦٢٥٩] قرأت على محمد بن الفضل، ثنا محمد بن علي، أنبأ محمد بن مزاحم، عن بكير بن معروف، عن مقاتل بن حيان في قوله: ﴿فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليم طيبات أحلت لهم﴾ كان الله تعالى حرم على أهل التوراة حين

(فهرسة الجزء الاول)

(من تفسير المنلا ابي السعود المسمى ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم)

تفسير ابي سعود

وصول الحق الى قلوبهم لكونها غلفا بحسب الجبلة بل الامر بالعكس حيث ختم الله عليها بسبب كفرهم أولبست قلوبهم كما زعموا بل هي مطبوع عليها بسبب كفرهم (فلا يؤمنون الا قليلا) منهم كعبد الله بن سلام وأضرابه أو الا ايمانا قليلا لا يعبأ به (وبكفرهم) أى بعيسى عليه السلام وهو عطف على قولهم واعادة الجار لطول ما بينهما بالاستطراد وقد جوز عطفه على بكفرهم فيكون هو وما عطف عليه من أسباب الطبع وقيل هذا المجموع معطوف على مجموع ما قبله وتكرير ذكر الكفر للايذان بتكرر كفرهم حيث كفروا بموسى ثم بعيسى ثم بمحمد عليهم الصلاة والسلام (وقولهم على مريم بهتانا عظيما) لا يقادر قدره حيث نسبوها الى ما هي عنه بألف منزل (وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله) نظم قولهم هذا في سلك سائر جناياتهم التي نعيت عليهم ليس لمجرد كونه كذبا بل لتضمنه لابتهاجهم بقتل النبي عليه السلام والاستهزاء به فان وصفهم له عليه السلام بعنوان الرسالة انما هو بطريق التهكم به عليه السلام كما في قوله تعالى يا أيها الذي نزل عليه الذكر الخ ولانبائه عن ذكرهم له عليه السلام بالوجه القبيح على ما قيل من أن ذلك وضع للذكر الجميل من جهته تعالى مكان ذكرهم القبيح وقيل هو نعت له عليه الصلاة والسلام من جهته تعالى مدحا له ورفعا لمحله عليه السلام واظهارا لغاية جراءتهم في تصديهم لقتله ونهاية وقاحتهم في افتخارهم بذلك (وما قتلوه وما صلبوه) حال أو اعتراض (ولكن شبه لهم) روى أن رهطا من اليهود سبوه عليه السلام وأمه فدعا عليهم فمسخهم الله تعالى قردة وخنازير فأجمعت اليهود على قتله فأخبره الله تعالى بأنه يرفعه الى السماء فقال لاصحابه أيكم يرضى بأن يلقى عليه شبهي فيقتل ويصلب ويدخل الجنة فقال رجل منهم انا فألقى الله تعالى عليه شبهه فقتل وصلب وقيل كان رجل ينافق عيسى عليه السلام فلما أرادوا قتله قال انا أدلكم عليه فدخل بيت عيسى عليه السلام فرفع عيسى عليه السلام وألقى شبهه على المنافق فدخلوا عليه فقتلوه وهم يظنون أنه عيسى عليه السلام وقيل ان ططيانوس اليهودي دخل بيتا كان هو فيه فلم يجده وألقى الله تعالى عليه شبهه فلما خرج ظن أنه عيسى عليه السلام فأخذ وقتل وأمثال هذه الخوارق لا تستبعد في عصر النبوة وقيل ان اليهود لما هموا بقتله عليه السلام فرفعه الله تعالى الى السماء خاف رؤساء اليهود من وقوع الفتنة بين عوامهم فأخذوا انسانا وقتلوه وصلبوه ولبسوا على الناس وأظهروا لهم أنه هو المسيح وما كانوا يعرفونه الا بالاسم لعدم مخالطته عليه السلام لهم الا قليلا وشبه مسند الى الجار والمجرور كأنه قيل ولكن وقع لهم التشبيه بين عيسى عليه السلام والمقتول أو في الامر على قول من قال لم يقتل أحد ولكن أرجف بقتله فشاع بين الناس أو الى ضمير المقتول لدلالة انا قتلنا على أن ثم مقتولا (وان الذين اختلفوا فيه) أى في شأن عيسى عليه السلام فانه لما وقعت تلك الواقعة اختلف الناس فقال بعض اليهود انه كان كاذبا فقتلناه حتما وتردد آخرون فقال بعضهم ان كان هذا عيسى فأين صاحبنا وقال بعضهم الوجه وجه عيسى والبدن بدن صاحبنا وقال من سمع منه عليه السلام ان الله يرفعني الى السماء انه رفع الى السماء وقال قوم صلب الناسوت وصعد اللاهوت (لفي شك منه) لفي تردد والشك كما يطلق على ما لم يترجح أحد طرفيه يطلق على مطلق التردد وعلى ما يقابل العلم ولذلك أكد بقوله تعالى (ما لهم به من علم الا اتباع الظن) استثناء منقطع أى لكنهم يتبعون الظن ويجوز أن يفسر الشك بالجهل والعلم بالاعتقاد الذى تسكن اليه النفس جزما كان أو غيره فالاستثناء حينئذ متصل (وما قتلوه يقينا) أى قتلا يقينا كما زعموا بقولهم انا قتلنا المسيح وقيل معناه وما علموه يقينا كما في قول من قال

كذاك تخبر عنها العالمات بها * وقد قتلت بعلمي ذلكم يقنا

من قولهم قتلت الشيء علما ونحرته علما اذا تبالغ علمك فيه وفيه تهكم بهم لاشعاره بعلمهم في الجملة وقد نفى ذلك عنهم بالكلية (بل رفعه الله اليه) رد وانكار لقتله واثبات لرفعه (وكان الله عزيزا) لا يغالب فيما يريده (حكيما) في جميع أفعاله فيدخل فيها تدبيراته تعالى في أمر عيسى عليه السلام دخولا أوليا (وان من أهل الكتاب) أى من اليهود والنصارى وقوله تعالى (الا ليؤمنن به قبل موته) جملة قسمية وقعت صفة لموصوف محذوف اليه يرجع الضمير الثاني والاول لعيسى عليه السلام أى وما من أهل الكتاب أحد الا ليؤمنن بعيسى عليه السلام قبل أن تزهق روحه بأنه عبد الله ورسوله ولات حين ايمان لانقطاع وقت التكليف ويعضده أنه قرئ ليؤمنن به قبل موتهم بضم النون لما أن أحدا في معنى الجمع وعن

*

تفسیر ابی سعود

عکس مصحف جلد ۲ صفحه 624 - 625

ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أنه فسره كذلك فقال له عكرمة فان أتاه رجل فضرب عنقه قال لا تخرج نفسه حتى يحرك بها شفتيه قال فان خر من فوق بيت أو احترق أو اكله سبع قال يتكلم بها فى الهواء ولا تخرج روحه حتى يؤمن به وعن شهر بن حوشب قال لى الحجاج آية ما قرأتها الا تخالج فى نفسى شئ منها يعنى هذه الآية وقال انى أوتى بالاسير من اليهود والنصارى فأضرب عنقه فلا أسمع منه ذلك فقلت ان اليهودى اذا حضره الموت ضربت الملائكة دبره ووجهه وقالوا يا عدو الله أتاك عيسى عليه السلام نبيا فكذبت به فيقول آمنت أنه عبد نبى وتقول للنصرانى أتاك عيسى عليه السلام نبيا فزعمت أنه الله أو ابن الله فيؤمن أنه عبد الله ورسوله حيث لا ينفعه ايمانه قال وكان متكئا فاستوى جالسا فنظر الى وقال ممن سمعت هذا قلت حدثنى محمد بن على ابن الحنفية فأخذ ينكت الارض بقضيبه ثم قال لقد أخذتها من عين صافية والاخبار بحالهم هذه وعيد لهم وتحريض على المسارعة الى الايمان به قبل ان يضطروا اليه مع انتفاء جدواه وقيل كلا الضميرين لعيسى والمعنى وما من أهل الكتاب الموجودين عند نزول عيسى عليه السلام احد الا ليؤمنن به قبل موته روى أنه عليه السلام ينزل من السماء فى آخر الزمان فلا يبقى أحد من أهل الكتاب الا يؤمن به حتى تكون الملة واحدة وهى ملة الاسلام ويهلك الله فى زمانه الدجال وتقع الامنة حتى ترتع الاسود مع الابل والنمور مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان بالحيات ويلبث فى الارض أربعين سنة ثم يتوفى ويصلى عليه المسلمون ويدفنونه وقيل الضمير الاول يرجع الى الله تعالى وقيل الى محمد صلى الله عليه وسلم (ويوم القيامة يكون) أى عيسى عليه السلام (عليهم) على أهل الكتاب (شهيدا) فيشهد على اليهود بالتكذيب وعلى النصارى بأنهم دعوه ابن الله تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا (فبظلم من الذين هادوا) لعل ذكرهم بهذا العنوان للايذان بكمال عظم ظلمهم بتذكير وقوعه بعد ما هادوا أى تابوا من عبادة العجل مثل تلك التوبة الهائلة المشروطة ببخع النفوس اثر بيان عظمه فى حد ذاته بالتنوين التفخيمى أى بسبب ظلم عظيم خارج عن حدود الاشباه والاشكال صادر عنهم (حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم) ولمن قبلهم لا لشئ غيره كما زعموا فانهم كانوا كلما ارتكبوا معصية من المعاصى التى اقترفوها يحرم عليهم نوع من الطيبات التى كانت محللة لهم ولمن تقدمهم من أسلافهم عقوبة لهم وكانوا مع ذلك يفترون على الله سبحانه ويقولون لسنا بأول من حرمت عليه وانما كانت محرمة على نوح وابراهيم ومن بعدهما حتى انتهى الامر الينا فكذبهم الله عز وجل فى مواقع كثيرة وبكتهم بقوله تعالى كل الطعام كان حلا لبنى اسرائيل الا ما حرم اسرائيل على نفسه من قبل أن تنزل التوراة قل فأتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صادقين أى فى ادعائكم أنه تحريم قديم روى أنه عليه السلام لما كلفهم اخراج التوراة لم يجسر أحد على اخراجها لما أن كون التحريم بظلمهم كان مسطورا فيها فبهتوا وانقلبوا صاغرين (وبصدهم عن سبيل الله كثيرا) أى ناسا كثيرا أو صدا كثيرا (وأخذهم الربوا وقد نهوا عنه) فان الربا كان محرما عليهم كما هو محرم علينا وفيه دليل على أن النهى يدل على حرمة المنهى عنه (وأكلهم أموال الناس بالباطل) بالرشوة وسائر الوجوه المحرمة (وأعتدنا للكافرين منهم) أى للمصرين على الكفر لا لمن تاب وآمن من بينهم (عذابا أليما) سيذوقونه فى الآخرة كما ذاقوا فى الدنيا عقوبة التحريم (لكن الراسخون فى العلم منهم) استدراك من قوله تعالى وأعتدنا الخ وبيان لكون بعضهم على خلاف حالهم عاجلا وآجلا أى لكن الثابتون فى العلم منهم المتقنون المستبصرون فيه غير التابعين للظن كأولئك الجهلة والمراد بهم عبد الله بن سلام وأصحابه (والمؤمنون) أى منهم وصفوا بالايمان بعد ما وصفوا بما يوجبه من الرسوخ فى العلم بطريق العطف المنبئ عن المغايرة بين المعطوفين تنزيلا لاختلاف العنوانى منزلة الاختلاف الذاتى وقوله تعالى (يؤمنون بما أنزل اليك وما أنزل من قبلك) حال من المؤمنون مبينة لكيفية ايمانهم وقيل اعتراض مؤكد لما قبله وقوله عز وجل (والمقيمين الصلوة) قيل نصب باضمار فعل تقديره وأعنى المقيمين الصلاة على أن الجملة معترضة بين المبتدا والخبر وقيل هو عطف على ما أنزل اليك على أن المراد بهم الانبياء عليهم السلام أى يؤمنون بالكتب وبالانبياء أو الملائكة قال مكى أى ويؤمنون بالملائكة الذين صفتهم اقامة الصلاة لقوله تعالى يسبحون الليل والنهار لا يفترون وقيل عطف على الكاف فى اليك أى يؤمنون بما أنزل اليك والى المقيمين الصلاة وهم الانبياء وقيل على الضمير المجرور فى منهم أى لكن الراسخون فى العلم منهم

روح المعاني

في

تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني

لخاتمة المحققين وعمدة المدققين مرجع أهل العراق
ومفتى بغداد العلامة أبى الفضل
شهاب الدين السيد محمود الالوسى البغدادى
المتوفى سنة ١٢٧٠ ﻫ سقى الله ثراه
صبيب الرحمة وأفاض عليه سجال
الاحسان والنعمة آمين

الجزء السادس

عنيت بنشره وتصحيحه والتعليق عليه للمرة الثانية باذن من ورثة المؤلف بخط وإمضاء علامة العراق
﴿ المرحوم السيد محمود شكرى الألوسى البغدادى ﴾

ادارة الطباعة المنيرية
دار
احياء التراث العربي
بيروت - لبنان

مصر : درب الاتراك رقم ١

عسل مصفیٰ جلد ۲ صفحہ 424 =

متعلق بقوله تعالى: ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ﴾ أى بل رفعه سبحانه إليه يقينا ، ورده فى البحر بأنه قد نص الخليل على أنه لا يعمل مابعد بل فيما قبلها، والكلام ردّ وإنكار لقتله وإثبات لرفعه عليه الصلاة السلام، وفيه تقدير مضاف عند أبى حيان أى إلى سمائه، قال: وهو حى فى السماء الثانية على ماصح عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم فى حديث المعراج ، وهو هنالك مقيم حتى ينزل إلى الأرض يقتل الدجال ويملؤها عدلا كما ملئت جوراً ثم يحيا فيها أربعين سنة أو تمامها من سنّ رفعه ، وكان إذ ذاك ابن ثلاث وثلاثين سنة ويموت كما تموت البشر ويدفن فى حجرة النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ، أو فى بيت المقدس ، وقال قتادة: رفع الله تعالى عيسى عليه السلام اليه فكساه الريش وألبسه النور وقطع عنه لذة المطعم والمشرب فطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فصار إنسيا ملكيا سماوياً أرضياً ، وهذا الرفع على المختار كان قبل صلب الشبه ، وفى إنجيل لوقا مايؤيده ؛ وأما رؤية بعض الحواريين له عليه السلام بعد الصلب فهو من باب تطور الروح ، فان للقدسيين قوة التطور فى هذا العالم وإن رفعت أرواحهم إلى المحل الأسنى، وقد وقع التطور لكثير من أولياء هذه الأمة، وحكاياتهم فى ذلك يضيق عنها نطاق الحصر ﴿ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزاً ﴾ لا يغالب فيما يريده ﴿ حَكِيماً ١٥٨ ﴾ فى جميع أفعاله فيدخل فيه تدبيراته سبحانه فى أمر عيسى عليه السلام وإلقاء الشبه على من ألقاه دخولا أولياً ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ ﴾ أى اليهود خاصة كما أخرج ابن جرير عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما، أوهم والنصارى كما ذهب اليه كثير من المفسرين (وإن) نافية بمعنى ما، وفى الجار والمجرور وجهان: أحدهما أنه صفة لمبتدأ محذوف، وقوله تعالى: ﴿ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ جملة قسمية ، والقسم مع جوابه خبر المبتدا ولا يرد عليه أن القسم إنشاء لأن المقصود بالخبر جوابه وهو خبر مؤكد بالقسم، ولا ينافيه كون جواب القسم لا محل له لأن ذلك من حيث كونه جواباً فلا يمتنع كونه له محل باعتبار آخر لو سلم أن الخبر ليس هو المجموع، والتقدير وما أحد من أهل الكتاب إلا والله ليؤمنن به، والثانى أنه متعلق بمحذوف وقع خبراً لذلك المبتدأ، وجملة القسم صفة له لا خبر، والتقدير وإن أحد إلا ليؤمنن به كائن من أهل الكتاب ومعناه كل رجل يؤمن به قبل موته من أهل الكتاب، وهو كلام مفيد، فالاعتراض على هذا الوجه ـ بأنه لا ينتظم من أحد ، والجار والمجرور إسناد لأنه لا يفيد ـ لا يفيد لحصول الفائدة بلا ريب، نعم المعنى على الوجه الأول كل رجل من أهل الكتاب يؤمن به قبل موته ، والظاهر أنه المقصود ، وأنه أتم فائدة، والاستثناء مفرغ من أعم الأوصاف ، وأهل الكوفة يقدرون موصولا بعد إلا، وأهل البصرة يمنعون حذف الموصول وإبقاء صلته، والضمير الثانى راجع للمبتدأ المحذوف أعنى أحد، والأول لعيسى عليه السلام فمفاد الآية أن كل يهودى ونصرانى يؤمن بعيسى عليه السلام قبل أن تزهق روحه بأنه عبد الله تعالى ورسوله ، ولا ينفعه إيمانه حينئذ لأن ذلك الوقت لكونه ملحقا بالبرزخ لما أنه ينكشف عنده لكل الحق ينقطع فيه التكليف ، ويؤيد ذلك أنه قرأ أبى ـ ليؤمنن به قبل موتهم ـ بضم النون وعود ضمير الجمع لأحد ظاهر لكونه فى معنى الجمع، وعوده لعيسى عليه السلام غير ظاهر ه

وأخرج ابن المنذر . وغيره عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أنه فسر الآية كذلك ، فقيل له : أرأيت إن خرّ من فوق بيت ؟ قال : يتكلم به فى الهواء ، فقيل : أرأيت إن ضرب عنقه ؟ قال : يتلجلج بها لسانه *

وأخرج ابن المنذر أيضاً عن شهر بن حوشب قال : قال لى الحجاج : ياشهر آية من كتاب الله تعالى

ماقرأتها إلا اعترض فى نفسى منها شئ قال الله تعالى : (وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته) ، وإنى أوتى بالأسارى فأضرب أعناقهم ولا أسمعهم يقولون شيئا . فقلت : رفعت اليك على غير وجهها إن النصرانى إذا خرجت روحه ـ أى إذا قرب خروجها كما تدلّ عليه رواية أخرى عنه ـ ضربته الملائكة من قبله ومن دبره ، وقالوا : أى خبيث إن المسيح الذى زعمت أنه الله تعالى ، وأنه ابن الله سبحانه ، وأنه ثالث ثلاثة عبد الله وروحه وكلمته، فيؤمن به حين لا ينفعه إيمانه ، وأن اليهودى إذا خرجت نفسه ضربته الملائكة من قبله ودبره ، وقالوا : أى خبيث إن المسيح الذى زعمت أنك قتلته عبدالله وروحه فيؤمن به حين لا ينفعه الإيمان، فاذا كان عند نزول عيسى آمنت به أحياؤهم كما آمنت به موتاهم ، فقال : من أين أخذتها ؟ فقلت : من محمد بن على ، قال : لقد أخذتها من معدنها ، قال شهر : وأيم الله تعالى ماحدثنيه إلا أم سلمة ، ولكنى أحببت أن أغيظه ، والاخبار بحالهم هذه وعيد لهم وتحريض إلى المسارعة إلى الايمان به قبل أن يضطروا اليه مع انتفاء جدواه ، وقيل : الضميران لعيسى عليه السلام ، وروى ذلك عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أيضاً . وأبى مالك . والحسن . وقتادة . وابن زيد ، واختاره الطبرانى ، والمعنى أنه لا يبقى أحد من أهل الكتاب الموجودين عند نزول عيسى عليه السلام إلا ليؤمنن به قبل أن يموت وتكون الأديان كلها ديناً واحداً ، وأخرج أحمد عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال : «قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : ينزل عيسى ابن مريم فيقتل الخنزير ويمحو الصليب وتجمع له الصلاة ويعطى المال حتى لا يقبل . ويضع الخراج . وينزل الروحاء فيحج منها أو يعتمر أو يجمعهما» قال : وتلا أبو هريرة رضى الله تعالى عنه (وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته) ، وقيل : الضمير الأول لله تعالى ولا يخفى بعده ، وأبعد من ذلك أنه لمحمد صلى الله تعالى عليه وسلم ، وروى هذا عن عكرمة ، ويضعفه أنه لم يجر له عليه الصلاة والسلام ذكر هنا ، ولا ضرورة توجب رد الكناية اليه ، لأنه ـ كما زعم الطبرى ـ لو كان صحيحاً لما جاز إجراء أحكام الكفار على أهل الكتاب بعد موتهم لأن ذلك الايمان إنما هو فى حال زوال التكليف فلا يعتد به ﴿ وَيَوْمَ الْقِيَـٰمَةِ يَكُونُ ﴾ أى عيسى عليه السلام ﴿ عَلَيْهِمْ ﴾ أى أهل الكتاب ﴿ شَهِيداً ١٥٩ ﴾ فيشهد على اليهود بتكذيبهم إياه . وعلى النصارى بقولهم فيه : إنه ابن الله تعالى ، والظرف متعلق ـ بشهيداً ـ وتقديمه يدل على جواز تقديم خبر كان مطلقاً ، أو إذا كان ظرفاً أو مجروراً لأن المعمول إنما يتقدم حيث يصح تقديم عامله ، وجوز أبو البقاء كون العامل فيه يكون *

﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا ﴾ أى تابوا من عبادة العجل ، والتعبير عنهم بهذا العنوان إيذان بكمال عظم ظلمهم بتذكير وقوعه بعد تلك التوبة الهائلة إثر بيان عظمه بالتنوين التفخيمى أى بسبب ظلم عظيم خارج عن حدود الأشباه والنظائر صادر عنهم ﴿ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَـٰتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ ﴾ ولمن قبلهم لا لشىء غيره كما زعموا ، فانهم كانوا كلما ارتكبوا معصية من المعاصى التى اقترفوها يحرم عليهم نوع من الطيبات التى كانت محللة لهم ولمن تقدمهم من أسلافهم عقوبة لهم ، ومع ذلك كانوا يفترون على الله تعالى الكذب ويقولون : لسنا بأول من حرمت عليه وإنما كانت محرمة على نوح . وإبراهيم . ومن بعدهما عليهم الصلاة والسلام حتى انتهى الأمر الينا فكذبهم الله تعالى فى مواقع كثيرة وبكتهم بقوله سبحانه : (كل الطعام كان حلا لبنى إسرائيل) الآية ، وقد تقدم الكلام فيها ، وذهب بعض المفسرين أن المحرم عليهم ما سيأتى إن شاء الله تعالى فى الانعام مفصلا *

الكشاف

عن

حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل

للعلامة جار الله أبي القاسم محمود بن عمر الزمخشري

(٤٦٧-٥٣٨هـ)

تحقيق وتعليق ودراسة

الشيخ عادل أحمد عبد الموجود　　الشيخ علي محمد معوض

شارك في تحقيقه

الأستاذ الدكتور فتحي عبد الرحمن أحمد حجازي

أستاذ البلاغة والنقد بكلية اللغة العربية جامعة الأزهر

الجزء الثاني

مكتبة العبيكان

أنهم شاكون ما لهم من علم قط، ولكن إن لاحت لهم أمارة فظنوا، فذاك، ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًۢا﴾: وما قتلوه قتلاً يقيناً. أو ما قتلوه متيقنين، كما ادّعوا ذلك في قولهم: ﴿إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ﴾ أو يجعل ﴿يَقِينًۢا﴾ تأكيداً لقوله: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ﴾ كقولك: ما قتلوه حقاً أي: حق انتفاء قتله حقاً، وقيل: هو من قولهم: قتلت الشيء علماً ونحرته علماً إذا تبالغ فيه علمك، وفيه تهكم، لأنه إذا نفى عنهم العلم نفياً كلياً بحرف الاستغراق. ثم قيل: وما علموه علم يقين وإحاطة لم يكن إلا تهكماً بهم، ﴿لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ﴾ جملة قسمية واقعة صفة لموصوف محذوف تقديره: وإن من أهل الكتاب أحد إلا ليؤمننّ به، ونحوه: ﴿وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُۥ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾﴾ [الصافات: ١٦٤] ﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا﴾ [مريم: ٧١] والمعنى: وما من اليهود والنصارى أحد إلا ليؤمننّ قبل موته بعيسى، وبأنه عبد الله ورسوله، يعني: إذا عاين قبل أن تزهق روحه[١] حين لا ينفعه إيمانه لانقطاع وقت التكليف، وعن شهر بن حوشب: قال لي الحجاج: آية ما قرأتها[٢] إلا تخالج في نفسي شيء منها يعني هذه الآية، وقال: إني أوتى بالأسير من اليهود والنصارى فأضرب عنقه فلا أسمع منه ذلك، فقلت: إن اليهودي إذا حضره الموت ضربت الملائكة دبره ووجهه وقالوا: يا عدوّ الله، أتاك موسى نبياً فكذبت به فيقول: آمنت أنه عبد نبيّ، وتقول للنصراني: أتاك عيسى نبياً فزعمت أنه الله أو ابن الله، فيؤمن أنه عبد الله ورسوله حيث لا ينفعه إيمانه. قال: وكان متكئاً فاستوى جالساً فنظر إليّ وقال: ممن؟ قلت: حدثني محمد بن عليّ بن الحنفية، فأخذ ينكت الأرض بقضيبه ثم قال: لقد أخذتها من عين صافية، أو من معدنها. قال الكلبي: فقلت له: ما أردت إلى أن تقول حدثني محمد بن عليّ بن الحنفية. قال: أردت أن أغيظه، يعني بزيادة اسم عليّ (٤٨٨)، لأنه مشهور بابن الحنفية، وعن ابن عباس أنه فسره كذلك، فقال له عكرمة: فإن أتاه رجل فضرب عنقه قال: لا تخرج نفسه حتى يحرّك بها شفتيه. قال: وإن خرّ من فوق بيت أو

---

٤٨٨ ـ قال ابن حجر: لم أجده.

وعزاه الزيلعي في تخريج أحاديث الكشاف (١/٣٦٨)، للكلبي في تفسيره من طريق شهر. قال: ورأيته قديماً في كتاب المبتدأ وقصص الأنبياء بسنده من هذا الوجه.

قال الحافظ ابن حجر في تخريج الكشاف: لم أجده، قلت: هو في تفسير الكلبي، رواه عن شهر، وروايته قديماً في كتاب المبتدأ وقصص الأنبياء لوثيمة بسنده من هذا الوجه. انتهى.

---

(١) قال محمود: «يعني إذا عاين قبل أن تزهق روحه.. .إلخ» قال أحمد: كقول فرعون لما عاين الهلاك: آمنت أنه لا إله إلا الذي آمنت به بنو إسرائيل.

(٢) عاد كلامه. قال محمود: «وعن شهر بن حوشب قال لي الحجاج آية ما قرأتها.. .إلخ». قال أحمد: ويبعد هذا التأويل قوله: (ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا) فإن ظاهره التهديد، ولكن ما أريد بقوله في حق هذه الأمة (ويكون الرسول عليكم شهيدا) والله أعلم.

احترق أو أكله سبع قال: يتكلم بها في الهواء ولا تخرج روحه حتى يؤمن به (٤٨٩)، وتدل عليه قراءة أبيّ: «إلا ليؤمنُنّ به قبل موتهم» بضم النون على معنى: وإن منهم أحد إلا سيؤمنون به قبل موتهم، لأنّ أحداً يصلح للجمع. فإن قلت: ما فائدة الإخبار بإيمانهم بعيسى قبل موتهم؟ قلت: فائدته الوعيد، وليكون علمهم بأنهم لا بدّ لهم من الإيمان به عن قريب عند المعاينة، وأن ذلك لا ينفعهم، بعثاً لهم وتنبيهاً على معالجة الإيمان به في أوان الانتفاع به، وليكون إلزاماً للحجة لهم، وكذلك قولهُ: ﴿وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ يشهد على اليهود بأنهم كذبوه، وعلى النصارى بأنهم دعوه ابن الله، وقيل: الضميران لعيسى، بمعنى: وإن منهم أحد إلا ليؤمننّ بعيسى قبل موت عيسى، وهم أهل الكتاب الذين يكونون في زمان نزوله. روي: أنه ينزل من السماء في آخر الزمان، فلا يبقى أحد من أهل الكتاب إلا يؤمن به، حتى تكون الملة واحدة وهي ملة الإسلام، ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال، وتقع الأمنة حتى ترتع الأسود مع الإبل، والنمور مع البقر، والذئاب مع الغنم، ويلعب الصبيان بالحيات، ويلبث في الأرض أربعين سنة، ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون ويدفنونه (٤٩٠)، ويجوز أن يراد أنه لا يبقى أحد من جميع أهل الكتاب إلا ليؤمننّ به، على أن الله يحييهم في قبورهم في ذلك الزمان، ويعلمهم نزوله وما أنزل له، ويؤمنون به حين لا ينفعهم إيمانهم، وقيل: الضمير في (به) يرجع إلى الله تعالى، وقيل: إلى محمد ﷺ.

---

٤٨٩ ـ أخرجه الطبري (٩/ ٣٨٥)، رقم (١٠٨٢٦)، من طريق أسباط عن السدي، عن ابن عباس. وقال الحافظ ابن حجر في الكشاف: لم أجده هكذا، وأخرجه الطبري من رواية أسباط عن السدّي قال: قال ابن عباس ـ رضي الله عنهما ـ: «ليس من يهودي يموت حتى يؤمن بعيسى بن مريم، فقال له رجل من أصحابه: كيف والرجل يغرق أو يحترق أو يسقط عليه الجدار؛ أو يأكله السّبع؟ فقال: لا تخرج روحه من جسده حتى يقذف فيه الإيمان بعيسى عليه الصّلاة والسّلام». انتهى.

٤٩٠ ـ أخرجه أبو داود (٤/ ١١٧، ١١٨): كتاب الملاحم: باب خروج الدجّال، حديث (٤٣٢٤) وأحمد (٢/ ٤٠٦)، والحاكم في المستدرك (٢/ ٥٩٥) والطبري (٦/ ٤٥٩)، حديث (٧١٤٥) وعبد الرزاق (١١/ ٤٠١) حديث (٢٠٨٤٥) وصحّحه ابن حبّان (١٥/ ٢٢٥، ٢٢٦)، حديث (٦٨١٤)، (٦٨٢١)، وقال الحافظ ابن حجر في تخريج الكشاف: أخرجه ابن حبّان وأبو داود من رواية همّام عن قتادة عن عبد الرحمن بن آدم عن أبي هريرة في حديث أوله «الأنبياء عليهم الصّلاة والسّلام إخوة أولاد علات أمهاتهم شتى ودينهم واحد، وإني أولى الناس بعيسى ابن مريم، لأنّه لم يكن بيني وبينه نبيّ، وإنّه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه فإنّه رجل مربوع الخلق إلى الحمرة والبياض سبط الشعر، كأن رأسه يقطر وإن لم يمسه بلل، بين محصرين، فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية، ويفيض المال ويقاتل الناس على الإسلام حتى يملكه الله في زمانه الملك كلّها إلاّ الإسلام إلى آخره» وأما قوله في أوله هنا «لا يبقى أحد من أهل الأرض إلاّ يؤمن به»، فرواه الطبري من قول ابن عباس ـ رضي الله عنهما ـ. انتهى.

تفسير الطبري

جامع البيان عن تأويل آي القرآن

لأبي جعفر محمد بن جرير الطبري
(٢٢٤هـ - ٣١٠هـ)

تحقيق
الدكتور/ عبد الله بن عبد المحسن التركي

الجزء السابع

جلد 7

وقد بيَّنا كيف كان رَفْعُ اللَّهِ إياه إليه[1] فيما مضى ، وذكَرنا اختلافَ المختلِفين في ذلك ، والصحيحَ من القولِ فيه ، بالأدلةِ الشاهدةِ على صحتِه ، بما أغنى عن إعادتِه[2] .

١٨/٦ /وأما قولُه : ﴿ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ . فإنه يعنى : ولم يزلِ اللَّهُ منتقِمًا من أعدائِه ، كانتقامِه من الذين أخذَتْهم الصاعقةُ بظلمِهم ، وكلعنِه الذين قصَّ قصتَهم بقولِه : ﴿ فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَٰقَهُمْ وَكُفْرِهِم بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ ﴾ . ﴿ حَكِيمًا ﴾ . يقولُ : ذا حكمةٍ فى تدبيرِه وتصريفِه خلقَه فى قضائِه ، يقولُ : فاحْذَروا - أيُّها السائلون محمدًا أن يُنَزِّلَ عليكم كتابًا من السماءِ - من حلولِ عقوبتى بكم ، كما حلَّ بأوائلِكم الذين فعَلوا فعلَكم فى تكذيبِهم[3] رسلى ، وافترائِهم على أوليائى .

وقد حدَّثنا أبو كُريبٍ ، قال : ثنا محمدُ بنُ إسحاقَ[4] بنِ أبى سارةَ الرُّؤَاسيُّ ، عن الأعمشِ ، عن المِنْهالِ ، عن سعيدِ بنِ جبيرٍ ، عن ابنِ عباسٍ فى قولِه[5] : ﴿ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ . قال : معنى ذلك : أنه كذلك[6] .

القولُ فى تأويلِ قولِه جل ثناؤُه : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ .

---

(١) تقدم فى ٤٤٧ - ٤٥٣.

(٢) سقط من : الأصل ، م ، ت ١.

(٣) فى الأصل : « تكذيبكم » .

(٤) فى الأصل : « الحسن » .

(٥) فى الأصل : « قوله غفورا رحيما » ، وفى ص ، ت ١، ت ٢، ت ٣، س : « قول الله وكان الله غفورا رحيما » .

(٦) أخرجه ابن أبى حاتم فى تفسيره ١١١٢/٤ (٦٢٤٤) وابن أبى شيبة ٥٤٦/١١ (١١٩٢٥) من طريق الأعمش به .

قال أبو جعفرٍ : اختلف أهلُ التأويلِ في معنى ذلك ؛ فقال بعضُهم : معنى ذلك : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ [١٣/٧٨ظ] إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ ﴾ . يعني بعيسى ، ﴿ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ ، يعني : قبلَ موتِ عيسى . يُوجِّهُ ذلك إلى أن جميعَهم يصدِّقون به إذا نزَل لقتلِ الدجَّالِ ، فتصيرُ المللُ كلُّها واحدةً ، وهي ملةُ الإسلامِ الحنيفيةُ ، دينُ إبراهيمَ .

ذكرُ مَن قال ذلك

حدَّثنا ابنُ بشارٍ ، قال : ثنا عبدُ الرحمنِ ، قال : ثنا سفيانُ ، عن أبي حَصِينٍ ، عن سعيدِ بنِ جُبيرٍ ، عن ابنِ عباسٍ : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : قبلَ[(١)] موتِ عيسى ابنِ مريمَ[(٢)] .

حدَّثنا ابنُ وكيعٍ ، قال : ثنا أبي ، عن سفيانَ ، عن أبي حَصِينٍ ، عن سعيدِ بنِ جبيرٍ ، عن ابنِ عباسٍ : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : قبلَ موتِ عيسى[(٣)] .

حدَّثني يعقوبُ بنُ إبراهيمَ ، قال : ثنا هُشيمٌ ، قال : أخبرنا حُصينٌ ، عن أبي

= وبعد هذا الأثر في ص : « تم الجزء السابع من كتاب البيان بحمد الله وعونه وحسن توفيقه وصلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم . الحمد لله رب العالمين . يتلوه في أول الثامن إن شاء الله تعالى القول في تأويل قوله : ﴿ وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته ﴾ وكان الفراغ منه في شهر ربيع الأول سنة خمس عشرة وسبعمائة ، غفر الله لمؤلفه ولصاحبه ولكاتبه ولمن طالع فيه ودعا لهم بالمغفرة ورضى الله تعالى والجنة ولجميع المسلمين . آمين يارب العالمين . بسم الله الرحمن الرحيم ، رب يسر برحمتك يا كريم » .

(١) سقط من : الأصل ، ص ، ت١ ، س .

(٢) تفسير سفيان ص ٩٨ وأخرجه الحاكم ٢/ ٣٠٩ من طريق سفيان به بلفظ : « خروج عيسى ابن مريم صلوات الله عليه » وقال : حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه . ووافقه الذهبي .

(٣) أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره ٤/ ١١١٤ (٦٢٥٤) ، وابن عساكر في تاريخ دمشق ١٤/ ١٠١ (مخطوط) من طرق عن سفيان به .

مالكٍ في قولِه : ﴿ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : ذلك[1] عندَ نزولِ عيسى ابنِ مريم ، لا يَبْقَى أحدٌ من أهلِ الكتابِ إلا [2]يؤمنُ به[2] .

حدَّثني المثنى ، قال : ثنا الحجّاجُ بنُ المنهالِ ، قال : ثنا حمادٌ ، عن حُميدٍ ، عن الحسنِ ، قال : ﴿ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : قبلَ أن يموتَ عيسى[3] .

حدَّثني يعقوبُ ، قال : ثنا ابنُ عُلَيَّةَ ، عن أبي رجاءٍ ، عن الحسنِ في قولِه : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : قبلَ موتِ عيسى ، واللَّهِ إنه الآنَ لحيٌّ عندَ اللَّهِ ، ولكنه إذا نزَل آمَنوا به أجمعون[4] .

حدَّثنا بشرُ بنُ معاذٍ ، قال : ثنا يزيدُ ، قال : ثنا سعيدٌ ، عن قتادةَ قولَه : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . يقولُ : قبلَ موتِ عيسى[5] .

/ [6]حدَّثنا الحسنُ بنُ يحيى ، قال : أخبرنا عبدُ الرزاقِ ، قال : أخبرنا معمرٌ ، عن قتادةَ : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : قبلَ موتِ عيسى ، إذا نزَل آمنت به الأديانُ كلُّها[6] . ١٩/٦

[٧٩/١٣و] حدَّثنا ابنُ وكيعٍ ، قال : ثنا أبي ، عن أبي جعفرٍ الرازيِّ ، عن الربيعِ ابنِ أنسٍ ، عن الحسنِ ، قال : قبلَ موتِ عيسى .

---

(١) سقط من : الأصل .

(٢ - ٢) في م : « ليؤمنن » . والأثر عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٤١/٢ إلى المصنف .

(٣) ذكره ابن أبي حاتم في تفسيره ١١١٤/٤ (عقب الأثر ٦٢٥٤) معلقا .

(٤) عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢٤١/٢ إلى المصنف ، وذكره ابن كثير في تفسيره ٤٠٤/٢ .

(٥) ذكره ابن أبي حاتم في تفسيره ١١١٤/٤ عقب الأثر (٦٢٥٤) معلقا .

(٦ - ٦) ذكر هذا الأثر في م مرتين ، واختصره في المرة الأولى إلى قوله : قبل موت عيسى . وهو في تفسير عبد الرزاق ١٧٧/١ .

حدَّثنا ابنُ وكيعٍ ، قال : ثنا أبو أسامةَ ، عن عوفٍ ، عن الحسنِ : ﴿ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : عيسى ، ولم يمتْ بعدُ .

حدَّثنا ابنُ وكيعٍ ، قال : ثنا عمرانُ بنُ عُيينةَ ، عن حُصينٍ ، عن أبي مالكٍ ، قال : لا يَبْقَى أحدٌ منهم عندَ نزولِ عيسى إلا آمن به[1] .

حدَّثنا ابنُ وكيعٍ ، قال : ثنا أبي ، عن سفيانَ ، عن حُصينٍ ، عن أبي مالكٍ ، قال : قبلَ موتِ عيسى .

حدثني يونسُ ، قال : أخبرنا ابنُ وهبٍ ، قال : قال ابنُ زيدٍ في قولِه : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : إذا نزَل عيسى ابنُ مريمَ ، فقتَل الدجَّالَ ، لم يَبْقَ يهوديٌّ في الأرضِ إلا آمن به . قال : فذلك حينَ لا ينفعُهم الإيمانُ[2] .

حدثني محمدُ بنُ سعدٍ ، قال : ثني أبي ، قال : ثني عمي ، قال : ثني أبي ، عن أبيه ، عن ابنِ عباسٍ قولَه : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . يعني : أنه سيُدرِكُ أناسٌ من أهلِ الكتابِ حينَ يُبعَثُ عيسى ، سيؤمنون[3] به ، ﴿ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾[4] .

حدَّثنا محمدُ بنُ المثنى ، قال : ثنا محمدُ بنُ جعفرٍ ، قال : ثنا شعبةُ ، عن منصورِ ابنِ زاذانَ ، عن الحسنِ ، أنه قال في هذه الآيةِ : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ

---

(١) أخرجه ابن أبي حاتم في تفسيره ٤/١١١٣ (٦٢٥٣) من طريق حصين به .

(٢) عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢/٢٤١ إلى المصنف ، وذكره ابن كثير في تفسيره ٢/ ٤٠٤ .

(٣) في الأصل : « مؤمنون » ، وفي م : « فيؤمنون » .

(٤) عزاه السيوطي في الدر المنثور ٢/٢٤١ إلى المصنف .

بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾[(١)] . أظنُّه أنا[(٢)] قال : إذا خرَج عيسى آمنت به اليهودُ .

وقال آخرون : معنى ذلك : وإن من أهلِ الكتابِ إلا[(٣)] ليُؤمننَّ بعيسى قبلَ موتِ الكتابيِّ . يُوجِّهُ[(٤)] ذلك إلى أنه إذا عاين علِمَ الحقَّ من الباطلِ ؛ لأن كلَّ مَن نزَل به الموتُ لم تخرُجْ نفسُه حتى يتبيَّنَ له الحقُّ من الباطلِ في دينِه .

(٥)ذكرُ من قال ذلك(٥)

حدَّثني [٧٩/١٣ظ] المثنى ، قال : ثنا عبدُ اللَّهِ بنُ صالحٍ ، قال : ثنى معاويةُ ، عن عليِّ بنِ أبي طلحةَ ، عن ابنِ عباسٍ قولَه : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : لا يموتُ يهوديٌّ حتى يؤمنَ بعيسى .

حدَّثنا ابنُ وكيعٍ ، قال[(٦)] : ثنا جريرٌ ، عن منصورٍ ، عن مجاهدٍ : ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : لا تخرُجُ نفسُه حتى يؤمنَ بعيسى ، وإن غرِق أو تردَّى من حائطٍ ، أو[(٧)] أيَّ ميتةٍ كانت[(٨)] .

٢٠/٦ /حدَّثني محمدُ بنُ عمرٍو ، قال : ثنا أبو عاصمٍ ، عن عيسى ، عن ابنِ أبي نَجيحٍ ، عن مجاهدٍ في قولِه : ﴿ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ﴾ . قال : كلُّ صاحبِ كتابٍ

---

(١) بعده في م : « قال أبو جعفر » .

(٢) في ص ، م ، ت ١ ، ت ٢ ، ت ٣ ، س : « إنما » .

(٣) بعده في ص ، ت ٢ : « من » .

(٤) في الأصل : « ذكر من قال » ، وفي م : « ذكر من كان يوجه » .

(٥ - ٥) زيادة لازمة ، كنهج المصنف فيما مضى .

(٦) في م : « وابن حميد قالا » .

(٧) في الأصل ، ص ، ت ١ ، ت ٢ ، ت ٣ : « و » .

(٨) تفسير مجاهد ص ٢٩٦ إلى قوله : أو تردى .

ليُؤمننَّ ﴿ بِهِۦ ﴾ : بعيسى ، ﴿ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ ﴾ : موتِ[1] صاحبِ الكتابِ[2] .

حدَّثني المثنى ، قال : ثنا أبو حذيفةَ ، قال : ثنا شبلٌ ، عن ابنِ أبي نَجيحٍ ، عن مجاهدٍ : ﴿ لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ ﴾ : كلُّ صاحبِ كتابٍ يُؤْمنُ بعيسى ، ﴿ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ ﴾ . موتِ صاحبِ الكتابِ . قال ابنُ عباسٍ : لو ضُرِبت عنقُه ، لم تخرُجْ نفسُه حتى يؤمِنَ بعيسى .

حدَّثنا ابنُ حُميدٍ ، قال : ثنا أبو تُمَيلةَ يحيى بنُ واضحٍ ، قال : ثنا الحسينُ بنُ واقدٍ ، عن يزيدَ النحويِّ ، عن عكرِمةَ ، عن ابنِ عباسٍ ، قال : لا يموتُ اليهوديُّ حتى يشهَدَ أن عيسى عبدُ اللهِ ورسولُه ، ولو عُجِّل عليه بالسلاحِ[3] .

حدثني إسحاقُ بنُ إبراهيمَ بنِ حَبيبِ بنِ الشهيدِ ، قال : ثنا عتَّابُ بنُ بشيرٍ ، عن خُصَيفٍ ، عن سعيدِ بنِ جُبيرٍ ، عن ابنِ عباسٍ : ﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ ﴾ . قال : هى فى قراءةِ أُبيٍّ : (قبلَ موتِهم)[4] : ليس يهوديٌّ يموتُ أبدًا حتى يؤمنَ بعيسى . قيل لابنِ عباسٍ : أرأيتَ إن خرَّ من فوقِ بيتٍ ؟ قال : يتكلَّمُ به فى الهُوِيِّ[5] . فقيل : أرأيت إن ضُرِبت عنقُ أحدٍ منهم ؟ قال : يُلَجْلِجُ[6] بها لسانُه[7] .

حدثني المثنى ، قال : ثنا أبو نُعيمٍ الفضلُ بنُ دُكينٍ ، قال : ثنا سفيانُ ، عن خُصَيفٍ ،

---

(١) فى ص ، ت ١ ، ت ٢ ، ت ٣ : « صاحب » .

(٢) تفسير مجاهد ص ٢٩٦ .

(٣) عزاه السيوطى فى الدر المنثور ٢٤١/٢ إلى المصنف وعبد بن حميد .

(٤) ينظر البحر المحيط ٣٩٣/٣ وهى قراءة شاذة .

(٥) فى الأصل : « الهواء » . والهوى مصدر بمعنى السقوط . اللسان (هـ و ى) .

(٦) فى م : « يتلجلج » واللجلجة والتلجلج تردد اللسان . التاج (لجلج) .

(٧) أخرجه سعيد بن منصور فى سننه ١٤٢٧/٤ (٧٠٩ - تفسير) من طريق عتاب بن بشير به ، وعزاه السيوطى فى الدر المنثور ٢٤١/٢ إلى الطيالسى وابن المنذر .

* ان تمام روایات کے
رجال دیکھیں

پہلی روایت کے رجال ثابت تک
صفحہ 219 سے ابن جریر صفحہ
664
لیکن صفحہ 665 والی روایات
666
نیز حاشیہ صفحہ 665